حضور ﷺ بحیثیت

وزیر اعظم کائنات

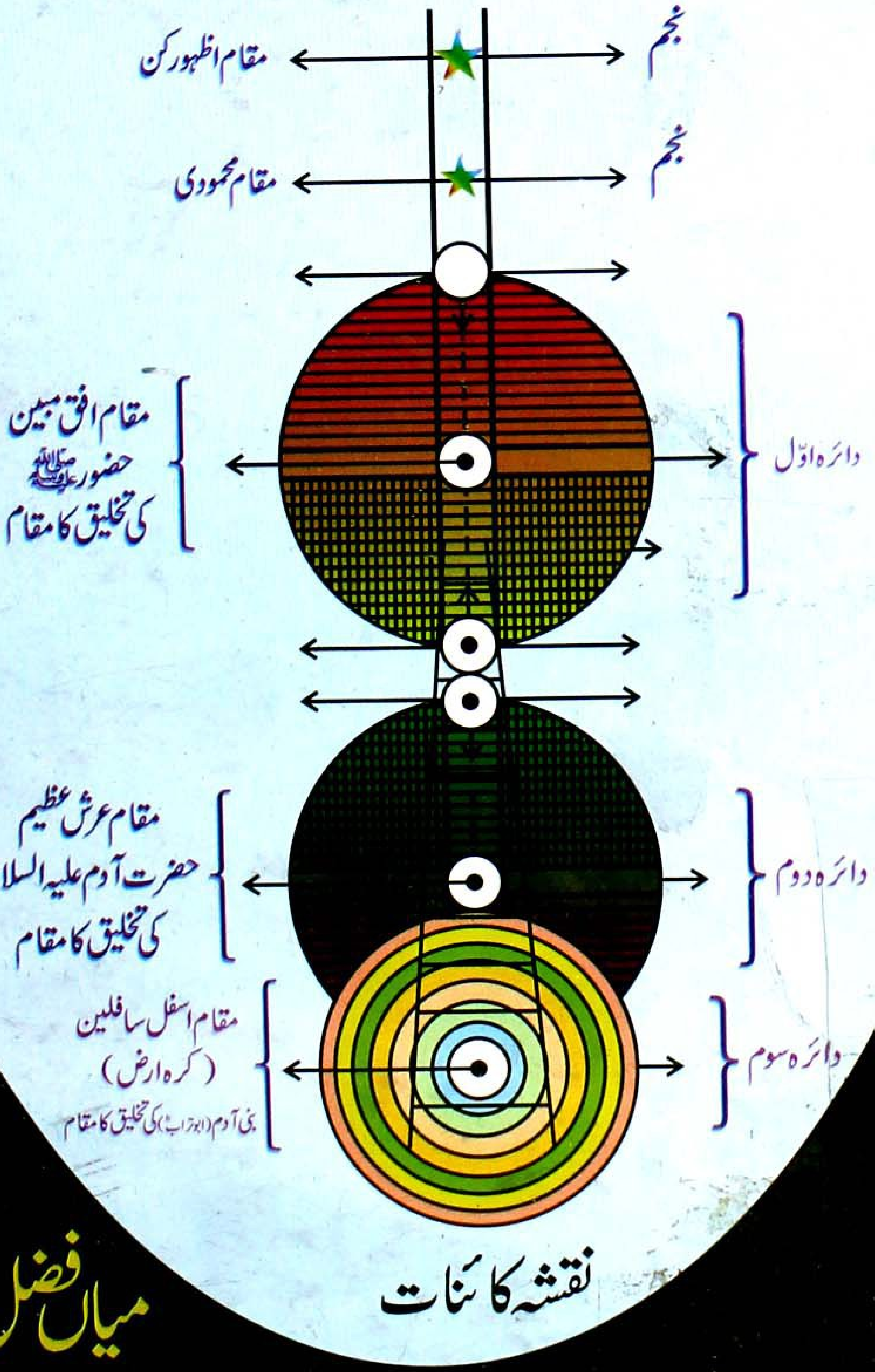

نقشہ کائنات

میاں فضل احمد حبیبی

Marfat.com

Marfat.com

5090

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضورؐ بحیثیت وزیر اعظم کائنات

Marfat.com

Marfat.com

حضورؐ بحیثیت وزیراعظم کائنات

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی • لاہور پاکستان
ذخیرہ

میاں فضل احمد حبیبی صاحب

ملنے کا پتہ

نورٌ علیٰ نور فاؤنڈیشن

معرفت علی میڈیسن ٹریڈرز

D/8 گوہر پلازہ جی۔ ٹی روڈ۔ گجرات فون:0433-525558

علم وعرفان پبلشرز

34-اُردو بازار لاہور فون:7352332

Marfat.com

81118

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

الیکٹرانک، مکینیکل، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ یا کسی بھی اور ذریعہ سے اس کتاب یا اس کے کسی حصہ کو مصنف کی پیشگی اجازت کے بغیر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ حوالہ یا تبصرہ جیسے مقاصد کے لیے کتاب، پبلشر، مصنف اور صفحہ نمبر درج کرنا ضروری ہے۔

نام کتاب	....	حضورؐ بحیثیت وزیرِاعظم کائنات
نام مصنف	....	میاں فضل احمد حبیبی صاحب
ناشر	....	گل فراز
پرنٹرز	....	رحمانیہ پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	انیس احمد
سن اشاعت	....	مئی 2003ء ربیع الاول 1424
قیمت	....	-/200روپے

ملنے کا پتہ

نورٌ علیٰ نور فاؤنڈیشن

معرفت علی میڈیسن ٹریڈرز

D/8 گوہر پلازہ جی۔ ٹی روڈ۔ گجرات فون:0433-525558

علم و عرفان پبلشرز

34-اُردو بازار، لاہور فون:7352332

Marfat.com

ذخیرہ

انتساب

دنیا کے تمام ممالک کے سربراہانِ مملکت کے نام
اور خصوصاً ایٹمی قوت کے حامل ممالک کے
سربراہان کے نام۔

1- امریکہ
2- روس
3- فرانس
4- چین
5- برطانیہ
6- انڈیا
7- پاکستان

Marfat.com

التماس

وزیر اعظم کائنات: تقریباً 105 سال پہلے 18 شعبان 1318 ھجری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ''وزیر اعظم'' کی اصطلاح کو موزوں کرنے والے صاحب کا اسم گرامی قاری حافظ محمد طیب ہے۔ جو دارالعلوم دیو بند کے مہتمم اور مولانا قاسمؒ نانوتوی کے پوتے ہیں۔

فطری حکومت ص 112 و تا ص 287
ادارہ عثمانیہ لاہور ستمبر 1963ء

نوٹ:

قارئین سے التماس ہے کہ اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو براہ کرم ان سے مطلع فرمائیں تا کہ اگلی اشاعت میں ان کو درست کر کے شائع کر سکیں۔

(میاں فضل احمد حبیبی)

Marfat.com

مضامین کی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	انتساب	
2	التماس	
3	فہرست	
4	اظہار تشکر	19
5	عرض مؤلف	23
6	مقصود تالیف	38
7	خواجہ شمس الدین عظیمی کا کرم نامہ	41
8	باعث تالیف	43
9	علم لدنی	48
10	حکیم محمد سعید کا خط	52
11	مسٹر۔ آئی ۔اے ۔خان	53
12	ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا کرم نامہ	55
13	حکیم محمد سعید کا کرم نامہ	56
14	ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری کا تبصرہ	58
15	جناب قاضی محمد حمید فضلی کا تبصرہ	61
16	کائنات کا تعارف	63
17	تخلیق کائنات کی غرض و غائت دائرہ اول دوم سوم	66
18	انسان	71

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
19	نقشہ کائنات	72
20	کائنات کے اجزاء وعناصر کی اصالت کیا ہے	73
21	کائنات کے دائروں کی ترتیب ونقشہ	75
22	افق مبین کا نقشہ اور محل وقوع	77
23	عرش عظیم اور اس کا محل وقوع	78
24	کائنات کی شاہراہ اعظم اور اس کا محل وقوع	79
25	صدر۔ ملک کائنات	81
26	وزیر اعظم کائنات	82
27	پریزیڈنٹ ہاؤس (عرش عظیم)	83
28	کائنات کا ماڈل یعنی انسان	84
29	کائنات کے عناصر کی تعداد کا تعین	86
30	کائنات کے عناصر کے باہمی تضاد کا پس منظر	88
31	عمل تخلیق کے مراحل	89
32	تخلیق کے پہلے اور دوسرے مرحلے کے درمیانی عرصہ میں نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصروفیات	92
33	تدلی: کائنات کی تخلیق کا دوسرا مرحلہ	93
34	کائنات کے دائرہ اول کی تخلیق، عمل تخلیق انسان اول، عمل تخلیق دائرہ کائنات اول	94
35	قاب قوسین	95
36	کائنات کے دائرہ دوم کی تخلیق	96
37	عمل تخلیق دائرہ دوم	97

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
38	دائرہ دوم کے عناصر میں اتحاد کی ضرورت	98
39	دائرہ سوم کی تخلیق' کائنات کی تخلیق کا تیسرا مرحلہ نفخ صور	100
40	کائنات کی تخلیق کے مقاصد	102
41	نظام حکومت کی تقسیم کار	105
42	تکوینی حکومت کا پس منظر	106
43	تکوینی حکومت کا نصب العین	109
44	کرہ ارض اور کائنات کی آپس میں نسبت	110
45	تشریعی حکومت کا نصب العین	111
46	عرش کا تعارف' عرش کی جگہ کے انتخاب کی ترجیحات	114
47	عرش کا نشان انسان کے اندر کس مقام پر واقع ہے؟	115
48	عرش اور موت بطور کسوٹی برائے اعمال	119
49	موت اعمال کی کسوٹی	122
50	عرش کی حیثیت۔ حقیقتؐ اور اہمیت	125
51	تین انسانوں میں امتیاز	127
52	تین یثاق کی تفصیل	128
53	عالم خلق اور عالم امر کے مغیبات و عجائبات کا منظر	130
54	شیطان کی سوانح عمری کا خاکہ 142۔	136
55	شیطان کی تخلیق کی غرض و غائت	138
56	نوع اجنہ کی تخلیقی کے عناصر' شیطان کا شجرہ نسب	139
57	شیطان کے آباؤ اجداد کا پس منظر	140

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
58	شیطان بطور عبوری وزیر اعظم، آدم علیہ السلام کی پیدائش کا منصوبہ اور پروگرام، فرشتوں کا آدم کی تخلیق کے خلاف رائے دینا	141
59	شیطان اور حضرت آدم علیہ السلام کی عداوت کا آغاز، شیطان کا بھری مجلس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنا	142
60	اللہ تعالیٰ کا شیطان کو وزارت عظمیٰ کے منصب سے برطرف کرنا	143
61	حضرت آدم علیہ السلام سے شیطان کی کھلی جنگ کا آغاز، آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر اترنا	144
62	آدم علیہ السلام کی حفاظت کی خاطر فرشتوں کا مقرر کرنا، قائد حزب اختلاف یعنی شیطان کا مرکزی سیکرٹریٹ	145
63	**حصہ دوم**	148
64	وزیر اعظم کائنات/ وزیر اعظم کا چناؤ 149	149
65	وزارت داخلہ و خارجہ	150
66	آسمانی بادشاہت کی چار اہم وزارتیں	151
67	وزیر تعلیم کے کارکن اور ان کی حیثیت	152
68	وزارت خوراک و ارزاق، وزیر غذا کے وسائل کار	153
69	وزارت تعلیم اور وزارت غذا کی خصوصی پشت پناہی، وزارت زجر و سیاست	154
70	وزارت سیاست کے کارکن اور وسائل کار، فوجی قوت۔ حیوانی لشکر، عنصریاتی لشکر 159	157
71	خاص اسلحہ اور میگزین	163

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
72	وزارت تذکیر و اشاعت' وزیر تذکیر کے وسائل کار' ملک الموت کے قاصد۔ طول عمر اور بڑھاپا	164
73	سفید بال' اولاد کی اولاد اور امراض	165
74	اختلال حواس	166
75	قبر اور موت ۔ ملک الموت	167
76	وزارتوں کے ماتحت اہم شعبے	171
77	حفاظتی پولیس۔ خفیہ پولیس اور رعیت کے اعمال کی نگرانی' رعایہ کے اعمال نامے اور دفتری ریکارڈ	171
78	دفاتر محکمہ جات	173
79	کاغذات کی روزانہ پیشی، اوقات پیشی' تبادلہ اور چارج	174
80	عطایائے صلہ و اعزاز' تقسیم جاگیرات و اعزازت	176
81	عطاء خطابات	177
82	معاہدات سلطنت اور ان کی دفعات	180
83	رعایا سے شاہی عہد و میثاق	180
84	بادشاہ کا عہد نامہ	182
85	معاہدہ باہمی کا قول وقرار	184
86	رعایا کی عہد کی یاد ہانی اور تجدیدات معاہدہ	185
87	بادشاہ کی طرف سے وفائے عہد	186
88	رعایا کی بدعہدی اور اکثریت کا غدر	187
89	قانون مکافات عمل	188
90	آسمانی بادشاہت کی تربیت عامہ اور تصرفات ملوکی کا نقشہ' قانون شاہی اور اس کی حیثیت	190

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
91	اطاعت قانون کے تین مراتب	191
92	قانون شاہی کی انواع' عالم خلق اور عالم امر' قانون طبائع	193
93	قانون شرائع	195
94	شاہی کونسل	198
95	مباحث ملکی	199
96	شاہی پرائیویٹ سیکرٹری اور واسطہ حکومت	200
97	تخت بردار اور خدام دربار سے معلومات عامہ	202
98	خبروں کے چور اور جاسوس اور ان کی درگت	204
99	تکوینی و تشریعی خبروں میں فرق	205
100	رعایا کی ضروریات زندگی کا انظام اور مادی زندگی کی ضرورت	208
101	رعایا کی آبادکاری	209
102	قوانین حکومت	211
103	خدا کا آخری اور لاتبدیل قانون	212
104	اراضی کی کاشت اور پیداوار	214
105	آبپاشی	215
106	بساؤ (آبادی) کے شہری حقوق۔ روشنی کا انتظام	216
107	محکمہ صفائی و حفظان صحت	217
108	روحانی زندگی کی ضروریات' تربیت روحانی کا نظام' علاقہ انسانی اور خلافت ارضی	218
109	آسمانی بادشاہت کے نظام کا انتہائی مرحلہ	220
110	سزا مجرمین اور ان کی انواع	222

Marfat.com

عنوان	مضامین	نمبر شمار
227	آسمانی بادشاہت کے دستور اساسی کا خلاصہ' سبع سنابل (سات راستے)	111
230	واجبات رعیت کی دو جامع ترین قسمیں	112
232	آسمانی بادشاہت کے نقشہ پر زمینی خلافت یعنی امارت شرعیہ کا دستور اساسی	113
233	آسمانی بادشاہت اور زمینی خلافت کی ہم آہنگی	114
234	خلافت اسلام اور خلافت اقوام کا مابہ الفرق	115
237	خلافت زمینی میں آسمانی بادشاہت کے اصول کا نقشہ' خلافت کے مختلف درجات	116
239	خلافت میں واجبات رعیت کے اصول درگانہ کا نقشہ	117
240	خلافت سے شاہیت کا رد اور متعلقہ نتائج	118
242	قانون سازی غیر اللہ کا حق نہیں	119
243	شوریٰ کی ضرورت امیر یا پابندی شوریٰ کا آثار لطیفہ' شوریٰ کا فریضہ منصبی	120
244	ڈکٹیٹر شپ' خلافت سے خاندانی موروثیت نفی' امیر اور حق فیصلہ	121
245	کثرت رائے اور قوت رائے' کثرت رائے کی بے وزنی	122
248	کثرت رائے کہاں اور کس طرح سے معتبر ہے	123
256	امیر با مقصد خلافت کے آثار طیبہ	124
251	مقصد خلافت تکمیل مادیت نہیں' روٹی اور معاشی مسئلہ کا حل	125
252	دنیوی سلطنتیں معاش کا مسئلہ حل نہیں کر سکتیں	126
254	خلافت نے کس طرح روٹی کے مسئلہ کا حل کیا	127

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
128	مالیات میں مذہبیت کا رنگ، حق پڑوس۔ قومی چندے	255
129	منافع عام سخاوت آفرین فضاء اور غناء	256
130	میراث اور تقسیم ترکہ۔ توازن طبقات	257
131	سرمایہ داری اور ناداری کی تعدیل	258
132	امیر اور غریب کے ربط باہمی اور تعلق کی نوعیت	259
133	کمیونزم کے مہلک نتائج	260
134	معاشی مسائل کا سیاسی حل صرف اسلام میں ہے	262
135	خلافت میں پارٹی سسٹم نہیں	263
136	پالیسی، خلافت کی سرکاری پالیسی	264
137	اسلامی جنگ کی بنیاد نفسیاتی غیظ و غضب اور عین جہاد میں رحمت	266
138	فتوحات کے وقت رحمت	267
139	خلافت کی وسعت بقدر وسعت رحمت ہے	268
140	اسلامی خلافت اس لیے عالمگیر ہے کہ اس کی رحمت عالمگیر ہے	269
141	خلافت نبوت، ذات صدیقی ظل ہے ذات نبوی کی	270
142	صدیق اکبر کی شباہت ذات نبوی ہے، شفقت باطفال	271
143	کثرتِ اجر و ثواب	272
144	اولیت ایمان، نوعیت وفات	273
145	زمان وفات، اولیت بعث و حشر	275
146	خلیفہ رسول کا لقب صدیق اکبر کے ساتھ مخصوص ہے	276
147	خلافتِ رحمت کی رعایا بھی امت مرحومہ ہے	279

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
148	خلافت رحمت میں رحمت کی پالیسی کے آثار' رعایت طبائع اور عدم جبر و تشدد	280
149	اخوت و مساوات	281
150	ذات پات کی اونچ نیچ کی نفی' قرب مراتب کا معیار	282
151	اصول خمسہ کی بحث کا خلاصہ	283
152	سچی اور مخلص حکومت کا صحیح نمونہ' خلافت سے واجب شدہ حقوق دوگانہ کے اثرات' اولین حق کے چار ثمرے	285
153	ثانوی حق کا ثمرہ	286
154	خلاصہ کلام	287
155	آسمانی بادشاہت اور زمینی خلافت کے آثار کی یکسانیت اور اس کی چند مثالیں۔ نظام اجتماع	288
156	علم و اخلاق	289
157	نمائش سے گریز۔ بے تکلفی	290
158	فتح قلوب۔ ہمہ گیری۔ عدیل منافرت۔ مرکزیتِ خواص	291
159	نصب العین۔ رعایت طباع، طریقِ انتخابِ خواص، نامزدگی	292
160	مرجع الامر کی وحدت' خلاصہ کلام	293
161	خلاصہ بحث	297
162	خلافت کے سوا کسی مصنوعی نظام میں امن میسر نہیں آ سکتا	300
163	مباحثِ کلام کا نچوڑ	301
164	خلافت باطنہ کے چار بنیادی اصول	302
165	اقامۃ خلافت پر بعض سطحی اعتراضات اور ان کا جواب	304

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
166	خاتمہ کلام	305
167	کائنات کی تخلیق کا اجمالی جائزہ	307
168	نقشہ کائنات	315
169	کائنات کی طبعی عمر کیا ہے	317
170	کائنات اندازاً کب ختم ہوگی یعنی قیامت کب آئے گی	321
171	کائنات کے فنا کے بعد کیا ہوگا	326
172	تاریخِ نظامِ حکومتِ تکوینیہ	327
173	فرشتوں کی خوبیاں	328
174	خلیفہ اور امام میں فرق	331
175	تکوینی حکومت کے بارے میں، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ارشادات	333
176	ماہنامہ فیض کے مدیر اعلیٰ جناب قاضی، محمد حمید فضلی صاحب مدظلہ تعالیٰ کی تحریر	341
177	مولف کے نام قاضی صاحب کی خصوصی تحریر	349
178	شیخ المشائخ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ کے احوالِ نادرہ ان کے قلم سے۔	351
179	پیرزادہ جناب محمد اقبال فاروقی نقشبندی مجددی کے قلم سے بڑی دلچسپ تحریر	356
180	پارلیمانی اور صدارتی نظام میں فرق اور تکوینی حکومت سے مماثلت	371
181	سورہ والتین کی تفسیر و تشریح اور اس میں اشکال اور ان کا حل	373

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
182	محترمہ جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ تعالیٰ کے ساتھ خط وکتابت میں امور تکوینہ پر بحث	384
183	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق پر بحث کا آغاز (امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کی روشنی میں)	385
184	حضورؐ کی تخلیق اور دیگر انسانوں کی تخلیق اور پیدائش	387
185	تخلیق اور ولادت میں فرق کا خلاصہ	387
186	حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی خصوصیات	388
187	حضرت حوا علیھا السلام کی تخلیق کی خصوصیات	390
188	حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق کی خصوصیات	391
189	بنی نوع انسان کی تخلیق اور پیدائش کی خصوصیات	391
190	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انسانوں کی تخلیق میں فرق اور امتیاز	394
191	دوسرا اور تیسرا فرق	395
192	چوتھا فرق	396
193	پانچوں/ چھٹا اور ساتواں فرق	397
194	مرشد کریم حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ کا سوانحی خاکہ	399
195	وصال کے معنی اور مفہوم	400
196	ابدی موت اور عارضی موت میں فرق	401
197	طبعی موت اور اختیاری موت میں فرق	402
198	اختیاری موت کے حصول کا طریقہ یعنی موتو قبل انتم موتو	404
	اختتام کتاب	

Marfat.com

Marfat.com

اظہار تشکر

"زیر نظر کتاب کی تالیف کے دوران جو حضرات میرے ساتھ شریک سفر رہے۔ ان کا ایک حق میرے ذمہ ہے جس کو ادا نہیں کر سکتا لہذا ان سے التماس ہے کہ وہ اظہار تشکر کو قبول فرمائیں ان حضرات میں سے چند کے اسماء اور تعارف نیچے لکھا جاتا ہے۔"

1- عبد السلام مفتی (داماد)

2- مقصودہ بیگم (اہلیہ)

3- عطیہ بتول (بیٹی)

4- عمران حبیب، رضوان حبیب اور برہان عزیز (بیٹے)

5- میجر غلام رسول مونگیہ (دوست)

6- مسافر خاتون

تعارف

1- عبد السلام مفتی صاحب، اس وقت محکمہ ہیلتھ میں بطور چیف انسپکٹر آف ڈرگز پنجاب ہیں انھوں نے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود مجھے ایسا پرسکون ماحول فراہم کیا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ اور اسی بنیاد پر کتاب کی تالیف کی سعادت ان کے حصے میں آتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں خوشحال رکھے۔ آمین۔

2- مقصودہ بیگم صاحبہ راقم کی اہلیہ ہونے کی حیثیت سے میرا لباس ہیں۔ اور لباس

Marfat.com

میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ انسان کے ننگے وجود کے عیوب کو چھپا لیتا ہے نیز اس کے وجود کی زینت وزیبائش کا باعث بھی ہوتا ہے، غالباً یہی یہ باعث ہے کہ انھوں نے سفر تالیف کے دوران ہر عبارت کو آسان اور عام فہم بنانے کے لیے شب و روز پوری لگن سے ساتھ دیا، غالباً اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے والد بزرگوار ولی کامل تھے جن کی صحبت نے ان پر اور دوسرے بہن بھائیوں پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ ان کے والد میر محمد شفیع صاحب میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمتہ کے خواص بلکہ میں اخواص میں سے ایک تھے نیز اہلیہ کے نانا حکیم حاذق مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل، مولانا احمد بخش صاحب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی صاحب علیہ الرحمتہ کے خلفاء میں سے تھے اور پاکستان کے قیام سے پہلے اچھرہ لاہور میں ذیلداروں کی دینی درسگاہ میں علوم شرقیہ کے ماہر استاد تھے۔

-3 مجھے مسودہ تیار کرنے کے بعد فوری ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ کمپوز ہو جائے مگر ایسا ممکن نہ تھا میری بیٹی عطیہ بتول ایم اے اسلامیات نے یہ ذمہ دار سنبھالی ہے جو عبارت لکھی جاتی ہے وہ اسے دوبارہ فیر کر کے لکھ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تمام زندگی راحتوں کی فراوانی نصیب فرمائے آمین۔ جو کمپوزنگ کا نعم البدل ہے۔

-4 الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹوں کی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ تین گجرات شہر میں دو کراچی میں کاروبار کرتے میں انھوں نے تمام ذمہ داریاں خود سنبھال لیں مجھے گھریلو ذمہ داریوں سے آزاد کر کے یکسوئی سے کام کرنے کا موقعہ دیا۔ اور یہ توقع ہے کہ کراچی میں دونوں بڑے بیٹے جن کے نام محمد عثمان غنی اور محمد عرفان عمر عظیمی ہیں۔اس کار خیر میں شریک ہیں۔

-5 میجر غلام رسول مونگیہ صاحب: موصوف سے ملاقات 1970ء سے تھی لیکن

Marfat.com

باہمی فکری اتحاد نہ تھا جب 1996ء میں پہلی کتاب ''استفسارات در اسرار حبیب'' شائع ہوئی تو انھوں نے مطالعہ کر کے کتاب میں پائی جانے والی اغلاط کی فہرست تیار کی نیز کتاب میں جو گوشے اپنے مطالب کے لحاظ سے تشنہ تھے ان کی نشاندہی کی اس سے مجھے موصوف کے اندر کے انسان کو دیکھنے کا موقع مل گیا ان کے اس رسوخ کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ میرے سفر تالیف میں داخل ہوتے گئے اور ایک معاون کی حیثیت حاصل کر لی موصوف۔ پنجابی، اردو، انگریزی، فارسی پر پورا پورا عبور رکھتے ہیں۔ اس وقت اسی سال کی عمر میں چاک و چوبند اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے کبھی تھکن کا اظہار نہیں کیا اپنی خوبیوں کی بدولت بڑی ہی پرکشش شخصیت ہیں۔

-6 لاہور میں ایک ہوٹل میں بیٹھا دوستوں سے زیر نظر کتاب کے اقتباسات پر بات ہو رہی تھی۔ قریب ہی درد دل رکھنی والی خاتون جو ہماری گفتگو سن رہی تھی نے کتاب کی اشاعت کے لیے حسب توفیق رقم فراہم کر کے اپنے لیے سعادت دارین حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے احسن دیں۔

ان دوستوں کا شکریہ بھی ادا کرتا چلوں جنھوں نے اس سے پہلی کتابوں کی اشاعت میں حسب توفیق تعاون فرمایا تھا۔

-1 ملک صوفی محمد صدیق صاحب جو خواجہ نذیر احمد صاحب نقشبندی مجددی چورہ شریف والوں کے مرید و مراد تھے۔ انھوں نے استفسارات در اسرار حبیب حصہ اول کی اشاعت میں تعاون فرمایا تھا۔

-2 جناب میاں اصغر علی صاحب نے کتاب سفر تخلیق میں تعاون فرمایا۔

-3 جناب جاوید اقبال صاحب مالک جاوید سلائی مشین ڈیلر نے کتاب سفر تخلیق میں تعاون فراہم فرمایا۔

-4 کتاب چیلنج روح و قالب کی تالیف میں وہ رقم خرچ ہوئی جو کتابیں فروخت

Marfat.com

ہوئی تھیں ان سے اور کچھ میجر غلام رسول مونگیہ صاحب کے تعاون سے شائع کرائی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کا شکر گزار۔ حبیبی

....

8118

Marfat.com

عرض مؤلف

زیر نظر کتاب حضور بحیثیت ''وزیر اعظم کائنات'' ﷺ میں حضور کی اس پوشیدہ سیرت پر قلم اٹھایا گیا ہے جس پر پہلے بہت ہی کم کوشش کی گئی ہے اور کتاب درج ذیل دو حصوں پر مشتمل ہے۔

1- کائنات 2- وزیر اعظم کائنات

وزیر اعظم کی شان وعظمت اس وقت تک سامنے نہیں آتی جب تک کائنات کے خدوخال سامنے نہیں آتے۔ لہٰذا پہلے کائنات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ کائنات کیا ہے؟ پھر وزیر اعظم کے بارے میں لکھا جائے گا اس کی عظمت وشان کیا ہے؟

1- کائنات کیا ہے؟

قرآن کریم میں کائنات کو متعارف کرانے اور انسانی شعور کو بلند کرنے کے لیے بڑا حیران کن انداز اپنایا گیا ہے اور اس غرض کی خاطر نظر انسانی کو مختلف مرحلوں میں سے گزارا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

1- پہلا مرحلہ:۔

اللہ نور السموت والارض.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

مفہوم: مندرجہ بالا جملہ میں کائنات کی حدود کو زمین اور آسمان کی وسعتوں پر مشتمل اور محیط بتایا گیا ہے اور جب ہم اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر مشاہدہ کی غرض سے دیکھتے ہیں تو ہماری نگاہیں چاہتی ہیں کہ آسمانوں سے پار بھی مناظر دیکھیں لیکن ہماری نظر

Marfat.com

آسمانوں کی وسعت کے اندر بار بار گھوم کر، چکر لگا لگا کر تھک کر اپنے خانہ چشم میں واپس لوٹ آتی ہے۔ جس سے دو باتوں کے متعلق بڑا قوی احساس پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بات یہ کہ کائنات بہت ہی وسیع ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ ہماری نظر اس کو نہ عبور کر سکتی ہے، اور نہ ہی اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔ لہٰذا نظر کو اپنی بے بسی اور عاجزی کا پوری طرح احساس ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس نے کائنات کو اپنی ذات پر دلیل بنایا۔ وہ چاہتا ہے کہ انسانی نظر کو ایسی وسعت مل جائے جس سے صرف وہ کائنات کا مشاہدہ اندر سے ہی نہ کرے بلکہ کائنات کو باہر سے اور باہر کی فضا کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت حاصل کرے تا کہ اپنے خالق کی پہچان کر سکے۔

2- دوسرا مرحلہ:۔

پہلے مرحلہ میں انسان کی نظر کی وسعت کا تعین انسان پر واضح کر دیا گیا کہ اے انسان! تو میری (اللہ کی) رہنمائی کے بغیر کائنات کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دوسرا مرحلہ میں کائنات کی وسعتوں کو سمیٹتے ہوئے کائنات کو ایک طاق (جو ایک دیوار میں بنایا جاتا ہے) کی صورت بیان کر کے نظر کو وسعت عطا کر دی گئی ہے۔ جو یوں ہے۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیھاز جاجۃ

ترجمہ: اس کا نور ایک طاق جیسا ہے جس میں ایک چراغ ہے۔

3- تیسرا مرحلہ:۔

تیسرے مرحلہ میں کائنات کو طاق سے چھوٹے جحم میں بیان کیا گیا ہے اور وہ چھوٹا جحم فانوس کا ہے جب نظر فانوس کو دیکھتی ہے تو نگاہ اس کو چاروں طرف سے دیکھ پاتی ہے جس سے نظر میں مزید وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کائنات نظر کے اندر محیط ہو جاتی ہے۔ جو یوں ہے۔

المصباح فی زجاجۃ

ترجمہ: وہ چراغ ایک فانوس ہے۔

Marfat.com

4- چوتھا مرحلہ:۔

چوتھے مرحلہ میں کائنات کے حجم کو فانوس کے حجم سے کم کر کے چمکتے ہوئے ستارہ کی صورت میں پیش کیا گیا۔ دیکھنے میں ستارہ کا حجم اتنا کم اور چھوٹا ہوتا ہے کہ وہ انسان کے خانہ چشم کے اندر سکتا ہے اور انسان کی ہتھیلی پر رائی کے برابر ہے۔ تو انسان کی نظر کو ایسی وسعت عطا ہو جاتی ہے کہ انسان خود کو کائنات سے باہر پاتا ہے اور کائنات کا باہر سے مشاہدہ کرتا ہے نیز کائنات کی باہر کی فضا میں کائنات ایک چھوٹے سے چمکتے ہوئے موتی کی طرح ستارہ مشاہدہ میں آتا ہے۔ اس کا ذکر یوں ہے۔

الزجاجة کانہا کوکب دری.

ترجمہ: وہ فانوس گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

(ترجمہ فیوض القرآن سورہ 24 نور آیت 35)

انسان کی نظر کو جیسے جیسے وسعت عطا ہوتی جاتی ہے انسان کا شعور ویسے ویسے بلند ہوتا جاتا ہے اور یہ طاقت شعور ہی کو حاصل ہے کہ کائنات سے باہر قدم رکھتا ہے۔ ہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ طاقت اور قوت حاصل ہے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ کائنات سے باہر قدم رکھنے والے ہیں۔ بالخصوص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضور کا وجود ہمہ تن شعور ہے جو نور سے افضل و اعلیٰ ہے۔

خلاصہ: وہ نظر اور شعور جو پہلے مرحلہ میں کائنات کی حدود کی وسعتوں کا مشاہدہ کرنے سے عاجز پائی گئی وہ چوتھے مرحلہ میں اس قدر وسعت کی حامل ہو گئی ہے کہ کائنات سمٹ کر اس کے روبرو ایک چھوٹا سا ستارہ ہونے لگی۔ یہ کمال اور صلاحیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے علماء راسخین کو حاصل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور صلاحیتوں کا کوئی کیسے اندازہ کر سکتا ہے۔ جب اندازہ کرنے والا کوئی ہے نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا حق ادا کرنے کا کون کس طرح دعویٰ کر سکتا ہے۔ وزارت عظمی کا منصب وہ کمال نہیں رکھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا حق ادا ہو۔ ہاں

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منصب کو کمال تک پہنچایا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1- کائنات گول ہے۔

2- کائنات ستارہ کی طرح روشن ہے۔

3- کائنات کو اندر سے دیکھا جائے تو نگاہیں اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں۔

4- کائنات کو کو باہر سے دیکھا جائے تو کائنات کا حجم ایک ستارہ جتنا نظر آتا ہے۔

خلاصہ کلام:۔

قرآن کریم نے کائنات کے خدوخال کے بارے میں دو نظریات پیش کئے ہیں۔

ایک نظریہ کے مطابق کائنات بہت وسیع و عریض ملک ہے۔ دوسرا نظریہ یہ کہ کائنات چھوٹا سا ستارہ نظر آتا ہے۔ انسان کائنات سے باہر جا سکتا ہے اور اسے باہر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کائنات کی تخلیق کے بارے میں قرآن کریم کا نظریہ:

سورہ نجم کی آیت نمبر 9 قاب قوسین

ترجمہ: دو قوسیں آپس میں اس طرح مل جاتی ہیں کہ ایک دائرہ بن جاتا ہے۔

مفہوم: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ دو قوسوں کا وجود کہاں سے اور کیسے ظہور میں آیا تھا؟ جن کے ملاپ سے دائرہ بن گیا تھا۔ اس سوال کا جواب کتاب کے اندرونی صفحات میں تفصیل سے دیا گیا ہے نیز کائنات تین دائروں پر مشتمل ایک ایسا ملک ہے جس کے پہلے دائرہ میں ارواح کی تخلیق دوسرے دائرہ میں اجسام کی تخلیق کا عمل تکمیل پانے والا ہے۔ اور تیسرے دائرہ میں پوری آبادی قیامت کے دن منتقل کر دی جائے گی۔ وہ آخری رہائش گاہ ہے۔

خلاصہ کلام:۔

قاب قوسین میں بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کائنات دائرہ کی صورت

Marfat.com

میں گول ہے جس پر انسان بحیثیت نائب خداوندی (وزیر اعظم) ہے۔ جسے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے "قیوم" کے نام سے متعارف کرایا ہے۔ غوث اعظم فرماتے ہیں کائنات میری ہتھیلی پر رائی کے برابر ہے۔ جب کائنات کا وجود رائی کے دانہ کے برابر قرار پایا تو اس پر انسان کا بحیثیت وزیر اعظم فائز ہونا باعث حیرت نہ ہونا چاہیے۔

وزیر اعظم کائنات:۔

وزیر اعظم وہ منصب ہے۔ جس کا پہلا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے لیے ملک درکار ہے۔ لہذا پہلے ملک کائنات کو ظہور میں لایا گیا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا کہ ان کو کائنات کے ملک کی وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز کیا جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام ہی کائنات کے پہلے اور حقیقی وزیر اعظم ہیں۔ ان کے بعد تمام اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنے اپنے زمانہ میں اس عظیم منصب پر فائز ہوتے رہے۔ سب سے آخری نبی خاتم الرسل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے وجود سے وزارت عظمٰی کے منصب کو کمال حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ منصب صحابہ کرام کی طرف منتقل ہو گیا۔ صحابہ کرام کے بعد اس منصب کے انتقال کا سلسلہ امت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جاری ہے۔ وزیر اعظم درحقیقت نائب خداوندی ہے۔ جس کو خلیفہ کے مبارک نام سے متعارف کرایا گیا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے خلیفہ اور امت میں سے اس منصب پر فائز ہونے والے افراد کے لیے "قیوم" کی اصطلاح متعارف کرائی ہے اور قیوم کا معنی وہ انسان ہے جس کے مبارک وجود کے ساتھ کائنات کے وجود کو قیام ہو۔ اس لیے اس کو قیوم زمانہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں قیوم وجود کائنات ہوتا ہے جو کچھ بارگاہ رب العزت سے مخلوق کو دیا جاتا ہے۔ اسی قیوم کے واسطہ سے دیا جاتا ہے۔ گویا قیوم اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو تقسیم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

الجھن:۔

اس مرحلہ پر ایک بہت بڑی الجھن پیدا ہوتی ہے۔ وہ الجھن یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔ لیکن وزارت عظمٰی کے لحاظ سے دیگر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر واضح ہوتے ہیں۔ تو اس الجھن کو دور کرنے کے لیے ہمیں یہ جاننا لازم آتا ہے کہ انسان تخلیق اور درجات کے لحاظ سے تین طرح پر ہیں۔ جب تین انسانوں کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے تو پھر یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو منصب مخصوص ہے وہ منصب وزیراعظم سے بہت بڑا ہے۔ اعلیٰ ہے ارفع ہے بلکہ اس منصب میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے انسان کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ تین انسان کون کون سے ہیں۔

تین انسان درج ذیل ہیں۔

1- انسان اول:۔

انسان اول سے مراد وہ انسان ہے جو اجمال کائنات ہے۔ یعنی کائنات کا وجود انسان اول کی تفصیل ہے۔ اس بات کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کر سکتے ہیں کہ انسان اول ابوالکائنات ہے۔ جسے کائنات کے بنانے سے پہلے بنایا گیا تھا۔ پھر اس کے وجود سے کائنات کو پیدا کیا گیا تھا۔ اس کی مثال یوں ہے۔

جس طرح آدم علیہ السلام کو پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر ان کے وجود کے عکس کو حضرت حوا کا روپ دے دیا گیا تھا۔ اسی طرح انسانِ اول کے وجود کے ظل کو کائنات کا نام دے دیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام انسانِ اول کا عکس ہیں۔ اور حوا علیہا السلام جو حضرت آدم کے وجود کا عکس ہیں جو درحقیقت کائنات کے وجود کے قائم مقام ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست بغیر والدین کے کائنات کے تین دائروں سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور حضرت حوا علیہا السلام کا وجود جو کائنات کے وجود کا قائم مقام ہے۔ اس کے بطن کے اندر

Marfat.com

جو بچہ نمود پاتا ہے وہ بھی تین اندھیروں میں نمود پانے والا ہے۔ جس کی اصل بنیاد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کائنات کے تین دائروں سے پیدا کیا گیا تھا۔ لہذا ان کی اولاد کو بھی تین دائروں کے قائم مقام حضرت حوا کے بطن سے پیدا کیا گیا جو تین اندھیروں کا جامع ہے۔

انسان اول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے وجود عبد یعنی روح اور قالب کے جامع وجود کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بہت پہلے بنایا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وہ وجود اقدس ہے جو سب سے پہلے بنایا گیا تھا۔ پھر دیگر انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا گیا۔ پھر ان تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کے مشن کی تکمیل کے لیے معاونت فرمائیں گے۔ اس عہد کو "میثاق انبیاء" کہا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قالب کے اجزاء اللہ کی مجموعی صفات کے جلووں کا مجموعہ ونمونہ ہے۔ وہ تمام نوری وجودوں کا منبع ومصدر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت انسان اول کائنات کے وجود کی تدوین وتخلیق کے امور کے سربراہ ہیں۔ مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کی وہ شخصیت ہے جس نے پاکستان کی تخلیق کی تھی۔ جب ملک وجود میں آ گیا تو پھر اس ملک کے انتظام وانصرام کے نظام کو چلانے کے لے انتظامیہ اور انتظامیہ کے سربراہ کو بنایا گیا۔

جس طرح قائد اعظم ملک پاکستان کے خالق ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کائنات کے وجود کی تخلیق یا تدوین کرنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدونِ کائنات ہیں۔ جو وزارت عظمیٰ سے بہت بلند منصب ہے۔ یہی باعث ہے کہ زیر نظر کتاب کا نام۔

حضور بحیثیت وزیر اعظم کائنات تجویز کیا گیا ہے۔ حضور کو وزیر اعظم کائنات نہیں لکھا۔ اس لیے کہ وزارت عظمیٰ کا ایسا منصب ہے جس میں بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام شریک ہیں حضور کے لیے کوئی انفرادی اعزاز والی بات نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا تعلق تکوین کائنات سے ہے۔ یعنی کائنات کے وجود میں تصرفات کا نام معجزات ہے۔ تدوین کائنات کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج سے ہے۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے یکے بعد دیگرے تین سفر معراج ہیں۔ ہر سفر معراج کا تعلق کائنات کی تدوین سے ہے۔ یعنی کائنات کی عمارت کی تعمیر سے ہے۔ جو کئی لاکھوں کروڑوں سالوں میں بنائی گئی ہے۔ دو معراج حضور کی ولادت سے پہلے واقع ہوئے تھے اور ایک سفر معراج حضور کی ظاہری حیات واقع ہوا تھا۔ حضور کی مستور سیرت کا ایک دیگر پہلو بھی ہے۔

2-انسان دوم:۔

1- جس طرح انسان اول اجمالِ کائنات ہیں۔

2- اسی طرح انسان دوم خلاصہِ کائنات ہیں۔

3- جس طرح انسان اول ابوالکائنات ہیں۔

4- اسی طرح انسان دوم ابوالبشر ہیں۔

5- جس طرح انسان اول کا وجود اصل ہے۔

6- اسی طرح انسان دوم کا وجود ظلِ اصل ہے۔

7- جس طرح انسان اول ابوالکائنات ہے۔

8- اسی طرح انسان دوم ابنُ الکائنات ہے۔

9- جس طرح انسان اول کا قالب جلوہ صفات ثمانیہ کا مجموعہ ہے۔

10- اسی طرح انسان دوم کا قالب جلوہ صفات کا عکس ہے یعنی اربعہ عناصر کا مجموعہ ہے۔ یعنی اربعہ عناصر کی اصل اللہ تعالیٰ کی صفات کا جلوہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا کہ ملک کائنات کے حقیقی اور پہلے وزیراعظم ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور وراثت اس عظیم منصب کے

Marfat.com

وارث ہیں۔ جب کائنات کا دائرہ دوم تکمیل کے آخری مرحلہ پر پہنچا تھا۔ تو سب سے آخری شے جس کے بنانے کے ساتھ دائرہ کائنات مکمل ہو گیا تھا۔ وہ شے حضرت آدم علیہ السلام کا وجود تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا پھر تمام فرشتوں، فرشتوں کے سردار ابلیس کو ان کی اطاعت قبول کرانے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

یہ فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان میثاق طے پایا تھا۔ اور یہ دوسرا میثاق ہے۔ جو عرش عظیم پر طے پایا تھا۔ چونکہ وزارت عظمیٰ کی ذمہ داریوں کی تفصیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کتاب میں درج ہیں اس لیے ان کو بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

3-انسان سوم:۔

جس طرح انسان اول کا وجود اصل ہے اور انسان دوم کا وجود اس کا ظل ہے۔

اسی طرح انسان دوم کا وجود اصل ہے اور انسان سوم کا وجود اس کا ظل ہے۔

جس طرح انسان اول کا وجود ابو الکائنات ہے۔ اور انسان دوم کا وجود ابو البشر ہے۔

اسی طرح انسان سوم کا وجود ابو تراب ہے۔ اور اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

انسان اول کائنات کے دائرہ اول کا مرکزی نقطہ ہے۔ جس کی تخلیق دائرہ اول کے مرکزی مقام افق مبین پر ہوئی تھی۔

انسان دوم کائنات کے دائرہ دوم کا مرکزی نقطہ ہے۔ جس کی تخلیق دائرہ دوم کے مرکزی مقام عرش عظیم پر ہوئی۔

انسان سوم کائنات کے دائرہ سوم کا مرکزی نقطہ ہے جس کی ولادت دائرہ سوم کے مرکزی مقام بیت اللہ کے اندر ہوئی تھی۔ جو کرہ ارض کی ناف ہے۔

کائنات کے تینوں مقامات بیت اللہ، عرش عظیم اور افق مبین ایک سیدھ میں اس

Marfat.com

طرح واقع ہیں کہ اگر پتھر کو افقِ مبین پر سے نیچے کی طرف پھینکا جائے تو پہلے عرش پر پھر بیت اللہ پر آکر گرے گا۔

انسان سوم سے مراد اولاد آدم ہے اور اولاد آدم میں حضرت آدم تا محمد مصطفیٰ تمام انبیاء علیہم السلام والصلوۃ بھی شامل ہیں۔ لہذا اس بنیاد پر انسان سوم کو تینوں انسانوں کا جامع ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انسان سوم کا وجود حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کا چونکہ عکس ہے۔ اس لیے اس کے قالب کے عناصر حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کے چار عناصر کا عکس ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کے بارے میں جو الجھن پیدا ہوئی وہ یقیناً دور ہو چکی ہو گی تیسرا معاہدہ الست بربکم۔ بنی آدم سے طے پایا تھا۔ اب انسان کی حقیقت کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔

انسان کی حقیقت کیا ہے؟

قرآن کریم میں جس طرح کائنات کو ''کوکب'' قرار دیا ہے۔

(سورہ نور 24 آیت 35)

قرآن کریم میں اسی طرح انسان کو نجم قرار دیا ہے۔ (سورۃ نجم آیت 1)

کوکب اور نجم کی تخلیق کی غرض و غایت:۔

کارخانہ کائنات کی تخلیق کا مقصود منفعت انسان سازی کے تسلسل کو جاری رکھنا ہے۔

انسان کی تخلیق کا مقصود اللہ تعالیٰ کی پہچان کرنا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو احادیث میں تخلیقِ مخلوق کے بارے میں تفصیل سے درج ہے۔

1- حدیث کا مفہوم:۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی پہچان کرانا پسند فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا

Marfat.com

تا کہ وہ اسے پہچان لے۔

2- حدیث کا مفہوم:۔

اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے جس شے کو پیدا فرمایا وہ شے نبی پاک کا نور تھا۔ (طویل حدیث ہے)

مندرجہ بالا دو احادیث میں سے پہلی حدیث میں مخلوق کی تخلیق کی غرض و غایت کو بیان کیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں تخلیق کے آغاز کا ذکر ہے۔ کہ تخلیق کا آغاز کس طرح کیا گیا پھر اس نور کو تنہا کتنا عرصہ زیر تربیت رکھا۔ پھر اس نوری وجود کی روشنی سے جو کچھ ظہور میں آیا وہ حدیث میں درج ہے لیکن یہاں طوالت سے بچنے کی خاطر نہیں لکھا گیا۔

وضاحت:۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شے کو ''نور'' قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کریم میں نجم قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ نجم کا آغاز نجم سے کیا گیا ہے۔

تشریح: نور (نجم) ہی سب سے پہلی تخلیق ہے۔ جو معرفت الٰہی کا باعث ہے۔ جو معرفت کا باعث ہے وہی اس معروف (اللہ) کا نمائندہ ہے۔ نائب ہے۔ خلیفہ ہے۔ خلیفہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس کو نیچے لکھا جاتا ہے۔

خلیفہ کی تعریف:۔

نائب قائم مقام، احکامات کے اجراء اور دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے اسے شان حکومت عطا ہوتی ہے۔ اور باطنی قوتوں سے نوازا جاتا ہے وہ متصل بملائک، مشتمل بخلائق ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام موجودات کا نمونہ اور عالم روحانی اور عالم جسمانی کا مجموعہ بنایا۔

جن حقائق کی روشنی میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی تعریف اوپر بیان کی گئی وہ تعریف نجم کی خلافت کے لیے اگر موزوں نہیں ہے۔

Marfat.com

اس لیے کہ حضرت آدم علیہ اسلام کو اس وقت پیدا کیا گیا تھا۔ جب کائنات پوری طرح مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن نجم کی تخلیق کے وقت بلکہ طویل عرصہ بعد تک بھی کائنات کا وجود ظہور میں نہ لایا گیا تھا۔ حضرت آدم کی خلافت کا اعلان اس وقت ہوا جب کائنات میں ہر چیز موجود تھی تو حضرت آدم کو ان تمام اشیاء کا جامع اور نمونہ بنایا گیا تھا۔ لیکن نجم کی تخلیق سے پہلے صرف ذات باری تعالیٰ کا وجود اپنے کمالات اور اپنی صفات کے ساتھ تھا۔ لہذا ان حقائق کی روشنی میں جو تعریف ممکن ہوسکتی وہ یوں ہو گی۔

خلیفہ: نائب۔ قائم مقام، احکامات کے اجراء اور دیگر تصرفات میں اصل کا نائب اور اصل کا نمونہ ہے۔ اس کے تمام کمالات اور صفات کا جامع اور مظہر ہے۔ جن امور کو اصل نے انجام دیا انہی امور کے تسلسل کو جاری رکھنے والا ہے۔ تا کہ وہ موجودات جس کو ذات باری تعالیٰ کی معرفت' پہچان کرانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ان موجودات کو ظہور میں لانے کے لیے جملہ امور کی بجا آوری کرے۔ (مؤلف)

نجم کی خلافت کی مندرجہ بالا تعریف کی روشنی میں جب غور کیا جاتا ہے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

1- ذات خداوندی اصل ہے۔

2- نجم اصل کا نمونہ اور نمائندہ ہے۔

3- نجم اپنے اصل کے تمام کمالات اور صفات کا جامع اور مظہر ہے۔

4- وہ امور جن کو اصل نے جاری فرمایا۔ ان امور کے تسلسل کو جاری رکھنے والا ہے۔

5- جس مقصد کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔

مندرجہ بالا باتوں پر تفکر کیا جاتا ہے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے سب سے پہلے نجم کو پیدا فرما کر نجم کو اپنا خلیفہ اور نائب اور نمونہ بنایا نائب و نمونہ

Marfat.com

ہونے کے واسطہ سے نجم کی مثل بہت سے نجوم پیدا کرنے ہوں گے۔ اور یہی مشن نجم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا تھا۔ جب اس نقطہ پر فکر مرکوز ہوتی ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نجم کی تخلیق کس طرح کی گئی تھی۔ اس نکتہ اور راز سے انسان کس طرح آگاہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ راز ایسا راز ہے جو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا نجم اس راز سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس سوال اور فکر کا شافی جواب قرآن کی سورہ نجم میں پایا جاتا ہے۔ جس کی چند آیات کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔ نجم صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق کے بعد جب دراز عرصہ تک تربیت کے مراحل سے گزارا گیا تو اس کے بعد نجم صلی اللہ علیہ وسلم کو شوقِ وصلِ ذات نے ہمہ تن شوق بنا دیا تھا۔ جب نجم بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں تو ایسا حال ہوتا ہے کہ دوران سفر نظر منزل مقصود پر اور توجہ مقصود پر ایسی جمی ہوتی ہے کہ راہ میں صفات کی خوش رنگینوں سے اور خیالِ غیر سے بے نیاز ہو کر سفر طے کرتے ہیں۔ عجیب معاملہ ہے جب رخت سفر باندھ رہے تھے تو ہمہ تن شوق تھے۔ (اذا ھویٰ) پورا پیکرِ خواہش وصل بن چکا تھا۔ لیکن جب روبرو ذات ہوئے تو پورا پیکر خواہشات سے یکسر خالی تھا۔ (عن الھویٰ) یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیفیات کی قسمیں کھائی ہیں اور پوری موجودات میں ان کیفیات کا ڈھنڈورا دیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نجم کو نجم کی تخلیق کی معرفت سے آگاہ فرمایا تھا۔ (ان ھو الا وحی یوحی) یعنی اے محبوب! میں نے تجھے جس طرح پیدا کیا تھا۔ اور تو نے اسی طرح آئندہ اپنی مثل بنانے کے عمل کو جاری رکھنا ہے یہ پورا پروگرام دے دیا تھا۔ صرف پروگرام ہی نہیں دیا تھا اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی تعلیم و تربیت دے کر رخصت فرمایا تھا۔ (علمہ شدید القویٰ)

حسب پروگرام کائنات (کوکب) کو بنایا گیا پھر کوکب کے وجود سے حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کو پیدا کیا گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام ہوئے اور ابو البشر کہلائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری زندگی میں تشریف لائے اور اپنا مشن مکمل کر لیا تو فرمایا (اصحابیک النجوم)۔ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ گویا

Marfat.com

وہ مشن جو روز اول سے حضور کے سپرد کیا گیا تھا۔ حضور نے اس کی تکمیل کا آخری مرحلہ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں پورا کر دیا تھا اور وہ عمل قیامت تک جاری رہے گا۔

خلاصے

خلاصہ: اہل ایمان میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نجوم ہیں اور ان کی امتوں کے افراد مثل نجوم ہیں ہر بنی آدم کوکب ہے۔ جب تک اس کے سینہ میں ایمان کا چراغ روشن نہیں ہوتا وہ نجوم کی صف میں شامل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک ہی مشن ہے کہ وہ بنی آدم (کوکب) کو نجم بنا کر عالم آخرت میں جنت جانے کا اہل بتانے والے ہیں۔ اور اس مشن کو جاری رکھنے میں مصروف صرف وہ اپنی ظاہری زندگی تک محدود نہیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے وہ اپنی ظاہری زندگی سے عالم برزخ میں منتقل ہونے کے بعد بھی اسی مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں تا کہ مومنوں میں سے جو افراد اس کے قابل نہیں کہ فوری طور پر جنت میں داخل ہوسکیں ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ قیامت میں شفاعت کا نتیجہ یہی ہوگا۔ جونہی سفارش قبول ہو مومن مثل نجم بن جائے گا۔ جنت میں داخل ہونے کے لیے مثل نجم ہونا لازم واضح ہوتا ہے۔

نجم اور کوکب میں جو فرق پایا جاتا اس کو نیچے واضح کیا جاتا ہے۔

نجم: نجم وہ ستارہ جو خود روشن ہو اور دوسروں کو روشنی پہنچانے والا ہو۔

جیسے کہ قرآن کریم میں ہے۔

1- و علمت و بالنجم هم یهتدون۔ ترجمہ۔ اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں (سورۃ نحل 12 آیت 12)

2- وهو الذی جعل لکم النجوم لتهتدوا بهافی ظلمات البرو البحر.

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری میں ۔

نیز حدیث میں یوں ہے۔

Marfat.com

اصحابیک النجوم بایهم اهدیقهم و اقتهه یتهم. -ﷺ-

میرے اصحاب مثل نجوم ہیں ان سے روشنی حاصل کرو اور ان کے پیچھے پیچھے چلو۔ تا کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤ۔

کوکب: کوکب وہ ستارہ ہے جو خود روشن نہ ہو بلکہ کسی دوسرے وجود کی روشنی سے روشن ہونے والا ہو۔ جسے قرآن کریم میں ہے۔

کانها کوکب دری ان یوقد من شجرة مبرکة زیتونة .

کائنات ایک چمکتے ہوئے موتی کی طرح ہے۔ اور روغن زیتون کے جلنے سے روشن ہوتی ہے۔

(مولف)

حبیبی ﷺ. اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم
واھتدیتم .

مقصود تالیف

سیرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو منظر عام پر ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی 63 سالہ حیات کے گرد گردش کرتا ہے۔ چودہ سو سال سے اس پہلو پر اتنا کام ہوا ہے کہ اس کا شمار کرنا محال ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پہلو پوشیدہ ہیں ان پر کام کرنے کا اب وقت آ گیا ہے۔

وہ پہلو درج ذیل ہیں۔

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا دوسرا پہلو جو ''امرِ کُن'' سے لے کر کائنات کی تخلیق کے مراحل سے گزرنے کے بعد آپ کے ظہور قدسی تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔ اور سیرت کا یہ دور کئی لاکھوں کروروں سالوں کے طویل زمانہ پر محیط ہے۔

2- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا تیسرا پہلو وہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ہے۔ جس پر اہل جہاں کی عقلیں حیران ہیں۔ اور سفر معراج کے بعد دیگرے تین ہیں۔

3- چوتھا پہلو وہ ہے جو زیر نظر کتاب ''وزیر اعظم کائنات'' میں بیان ہو چکا ہے۔

4- پانچواں پہلو وہ ہے جس پر شائد کسی نے ابھی تک پوری یکسوئی سے قلم نہیں اٹھایا وہ پہلو ہے عالم برزخ کی سیرت کا پہلو۔

5- سیرت کا چھٹا پہلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا وہ دور ہے جو قیامت کے بعد ابدلآباد کے طویل ترین بلکہ نہ ختم ہونے والے دور پر محیط ہے۔

حبیبی کے قلم کو یہ شرف اور سعادت حاصل ہے کہ اب تک مندرجہ بالا پہلے تین

Marfat.com

پہلوؤں پر کام کر چکا ہے۔ اور درج ذیل تالیفات ان پہلوؤں پر مشتمل ہیں:

تالیفات:

1- استفسارات در اسرار حبیب حصہ اول ، کائنات کے دائرہ دوم کی تحقیق کے بارے میں ہے۔

2- استفسارات در اسرار حبیب حصہ دوم ، کائنات کے دائرہ اول کی تحقیق کے بارے میں ہے۔

3- استفسارات در اسرار حبیب حصہ سوم، کائنات کے دائرہ سوم کی تحقیق کے بارے میں ہے۔

4- حقائق سفر معراج، حضور کے یکے بعد دیگرے دو سفر معراج پر تحقیق [illegible]

5- سفر تخلیق (انسان، کائنات، آدم)، اس کتاب میں پہلی کتابوں کے خلاصے کے علاوہ مزید باتیں درج ہیں۔

6- چیلنج روح و قالب، روح اور قالب کے عناصر ترکیبی کیا کیا ہیں۔ اور کائنات کے اجزاء و عناصر ترکیبی کیا ہیں۔ اور ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے کیا تعلق ہے۔

7- وزیراعظم کائنات: اس کی تالیف کی غرض یہ ہے کہ وزارت عظمیٰ کا منصب تمام اولوا العزم انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ اس کا کیا خاصہ ہے۔

8- "سیرت حبیب قرآن کی ترتیب نزولی کے آئینہ میں ﷺ" اس منصوبہ پر کام شروع ہو چکا ہے یہ تالیف 23 جلدوں پر مشتمل ہوگی اور ہر جلد 354 دنوں کے حالات و واقعات پر منحصر ہوگی ۔اب تک دو ہزار صفحات مکمل ہو چکے ہیں۔

1- بالخصوص حضرت آدم علیہ السلام، 2- حضرت نوح علیہ السلام، 3- حضرت ابراہیم علیہ السلام، 4- داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام، 5- حضرت موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام،6- حضرت عیسیٰ علیہ السلام، 7- حضور علیہ جو اولوا العزم انبیاء میں زیادہ معروف ہیں۔

مندرجہ بالا انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے آثارِ تعلیم ابھی تک دنیا میں پائے جاتے ہیں لہٰذا بنی نوع آدم کو اور ان کے تمام سربراہان مملکت کو کائنات کے اس نظام سے متعارف کرانا مقصود ہے نیز پوری نوع انسانی کو مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر اس پوشید نظام حکومت الٰہیہ کی فکر کو منتقل کرنا مقصود ہے۔ حبیبی

....

Marfat.com

(یہ خط جناب خواجہ صاحب نے ''سیرت حبیب قرآن کریم کی ترتیب نزولی کے آئینہ میں'' کے مطالعہ کے بعد کتاب ہذا کے مولف کے نام رقم فرمایا)

خواجہ شمس الدین عظیمی

مرکزی مراقبہ

سیکٹر 4.C۔ سرجانی ٹاؤن کراچی 75850۔فون :6912786

14 نومبر 2002ء

محترم ومکرم گرامی قدر برادرِ عزیز فضل احمد حبیبی ثم عظیمی سلمہٗ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

مرسلہ محبت نامہ بدست میاں عرفان عمر عظیمی سلمہٗ نظر نواز ہوا۔شکریہ!

اللہ کے محبوب خالق کائنات کے امین۔ عالمین کیلئے رحمت' حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کے بے شمار گوشے ابھی ایسے ہیں جن کی پردہ کشائی کرنا' علمائے امت کی ذمہ داری ہے۔ اور انشاء اللہ یہ کام قیام قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ نے سیرت پاک کے جن گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے' وہ منفرد ہے۔ الحمد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعور بخشا ہے۔ آپ ضرور جہد مسلسل کریں۔ 23 سال کی حیاتِ مبارکہ کو الگ الگ 23 جلدوں میں مدوّن کرنا۔ نہایت اعلیٰ ذوق کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائیں۔

Marfat.com

مجھ فقیر مسکین کی خدمات حاضر ہیں۔ کتاب محمد رسول اللہ جلد اول۔ جلد دوم اور جلد سوم کے اقتباسات آپ اخذ کرنا چاہتے ہیں۔ میری اجازت کی ضرورت نہیں ہے یہ تو میرے لئے سعادت ہے۔ اور میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ اس سعادت کے حصول کا مرسلہ بنیں گے۔

بیٹے کی شادی اچھی ہوگئی۔ اللہ کا کرم ہوگیا۔ مبارکباد قبول فرمائیں۔ کل بروز جمعہ 10 نومبر 2002ء کو عمرے کے لئے اس دیوانے کے نام قرعہ نکل آیا ہے۔ دعا کریں کہ وہاں کے مکان میں مکین کا رخ زیبا کا عکس آنکھیں دیکھ لیں۔ اور مدینہ منورہ میں حضوری قلب نصیب ہو جائے۔

اللہ کا شکر ہے۔ میں خیریت سے ہوں آپ کی اور خاندان کے افراد کی خیریت کیلئے دعا گو ہوں۔ سب کو درجہ بدرجہ سلام دعا۔ پیاز۔

چوہدری نذیر احمد عظیمی صاحب سے ملاقات ہو تو سلام عرض کر دیں۔

دعا گو

خواجہ شمس الدین عظیمی کے دستخط

....

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باعث تالیف

1982ء سے پہلے کاروباری سلسلہ میں کئی بار کراچی آ چکا تھا نیز میرے بچوں کے ماموں، خالو اور دیگر عزیز و اقارب بھی کراچی میں رہائش رکھتے تھے ان سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی لیکن اکتوبر 1982ء میں طے شدہ پروگرام کے مطابق گجرات سے ترک سکونت کر کے کراچی چلا آیا تا کہ یہاں پر مستقل طور پر کاروبار کروں۔ اس خواہش کے ساتھ ایک اور آرزو بھی دل میں پنہاں تھی کہ کراچی جتنا بڑا شہر ہے اسی مناسبت سے یہاں کوئی قدر آور مرد خدا اللہ کا دوست ہو گا۔ ان سے ملاقات ہو جائے گی تا کہ وہ حقیقی زندگی عطا کر دے۔

1988ء کے آغاز میں گرامی قدر دوست جناب ایم آئی ارشد صاحب کی وساطت سے جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان دنوں ''روزنامہ جنگ'' کی ہر اتوار کی اشاعت میں خواجہ صاحب کا کالم ''روحانی ڈاک'' کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ جو بے حد مقبول تھا۔ جس کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ مجھے جس مرد خدا اور اللہ کے دوست کی تلاش ہے وہ یقیناً خواجہ صاحب ہیں۔ چنانچہ ان سے ملاقات کے لیے بے چین تھا۔ دوسری طرف جناب ایم آئی ارشد صاحب جو کہ کے۔ پی۔ ٹی (کراچی پورٹ ٹرسٹ) کے سابقہ چیئر مین تھے، وہ بڑے ہر دل عزیز اور سوشل ہونے کی وجہ سے کراچی شہر کی اکثر تقاریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے رونق افروز ہوتے تھے۔

جناب خواجہ صاحب نے اپنے مرکزی مراقبہ ہال واقع سرجانی ٹاؤن کا افتتاح کیا تو اس تقریب کے مہمان خصوصی بھی جناب ایم آئی ارشد صاحب ہی تھے۔ اس تقریب

Marfat.com

کی خبر اگلے روز ''روز نامہ جنگ'' میں شائع ہوئی تو مجھے جناب خواجہ صاحب سے ملاقات کا راستہ مل گیا۔ چنانچہ اسی وقت جناب ایم آئی ارشد صاحب سے فون پر رابطہ کر کے جناب خواجہ صاحب سے ملاقات کا عندیہ ظاہر کیا۔ انھوں نے بھی ادھار نہ رکھا تھوڑی دیر بعد ملاقات کا وقت لے کر مجھے وقت مقررہ پر دوسرے دن خواجہ صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچنے کا کہہ دیا۔

ملاقات کی خاطر جناب ایم آئی ارشد صاحب نے ڈیفنس کے علاقہ سے اور مجھے گلشن اقبال بلاک 6/c سے روانہ ہو کر نارتھ ناظم آباد نزد گولڈن گیٹ بلاک D میں جناب خواجہ صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچنا تھا۔

ملاقات کا وقت صبح 9 بجے تھا اس لیے مجھے اور ایم آئی ارشد صاحب کو مقررہ وقت پر پہنچنا تھا۔ خود اپنے بیٹے عرفان عمر کے ہمراہ وہاں پہنچا تو جناب ایم آئی ارشد صاحب پہلے پہنچ چکے تھے۔ خواجہ صاحب کا 1000 گز پر بنا ہوا خوبصورت بنگلہ ہے جس کا وسیع ڈرائنگ روم جو دبیز قالین اور بڑے آرام دہ صوفوں سے آراستہ تھا۔ جس میں ہمیں بٹھا دیا گیا تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد جناب خواجہ صاحب سفید شلوار قمیض کے سادہ سے لباس میں ملبوس تشریف لائے۔ جناب ارشد صاحب نے تعارف کرایا۔ گفتگو ہوتی رہی دوران گفتگو خواجہ صاحب نے مجھ سے پوچھ لیا آپ کیسے تشریف لائے۔ یہاں ایک بات بتاتا چلو جو بڑی قابل ذکر بھی ہے اور پوری توجہ بھی چاہتی ہے کہ گھر سے چلتے وقت یہ طے کر لیا تھا کہ اگر خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ کس مقصد کے لیے آپ آئے ہیں تو جواباً میرا جواب یہ ہوگا۔ ''سائل سے مسئول بہتر جانتا ہے۔''

مگر اس وقت یہ فقرہ مجھے بالکل بھول چکا تھا۔ جلدی میں عزیمت کا سوال کر دیا۔ جس پر خواجہ صاحب کا ردعمل ناخوشگوار تھا۔ لہذا جناب ارشد صاحب نے موضوع کو بدل کر حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات اور روحانی ڈائجسٹ کا ذکر شروع کر دیا۔ جس سے ماحول بہت اچھا ہو گیا۔ تو ہم نے رخصت چاہی تو وداع کرنے کے لیے خواجہ صاحب اپنی

Marfat.com

رہائش گاہ کے مین گیٹ تک باہر تشریف لائے۔

جب ہم اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تو خواجہ صاحب نے میرے کان میں کہا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ یوں کہہ دیتے کہ "سائل سے مسئول بہتر جانتا ہے۔" چونکہ جلدی تھی بات پر توجہ نہ دے سکا کہ خواجہ صاحب نے تو وہی بات یاد کرا دی جو گھر سے سوچ کر چلا تھا۔ اس وقت بات سمجھ میں آئی کہ خواجہ صاحب کا ردعمل ناخوشگوار کس وجہ سے تھا اور ان کا رویہ بجا تھا۔ چنانچہ جناب خواجہ صاحب سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ کر لیا۔ جس کے لیے انھوں نے پہلے ہی دوبارہ آنے کی دعوت دی تھی کہ جمعہ کے دن ہمارے ہاں دعوت پر آنا ہوگا۔

جمعہ کا دن آیا تو ہم دونوں باپ بیٹا ملاقات کے لیے جناب خواجہ صاحب کے در دولت پر حاضر تھے۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا اور تعلق میں آہستہ آہستہ گہرائی پیدا ہوتی گئی اور جناب خواجہ صاحب سے انس دن بدن پروان چڑھتا رہا۔

1993ء میں جناب خواجہ صاحب کا معمول تھا کہ ہر بدھ کی رات کو مرکزی مراقبہ ہال میں رونق افروز ہوتے تھے حسب معمول کسی بدھ کی رات خواجہ صاحب نے حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہ کے بارے میں بیان فرمایا کہ حضور قلندر بابا اولیاء کس طرح امور تکوینیہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ جب بیان مکمل کر چکے تو راقم الحروف نے دریافت کیا کہ جب حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہ اپنے دور میں امور تکوینیہ کے سربراہ تھے۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کائنات میں کیا مقام ہے تو فرمایا،

"وزیراعظم کائنات"

جناب خواجہ صاحب نے کچھ اس انداز میں بیان فرمایا کہ میری طرز فکر کو ہی بدل دیا۔ گویا انھوں نے میرے اندر کے خوابیدہ انسان کو بیدار کر دیا ہے۔ وزیر اعظم کائنات میں میری توجہ کچھ اس طرح مرکوز ہوئی کہ جی چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اس جہت سے متعارف کرایا جائے۔ جب اس طرف لکھنے کا ارادہ کیا تو یہ راہ بڑی

Marfat.com

کٹھن نکلی بہت سی مشکلات سامنے آئیں جنھوں نے اس کام کو روک دیا۔ ان میں سے چند کا ذکر نیچے کیا جاتا ہے، جو یہ ہیں۔

جب کسی کو وزیر اعظم کہا جاتا ہے تو اس کے لیے درج ذیل امور کا ہونا لازم ہے۔

1- ملک اور اس کا نام کیا ہے؟

2- ملک کا محل وقوع اور ہیت کیسی ہے؟

3- ملک کی تخلیق کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

4- ملک کا آئین کیا ہے جس کے تحت کاروبار حکومت رواں دواں ہے؟

اس کے علاوہ بہت سی دیگر باتیں بھی ہیں جن کا ذکر کتاب کے اندر موجودہ ہے۔ مذکور بالا امور سے راقم کامل طور پر لاعلم تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر سوچا کہ یہ کام میرے بس کا نہیں لیکن یہ آروز لیے زندگی کے سفر پر چلتا رہا ہے۔ کبھی کبھی کائنات کے بارے میں سوچ آ کر دبوچ لیتی۔ آہستہ آہستہ راستہ ملتا گیا۔ اور جو کچھ مطالعہ میں آتا اسے لکھتا گیا اور 2000ء تک کائنات کے موضوع پر میری کئی کتابیں شائع ہو گئی تھیں۔ جن میں کائنات کا نام، ہیئت ونقشہ اور آئین ملک کائنات نیز اس کی تخلیق کے اغراض و مقاوص حروف و الفاظ اور نقشوں کی صورت میں ضبط ہو چکا تھا۔ مگر مجھے احساس تک نہ ہوا کہ میری تحریروں کے سفر کی منزل "وزیر اعظم کائنات" ہے۔

2000ء میں مجھے اپنے ہی کتب خانہ میں سے ایک بوسیدہ کتاب مل گئی جس میں وزیر اعظم کائنات کے عنوان پر کافی مواد موجود پایا لیکن اس کتاب میں ان تمام باتوں کی کمی پائی گئی جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اس صورت حال میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کے پنہاں باب پر لکھنا میرے لیے آسان ہو گیا۔ اور دو سال کے قلیل وقت میں کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کائنات کے نظام کا حاکم ونگران ہے وہ اپنی صفت یوں بیان کرتا

Marfat.com

ہے۔

لا تاخذہ سنۃ و لانوم۔

یعنی اس کی ......وہ ذات ہے جو اونگھ اور نیند کی گرفت سے آزاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ دوست جن کے سپرد کائنات کے امور ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی اس صفت سے متصف فرما دیتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ جو اللہ کے محبوب ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

ماضل صاحبکم و ما غویٰ۔

یعنی حضور علیہ الصلوۃ جو امور کائنات کے سربراہ ہیں وہ کسی بھی لمحہ غافل نہیں ہوتے۔ جب اس نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے تو مرشد کریم حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ جن کی خدمت میں ۱۰ سال گزارے اتنے عرصہ میں ان کو اور مرادِ مراداں جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب مدظلہ تعالیٰ کے ساتھ آٹھ سال معیت کے دوراں ان کو کبھی غافل نہ پایا۔ اور ہمیشہ ان کو امور تکوینیہ کو سرانجام دینے میں مصروف پایا۔ ان کے ہم نشینوں پر کیوں نہ رشک آئے؟ وہ قابل رشک اس لیے ہیں کہ وہ ان بزرگ ہستیوں کے ظاہری اور باطنی دونوں کرداروں سے شناسا ہوتے ہیں۔ ظاہری کردار حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ اتباع ہے جو شرعی امور سے متعلق ہے اور باطنی کردار سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ اتباع ہے جس کا تعلق کائنات کے عظیم کارخانہ کے نظم ونسق چلانے سے ہے جس کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب میں یوں لکھتے ہیں۔

رشد و ہدایت کا معاملہ، اس کارخانہ عظیم کے مقابلے میں "جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔" گری پڑی چیز کی مانند ہے۔

مؤلف حبیبی

Marfat.com

علم لدنی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے خانوادہ الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلی تعالیٰ حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ سب جانتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ امی نبی تھے لیکن یہ آپ کی عظمت اور شان ہے کہ جس انسان نے کبھی پڑھا نہ ہو اور مدرسہ میں تعلیم حاصل نہ کی ہو، دستخط کرنا نہ جانتا ہو، اس معزز و محترم ہستی نے قرآن جیسی عظیم کتاب نوع انسانی کو عطا فرما دی۔

قرآن پاک میں ہمیں تین چیزیں ملتی ہیں۔

☆ شریعت

☆ تاریخ

☆ معاد

شریعت: شریعت اس امر سے متعلق قانون ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کیسے گزاریں۔ کاروبار کس طرح کریں۔ والدین اور بیوی بچوں کے حقوق کیسے ادا کریں۔ قوم اور ملک کے حقوق کیا ہیں۔ مسلمانوں کی معاشرت کیسی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا پورا قانون بیان کیا ہے۔

تاریخ: قرآن پاک کا ایک حصہ تاریخ ہے۔ جتنے بھی پیغمبر علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لائے ان کی اقوام اور ادوار کا تذکرہ اس میں شامل ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ

Marfat.com

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادوگر کا تذکرہ

☆ حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ

☆ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں خواب کی زندگی کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں زمان و مکان سے آزاد Timelessness (لازمانیت) کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ

☆ حضرت عزیز علیہ السلام کا واقعہ

☆ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں Preservationاور Refrigeration کا مکمل قانون اور فارمولا

میرا دل چاہتا ہے کہ قرآن پاک میں تاریخی اعتبار سے جو واقعات اور قصص ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انہیں ایک جگہ جمع کر دیا جائے اس فقیر کو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اللہ کرے میں عاجز بندہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں۔

معاد:۔ قرآن پاک کا تیسرا حصہ معاد سے متعلق ہے۔

☆ انسان اس دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا۔

☆ اس دنیا میں میں کس طرح اور کیوں آیا۔

☆ ہر پیدا ہونے والا انسان اس دنیا سے کہاں چلا جاتا ہے۔

اس cycle کے بہت سے ادوار ہیں۔ اگر اس کا مختصراً تذکرہ کیا جائے تو ترتیب یہ بنتی ہے۔ انسان عالم ارواح میں تھا۔

عالم ارواح کے بعد کتاب المبین میں

کتاب المبین کے بعد لوح محفوظ میں

لوح محفوظ کے بعد بیت المعمور میں

Marfat.com

بیت المعمور کے بعد عالم برزخ میں

اور عالم برزخ کے بعد وہ عالم ناسوت میں آ گیا۔

عالم ناسوت سے عالم اعراف میں

عالم اعراف سے نفخ صور میں

نفخ صور سے عالم حشر ونشر

عالم حشر ونشر سے یوم میزان میں (یوم الحساب)

یوم الحساب سے جنت یا دوزخ میں

اور

پھر ابد اور ابدالا باد میں منتقل ہو گیا۔

یہ ساری باتیں اللہ نے قرآن پاک میں اور حضور ﷺ نے اپنی احادیث میں بہت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ یہ سارے حقائق ابھی تک امت مسلمہ اور نوع انسانی کے سامنے نہیں آئے۔

اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف یہ باتیں نہیں جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وارث علماء باطن، اولیاء اللہ یہ سب باتیں جانتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے مجھے علم کے دو لفظ ملے۔ ایک لفظ میں نے ظاہر کر دیا اور ایک لفظ میں نے چھپا لیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا!

کہ علم بھی کوئی چھپانے کی چیز ہے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اگر میں نے یہ لفظ بیان کر دیا تو لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔

☆ انھوں نے یہ علم اس لیے چھپایا کہ عام لوگوں کا شعور اس علم کا متحمل نہیں ہو

Marfat.com

سکتا تھا۔

چودہ سو سال کے بعد نوع انسانی کے شعور میں اتنا ارتقاء ہو گیا ہے اور انسان کا ذہن اب وہ چیزیں سمجھنے لگا ہے جو وہ چودہ سو سال پہلے نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، کیمرہ، کمپیوٹر، لاسلکی نظام مواصلات، سٹیلائٹ نظام کے ذریعے زمین کے اندر اور آسمانوں کی وسعت میں دیکھ لینا وغیرہ وغیرہ۔ اگر صرف 150 سال قبل لوگوں سے یہ کہا جاتا کہ ریڈیو بجتا ہے، ٹی وی پر تصویریں آتی ہیں، ڈش انٹینا کا نظام ہوتا ہے اور ان چینلز پر ساری دنیا کے پروگرام دیکھے جا سکتے ہیں اور یہ کہ کراچی سے امریکہ بات کی جا سکتی ہے اور امریکہ سے پاکستان بات کی جا سکتی ہے بلکہ ٹیلی فون کے ساتھ تصویر بھی سکرین پر آ جاتی ہے تو کوئی یقین نہ کرتا چونکہ علم محدود تھا اس لیے انسانی شعور بھی محدود تھا۔

انسانی شعور محدود ہونے کی بناء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک لفظ جو انسانی شعور کے مطابق ہے وہ ظاہر کر دیا اور جو لفظ انسانی شعور کی سکت سے باہر ہے وہ میں نے چھپا لیا۔ آج چودہ سو سال بعد انسانی شعور میں اتنی سکت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کسی بات کی دلیل اور حکمت کے ساتھ بیان کی جائے تو وہ بات انسان کی سمجھ میں آ جاتی ہے۔

اقتباس از ''اللہ کے محبوب''
تالیف خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ تعالیٰ

Marfat.com

حکیم محمد سعید

Karachi Clinic 215906. Office 616001-5, Residence 410612
Tele: 24529 HMD PK.fax 611755
Lahore Clinice. 53619
Rawalpindi Clinic 564338. Res.581250
Hydribad Clinic. 618666

HAKIM MOHMMED SAID
HAMDARD FOUNDATION PAKISTAN
NAZIMABAD. KARACHI.74600
(PAKISTAN)

حوالہ نمبر: ذ/ت/۹۶/۱۱۳۲

کراچی: ۶۔رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

۱۸۔نومبر ۱۹۹۶ء

محترم جناب میاں فضل احمد حبیبی صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہ!

آپ کی تصنیف، استفسارات در اسرار حبیب کا مطالعہ کیا آپ نے جن دقائق و معارف کی وضاحت کی ہے اس سے آپ کے مطالعہ کائنات و انسان کا ایک نیا رخ سامنے آیا ہے۔

آپ نے حقائق کے جن پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے اور جس انداز میں کی ہے۔آپ کی یہ کوشش قابل تحسین ہے۔

آپ کی کتاب میں نے بیت الحکمہ کو بھجوا دی ہے۔آپ کا شکر گزار ہوں۔

والسلام

آپ کا مخلص

(حکیم محمد سعید)

Marfat.com

Mr. I.A.Khan

Islamic Judge

32 Grange Park Road

Leyton,London E 105 EP

Telephone: 081-5588726

Date________ تقریظ Ref__________

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و رؤف الرحیم

بعد حمد وصلوۃ حضرت والامحترم جناب میاں فضل احمد حبیبی کی کتاب بے مثال۔ ''استفسارات دراسرار حبیب'' خود میاں صاحب نے مجھے پیش کی میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے چند دن اس کتاب کو بالکل ہی نہ دیکھ سکا اور اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اپنے غیر مصروف وقت میں قسط وار اس کتاب کا مطالعہ کروں گا۔ یہ میرا ذہنی اور قلبی ارادہ تھا۔ مگر جب ایک فرصت کے دن اس کتاب کو مطالعہ کی غرض سے اٹھایا اور کھولا اور چند سطریں ہی مطالعہ کیں تو اس کتاب کے الفاظ کی چمک میرے ذہن و دماغ میں ہوتی ہوئی دل تک پہنچی اور میں سمجھ گیا کہ یہ کتاب نہیں بلکہ کسی عظیم شخصیت کی کرامت ہے۔ ایسی کتاب میری نظر سے اس سے پہلے کبھی نہیں گزری اور شائد نہ اس کے بعد۔ جو تسلسل روانگی ہدایت اس میں پائی۔ وہ دلچسپی اور کشش کے لیے لاجواب تحفہ ہے۔ میں اپنی عادت کے مطابق ہر چیز کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتا اور پڑھتا ہوں اسی وجہ سے میں نے کبھی کسی چیز کو یا کسی مضمون کو اچٹتی نظر سے نہیں پڑھا۔ میں نے بہت سے کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن

Marfat.com

جس کتاب پر میری تنقید ہوئی وہ آخری دم تک تنقید ہی رہی۔ مگر اس کتاب کی میں نے یہ شان دیکھی کہ جس سطر پر یا جس عبارت پر میرا تنقیدی سوال واقع ہوا۔ تو فوراً اگلی ہی عبارت میں اس کتاب نے مجھے شافی اور وافی جواب عطا فرما دیا اور میری تسلی ہوگئی۔ اس کے علاوہ ابھی تک میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ اس کو شریعت کی کتاب کہوں یا طریقت کی حقیقت کے موتی کہوں یا معرفت کے جواہر۔ میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ کتاب بحر بیکراں ان چاروں بنیادی علوم کا ذخیرہ کثیر ہے اور ہر علم کا ماہر اس کتاب سے کثیر فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ میرے تاثرات کے مطابق ہر قسم کا مزاج رکھنے والا اس سے مستفیض و مستفید ہو گا۔ اس عظیم کتاب میں عظیم مصنف کا علمی نقشہ بھرپور انداز میں موجود ہے بلکہ میں تو اس کہنے میں بھی غالباً حق بجانب ہوں کہ مضامین کتاب القائے ربانی کی منت ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کے کئی مقامات پر مصنف کی نظر ثانی میں آ کر خود مصنف ہی کو متحیر کر دے کیونکہ اس کتاب کے مطالعہ سے خاص طور پر جو ایک بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ مولا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کتاب کا شرعی اور روحانی فیض حاصل کرنے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔ قارئین حضرات تو اس کتاب کو شائد ایک کتاب کا ہی نام دیں۔ مگر میرا دل اور ذہن و عقل اس بات پر اصرار کر رہا ہے کہ یہ صرف کتاب ہی نہیں بلکہ ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم گلدستہ روح پرور ہے۔

اس کتاب کی یہ خصوصی شان ہے کہ ہر پڑھنے والے کو اس انداز میں بھی نظر آئے گی کہ اس کے مصنف کو رب تعالیٰ نے سمندر قرآن مجید سے نعت مصطفیٰ کے موتی نکالنے کے لیے منتخب کیا ہے اور اس انداز میں ثنا خوانی کی گئی ہے کہ اگر کوئی منکر اس نعت کا انکار کرنے کی کوشش بھی کرے تو نہیں کر سکتا اور اس منکر کا دل پکار کر کہے گا کہ تیرا انکار بالکل غلط ہے۔

Marfat.com

بحمدہ نصلی علی سولہ الکریم،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 17/2 سی پی آئی سی ایچ سوسائٹی

محمد مسعود احمد
کراچی (سندھ) کوڈ نمبر 75400
فون: 455 2468

مکرمی زید عنایۃ

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کے چار کرم نامے تشریف لائے، علمی مصروفیات کی وجہ سے بغور مطالعہ کی نوبت نہیں آئی۔ آپ کا فون آیا کرم بالا کرم کا ممنون ہوں۔ ایڈیٹر کے نام خط پڑھا ''حلول'' والی ت سمجھ میں نہ آئی۔ مجددی ہو کر ایسی بات لکھنا حیران کن ہے۔ فقیر کو گوشہ میں ہی رہنے یں تو اچھا ہے۔ آپ کے مخلصانہ جذبات و خیالات کا ممنون ہوں۔

تنزلات کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ کی کوئی تفصیلی تحریر نظر ے نہیں گزری۔ ابن عربی کی اس کتاب جس میں یہ مسئلہ علم میں نہیں۔ مفتی اقتدار خان احب کا تبصرہ جاندار ہے وہ نافذ ہیں ان کی تنقید سے اقبال بھی نہیں بچے۔ آپ محفوظ ہی رہے بلکہ محبوب بن گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب میں فرمایا کہ رشد و ہدایت کا حاملہ اس کارخانہ عظیم کے مقابلے میں، جو میرے سپرد کیا گیا۔ تتے گری پڑی چیز کی مانند ہے۔ فقیر رشد و ہدایت میں مصروف ہیں اور اس کارخانہ عظیم میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ یہ ہمت بلند مبارک ہو!

فقیر یکم مئی تک لاہور پہنچے گا۔ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کرنی ہے۔ مندرجہ ذیل فون نمبر لیاقت علی خان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

مکان ۔فون: 6374837 فون دوکان: 7354303

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ احباب و اہل خانہ کو سلام کہ دیں۔ فقد و السلام

احقر محمد مسعود احمد

Marfat.com

حکیم محمد سعید

Karachi Clinic 215906. Office 616001-5, Residence 410612
Tele: 24529 HMD PK.fax 611755
Lahore Clinice. 53619
Rawalpindi Clinic 564338. Res.581250
Hydribad Clinic. 618666

HAKIM MOHMMED SAID
HAMDARD FOUNDATION PAKISTAN
NAZIMABAD. KARACHI.74600
(PAKISTAN)

جناب محترم حبیبی صاحب حوالہ دات ۹۸

اسلام علیکم و رحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہ! کراچی۔۱۸۔جولائی ۹۸

علم کی اشاعت، فکر کی وسعت اور دانش کی حفاظت کسی قوم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے اس لیے وہ اصحاب جو اس خدمت میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے علم و فکر کو ملک و ملت کیلئے عام کرتے ہیں ہمارے لیے نہایت قابل احترام اور لائق ستائش ہیں۔

میں نے برصغیر کے ان اہل فکر و نظر اور صاحبان تصنیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں مجھے یقین و اطمینان ہے کہ انھوں نے برصغیر میں انقلاب فکر پیدا کیا ہے اور تعمیر و تہذیب اذہان میں ناقابل فراموش اور موثر و مثبت حصہ لیا ہے اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے۔ میں ممنون ہوں کہ آپ ازراہ لطف و کرم اپنے گراں قدر تصانیف وقتاً فوقتاً مجھے ہدیۃً بھجواتے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ مگر میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی کم سے کم ایک تصنیف کا اصل مسودہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ برصغیر میں اہل فکر و قلم کی تحریرات کو محفوظ کرنے کا تخیل صرف اس حد تک ہے کہ قومی اور سیاسی رہنماؤں کے بارے میں اس قسم کا انتظام کیا جاتا ہے ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سیاسی رہنما سے زیادہ اہمیت کی حامل وہ شخصیات ہیں کہ جو افکار کو جنم دیتی ہیں اور علم و عمل کی راہوں کو ہموار کرتی ہیں۔

Marfat.com

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایسی تمام تحریرات کو جمع کر کے ان کو محفوظ کر دینے کا انتظام کر دوں۔ بلاشبہ یہ تحریرات آج بھی قیمتی ہیں اور آج سے پچاس اور سو سال بعد ان کی قیمت و قدر کئی گنا زیادہ ہو گی کہ ان کو ایک اثاثہ و ملی کی حیثیت حاصل ہو گی۔ پچاس اور سو سال بعد شائد ہم تو اس دنیا میں موجود نہیں ہوں مگر میں فکر ونظر کے لیے آنے والی ملت کے لیے یہ تاریخی سرمایہ محفوظ کر جاؤں گا کہ جو متعدد اعتبارات سے موضوع فکر بن سکتا ہے۔

میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کم سے کم اپنی کسی ایک تصنیف کا مکمل مسودہ اصل حالت میں (یعنی جس حال میں کہ کتابت یا طباعت کے لیے دیا گیا تھا) مجھے عطا فرما دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے مجلد کرا کے بیت الحکمہ کے شعبہ مسودات مصنفین میں محفوظ کر دوں۔ آپ کے اس تعاون و عطا سے مجھے ملی خدمت کا موقع مل جائے گا اور میں ہدیہ تشکر و تعاون بھی آپ کو پیش کر کے مطمئن ہوں گا۔

میری ایک اور درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے حالات (بایو ڈیٹا، حیات نامہ) سے بھی مطلع فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تا کہ میں اس مسودہ کے ساتھ اسے بھی محفوظ کر سکوں۔

احترامات فائقہ کے ساتھ

آپ کا مخلص

(حکیم محمد سعید)

....

Marfat.com

ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری

ایم اے اردو۔ ایم اے فارسی۔ ایم اے عربی
پی ایچ ڈی اردو۔ پی ایچ ڈی عربی
نیو فرنیچر مارکیٹ گجرات

Ref__________ Date.19-1-1999

محترم جناب میاں فضل احمد حبیبی صاحب ایک اچھے تاجر کی حیثیت سے معروف و مشہور شخصیت ہیں لیکن تصنیف و تالیف کے میدان میں نووارد ہونے کے باوجود ان کے قلم میں وہ قدرت اور ندرت پائی جاتی ہے کہ اس سے ظہور میں آنے والی عبارتیں دانشوروں کے لیے ایک حیرت کدہ سے کم نہیں ہیں اس لیے کہ یہ زیر نظر رسالہ جو حقائق سفر معراج پر مرتب کیا گیا ہے موصوف کی تصنیف استفسارات در اسرار حبیب کی تحریروں کی ایک جھلک ہے جس کے مطالعہ کے بعد یقیناً آپ بھی اسی فیصلہ پر پہنچ جائیں گے جس کا اظہار بندہ نے اوپر کیا ہے نیز ان تحریروں میں کمال کی خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ شریعت کے قالب میں پوری اترتی ہیں اور یہ خوبی ہی موصوف کو علم الکلام کے دیگر ماہرین سے صرف ممتاز ہی نہیں کرتی بلکہ ایک جداگانہ مقام بھی عطا کرتی ہے اس کے علاوہ مذکورہ بالا تصنیف میں قرآن کی تفسیر کے چند پہلو ایسے بیان کیے گئے ہیں جو تفسیر کی تاریخ میں پہلی بار سامنے آئے ہیں جن کا مختصر تعارف نیچے لکھا جاتا ہے جو یہ ہے۔

1- قرآن حکیم کی تفسیر کا ایک پہلو دستور حیات ہے۔

پہلا پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم ایک ایسا مفصل معاہدہ تجارت ہے جو تیس حصوں پر مشتمل ہے وہ ایک کتاب کی صورت میں ہے اس معاہدہ کی رو سے اللہ تعالیٰ اپنی جنت

Marfat.com

کے عوض مومنوں سے ان کی جانیں اور اموال خرید لیتا ہے نیز اس خرید و فروخت کی تمام شرائط اور ضوابط بلکہ چھوٹی سے چھوٹی شق تک اس میں درج ہے چونکہ جنت کی قیمت اللہ تعالیٰ اس جہاں میں لے لیتا ہے اور جنت کو عالم آخرت میں دینے کا وعدہ کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی جنت کے خریداروں کو یقین دلاتا ہے کہ جو اس معاہدہ میں وعدے کے گئے ہیں بلاشک وشبہ وہ پورے کیے جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ کے نمائندہ یعنی رسول ہیں اس معاہدہ کو پیش کرنے والے ہیں اور تفسیر کا یہ پہلو دستور حیات ہے۔

2- قرآن حکیم کی تفسیر کا دوسر پہلو آئین ملک ارضی ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس میں ملک ارضی کا آئین درج ہے چنانچہ اس وقت دنیا میں جتنے ملک ہیں ان کے آئین کا اصل ماخذ قرآن ہی ہے جن کو لوگوں نے اپنی ضرورتوں کے تحت تبدیل کر لیا ہے۔

3- قرآن کریم کی تفسیر کا تیسرا پہلو ملک کائنات کا آئین ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس میں ملک کائنات کا آئین درج ہے اور اس آئین میں کائنات کے بارے میں تمام معلومات شامل ہیں ان میں سے چند ایک نیچے درج کی جاتی ہیں۔

1- ملک کائنات کی تخلیق کی غرض و غایت کیا ہے؟ 2- ہیئت کیسی ہے یعنی اس ملک کا نقشہ کیسا ہے؟ 3- ملک کا نام کیا ہے، 4- ملک کا محل وقوع کیا ہے، 5- دارالخلافہ کہاں ہے۔ 5- ارکان سلطنت اور کارکنان سلطنت کون کون سے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ موصوف کائنات کی تخلیق کی غرض و غایت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔ ملک کائنات جو تین دائروں پر مشتمل ایک عظیم مملکت ہے دوسرے معنوں میں یہ عظیم کارخانہ ہے اور کارخانہ کو وجود میں لانے کا منشا یہ ہے کہ یہ کارخانہ صنعت انسان سازی کرنے میں مصروف رہے اس لیے کائنات کے تمام تر وسائل اسی مقصد کے لیے وقف ہیں نیز ارکان سلطنت اور کارکنان سلطنت ہمہ وقت انسان کی پیداوار (پروڈکشن) میں مصروف

Marfat.com

ہیں اور ایسے مصروف ہیں کہ ایک لمحہ کی بھی غفلت قریب نہیں آنے پاتی نیز وہ انسان جس کی تخلیق کی خاطر پوری کائنات اور ارکان سلطنت و کارکنان ہمہ وقت مصروف ہیں اس انساں کی تخلیق کا منشا عبادت الٰہی ہے موصوف زیر نظر رسالہ "حقائق سفر معراج" میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کی روشنی میں دنی اور او ادنی کے درمیان فرق نیز تخلیق کے لحاظ سے انسان تین قسموں پر ہیں جس شرح و بسط سے بیان کرتے ہیں یہ بات اس کی واضح دلیل ہے کہ مصو ف مشاہدات کی دولت سے سرفراز ہیں اس لیے کہ علوم کو مشاہدات ہی جنم دیتے ہیں پھر وہ علوم دوسروں کے لیے روشنی اور واسطہ ہیں جو مشاہدہ تک رسائی کا باعث ہیں نیز موصوف ایک اور دعوی بھی کرتے ہیں کہ کتاب استفسارات در اسرار حبیب میں ایسی بنیادیں واضح ہو چکی جن کو اکٹھا کرنے سے ایک ایسا میزان یا قالب وجود میں آ جائے گا جو قرآن کریم کی تفاسیر کی صحت کو پرکھنے کے لیے کسوٹی کا کام دے سکتا ہے لہذا سکالرز اور محققین بالخصوص مفسرین اور علماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس طرف اپنی پوری توجہ دیں تاکہ اس دعوی کی حقیقت سامنے آ سکے۔

احمد حسین قریشی قلعہ داری

....

Marfat.com

قاضی محمد حمید فضلی

مدیراعلیٰ ماہنامہ ''فیض'' شیر گڑھ مدیر: فضلی ضلع مانسہرہ پاکستان

Ref__________ Date.8-10-99

کچھ عرصہ پہلے کتاب ''استفسارات در اسرار حبیب'' کے مطالعہ نے کتاب کے مصنف سے ملاقات کی آرزو سے روشناس کرایا بالآخر مطلوب موصوف سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہو گیا یہ حسن اتفاق ہے کہ چند دن شہر گجرات میں مجھے قیام کرنا پڑا اسی قیام کے دوران موصوف مصنف کی طویل ملاقاتوں میں ان کی زیر تالیف کتاب ''سفر تخلیق'' کے مسودہ کے اقتباسات کے سننے کا موقعہ ملا جن میں حضور ﷺ کے روح انور کی تخلیق سے لے کر حضور ﷺ کے جسم اطہر کی ولادت تک کے تمام مراحل کا حال بیان کیا گیا ہے جو حضور ﷺ کی سیرت کا ایک ایسا نیا پہلو ہے جس میں قرآن کریم کے معارف اور کائنات کے حقائق آپس میں اس طرح منطبق پائے جاتے ہیں گویا وہ دونوں ایک دوسرے کا آئینہ ہیں یا ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرنے والے ہیں جس سے قلبی اطمینان از خود حاصل ہو جاتا ہے نیز انسان اپنی حقیقت سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح کائنات اور قرآن کا خلاصہ اور مظہر ہے۔

سیرت کے اس پہلو میں گویا حضور ﷺ کے سفر نزول کا حال بیان کیا گیا ہے جس میں تخلیق کائنات کے رموز و اسرار کا ایک جہان سامنے آ جاتا ہے جن کے سننے کے بعد میرا قلم اس بات کو لکھنے پر مجبور ہے کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبھا الف الف تحیۃ کا ادراک اپنی مختلف کیفیات کے تحت خیار امت پر ہوتا ہے جس کا اظہار کبھی ابن عربی فرما رہے ہوتے ہیں اور کبھی حضرت مجدد الف ثانی سرہند علیہما الرحمۃ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ

Marfat.com

جس کے متعلق کسی بھی تعریف و توصیف کرنے والے کے بارے میں ہے کہ وہ۔

لایدرک الواصف المطری خصائصه وان لک سابقاً فی کل ما وصفا

ترجمہ: تیری تعریف میں مبالغے والا سب سے

سبقت میں بھی تیری ادراک خصوصیت سے ہے عاری

کا مصداق...... ہوتے ہیں یہ عاجز اپنی جملہ ناتوانیوں کے باوصف اس بات کے کہنے میں کچھ باک نہیں محسوس کرتا ہے کہ حضرت میاں فضل احمد حبیبی دام مجدہ (جو خود کو ابن فقیر فرماتے ہیں) کے حقیقت محمد یہ کے ادراکات حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ایک عظیم گوشہ کی نقاب کشائی فرما رہے ہیں جو شاہد ہے کہ صاحب ذوق و حال ان کے اس کیف کو اپنے مشاہدہ کی آنکھ سے ایک بلند ترین اور عظیم ترین تحقیق پائیں گے کہ خود اس عاجز کا حال و کیف یہ ہے کہ:

لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد ز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: ثناء کا حق نہ ادا ہو سکا ہے تیرا کبھی

خدا کے بعد بڑائی تجھے ہیں کہتے سبھی

قاضی محمد حمید فضلی

....

Marfat.com

کائنات کا تعارف

کائنات بحیثیت ملک ہمارے ملک پاکستان کی طرح ایک ملک ہے۔ جس طرح ہمارے ملک کے کئی صوبے ہیں۔ ملک پاکستان کا آئین ہے۔ اسی طرح ملک کائنات کے بھی صوبے اور آئین ہے۔ لہٰذا پاکستان کے آئین میں درج بنیادی امور میں سے چند کو لکھا جاتا ہے۔ تاکہ کائنات کے آئین کو جاننے میں آسانی ہو جائے۔

آئین پاکستان کی چند بنیادی باتیں درج ذیل ہیں:۔

1- ملک کا نقشہ (ہیئت)

2- ملک کا نام (اسلامی جمہوریہ پاکستان)

3- ملک کا حدود اربعہ درج ذیل ہے۔

شمال	:	کشمیر
شمال مغرب	:	افغانستان
مغرب	:	ایران
جنوب	:	بحیرہ عرب
مشرق	:	ہندوستان

4- ملک پاکستان کو معرض وجود میں لانے کا پس منظر:۔

انگریز کی سوسالہ حکومت سے آزادی اور ہندوؤں کی اقتصادی بالادستی سے نجات نیز مذہبی تعصب سے خلاصی حاصل کرنا تھی۔

5- ملک کو معرض وجود میں لانے کے اغراض و مقاصد:۔

ملک پاکستان کی حدود کے اندر ملک کو چلانے کے لیے اسلامی آئین اور رعایا کی فلاح

Marfat.com

و بہبود کے لیے شریعت کے قانون کا نفاذ تھے۔

6- ملک کی انتظامیہ کے ارکان یا عہدیداران سے متعلق امور۔

i: صدر پاکستان کا مسلمان ہونا۔ 55 سال سے زائد عمر کا ہونا۔ مرد ہونا۔ نیز اس کو اپنی منصب کی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے صدارتی محل ہو۔

ii: وزیراعظم بحیثیت مشیرِ صدر اور بحیثیت سربراہ انتظامیہ مامور ہوں۔

ملک کے داخلی و خارجی امور کو سرانجام دینے کے اغراض و مقاصد صرف وہی ہوں جن مقاصد کے لیے ملک کو حاصل کیا گیا اور بنایا گیا ہے۔ ہر عہدیدار اپنے عہدہ کے اختیار سنبھالتے وقت پاکیزہ دستاویز یعنی آئین پر حلف وفاداری دینے کا پابند ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے ملکی آئین کے مطابق اپنے متعین فرائض ادا کرے گا۔ بصورت دیگر وہ ملک کے غدار کی حیثیت سے سزا کا مستوجب ہوگا۔

جس طرح ملک پاکستان اپنا آئین رکھتا ہے۔ صدر اور وزیراعظم ہیں۔ صوبوں کے گورنرز اور مرکزی نیز صوبائی وزراء ہیں۔ اس طرح کائنات بھی ایک ملک ہے۔ جو وہ سب کچھ رکھتا ہے جو دنیا کا ہر ملک رکھتا ہے بلکہ دنیا کا ہر ملک بصورت جسم ہے اور وہ جہاں روح کی مانند ہے۔

جیسے۔

1- ملک کائنات کا آئین (قرآن) ہے۔

2- نقشہ = کائنات کی ہیئت دائروں کی صورت میں ہے

3- نام (کوکب)

4- حدود اربعہ ہے
(چاروں طرف کھلی فضا ہے۔ جس میں کائنات معلق ہے)

5- پس منظر (نیچے درج ہے)

6- اغراض و مقاصد (نیچے درج)

7- ملک کی انتظامیہ کے عہدیدار۔ صدر، وزیراعظم، گورنر، مرکزی و صوبائی وزراء اور تمام

Marfat.com

متعلقہ محکموں کے ارکان وغیرہ۔

چنانچہ زیرقلم کتاب ''وزیراعظمِ کائنات'' کی انتظامیہ کے مناصب (عہدوں) کا تعارف کراتا ہے۔ تاکہ اہل علم و ذوق آسانی سے جان لیں۔ کہ کائنات کی تخلیق کا پس منظر کیا ہے۔ اس کی تخلیق کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انتظامیہ کس طرح اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہی ہے۔

(نوٹ): زیرقلم کتاب میں جن عہدیداروں کے عہدوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف دی گئی ہے۔ وہ ہرگز ان کے شایان شان نہیں۔ لیکن ایسا بامر مجبوری کرنا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی کا ملتجی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسی نازیبا جرأت اور جسارت کو معارف فرمائے۔

مجبوری یہ ہے کہ کائنات کے معاملات ہماری نظروں سے اوجھل اور عقل کی رسائی سے بلند ہیں ان کو عام فہم بنانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ تاکہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت کو جان کر اس کی طرف پہلے سے زیادہ رجوع کرنے والے بن جائیں۔ نیز اس کے رسول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ملک کائنات میں کس منصب پر فائز کر رکھا ہے۔ اور حضور اس ملک کو کس طرح چلا رہے ہیں۔

تعارف

کائنات کا ملک تین صوبوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ تین صوبے ایسی وسیع فضا میں اوپر سے نیچے تک واقع اور معلق ہیں۔ جس میں کائنات ایک ستارہ کی مانند چھوٹی سی نظر آتی ہے۔

-1 پہلا صوبہ جسے عالم ارواح کہا جاتا ہے۔ وہ ایک دائرہ کی صورت میں ہے۔

-2 دوسرا صوبہ جسے عالم اجسام کہا جاتا ہے۔ وہ پہلے دائرہ کے نیچے واقع ہے۔

-3 تیسرا صوبہ جسے عالم آخرت کہا جاتا ہے۔ وہ دوسرے دائرہ کے نیچے واقع ہے۔

(نوٹ): کائنات کے تینوں صوبوں کو زیرقلم کتاب کے ٹائیٹل پر نقشہ کی مدد سے واضح کیا گیا ہے۔

Marfat.com

کائنات کی غرض وغائت

وہ انسان جس کی تخلیق کا مقصود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اس انسان کی تخلیق کی خاطر کارخانہ کائنات کی عظیم عمارت کو بنایا گیا۔ چنانچہ جس قدر دنیا میں روزانہ انسان پیدا ہوتے ہیں وہ اس عظیم کارخانہ کی ایک دن کی پیداوار (پروڈکشن) ہوتی ہے۔ اور وہ کارخانہ کائنات تین منزلہ ہے۔ سب سے اوپر والی منزل ارواح کی قیام گاہ ہے۔ اس سے نچلی منزل ان ارواح کے لئے بنائے جانے والے اجسام گاہ ہے۔ اور اس جگہ میں روح اور قالب کے ملاپ سے انسان کو آدم کی صورت میں بنایا جاتا ہے۔ اور سب سے نچلی منزل روح وقالب کے جامع انسان کی دائمی رہائش گاہ ہے۔ اور یہ رہائش گاہ دو حصوں جنت اور دوزخ پر مشتمل ہے اہل ایمان کے لئے جنت اور اہل کفر کے لئے دوزخ ہے۔

اہل علم نے کائنات کی تین منزلوں کو الگ الگ نام دیئے ہیں۔ اوپر والی پہلی منزل کو عالم ارواح دوسری کو عالم اجسام اور تیسری کو عالم آخرت۔ قرآن اور احادیث کے مفہوم کے مطابق کائنات تین دائروں کی صورت میں ہے۔ چونکہ قرآن پاک میں قاب قوسین کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ جب دو قوسیں مل جائیں تو وہ ایک دائرہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ کائنات کا ہر دائرہ دو قوسوں کا مجموعہ ہے۔ جن کی الگ الگ وضاحت آگے بیان کی جاتی ہے۔ شکل نمبر 1 اور شکل نمبر 2 کی صورت میں دائرہ اول کی وضاحت ہے۔

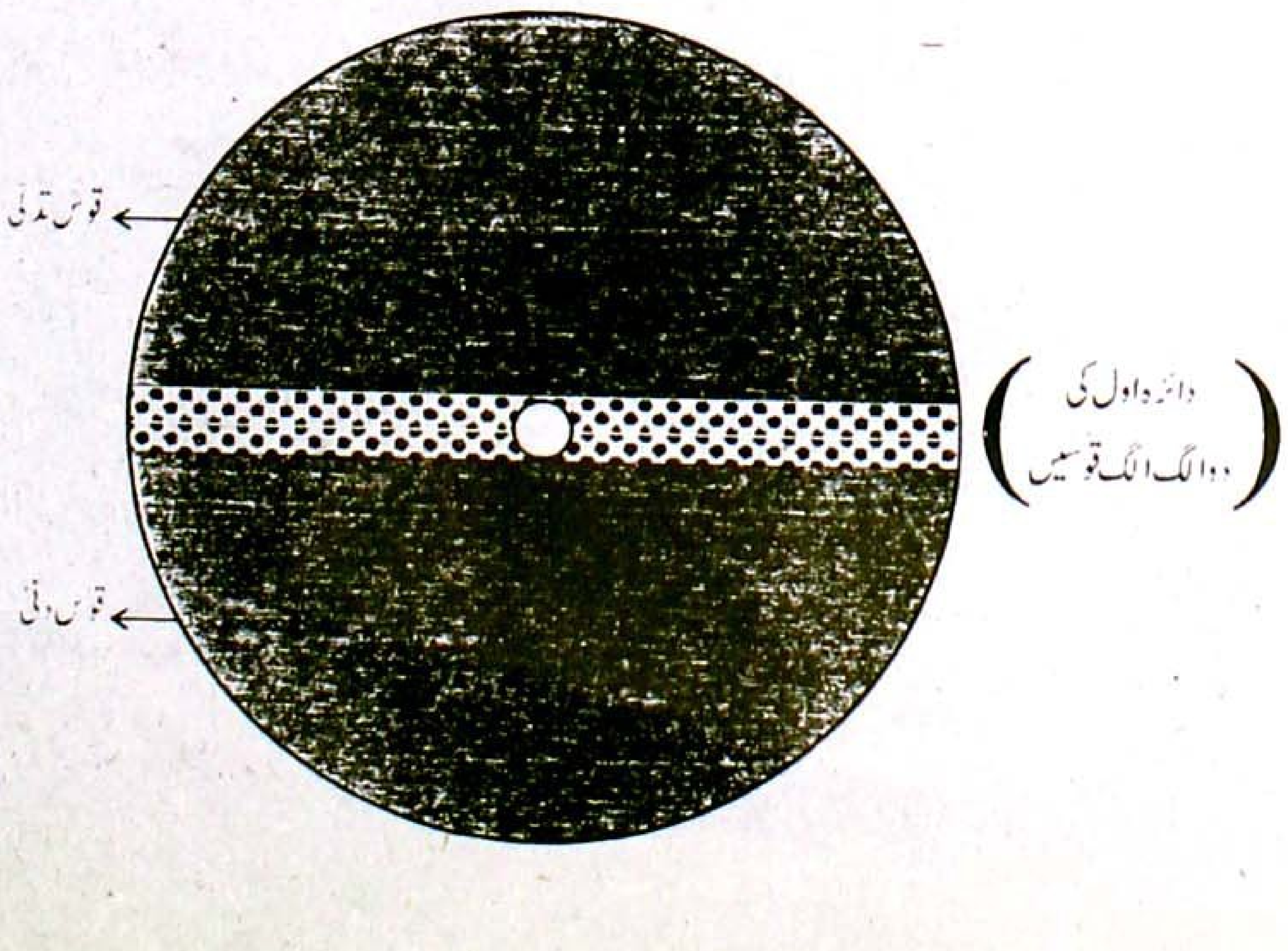

Marfat.com

1- اوپر والی قوس کا نام = قوس تدلّٰی

2- نیچے والی قوس کا نام = قوس دنیٰ

دونوں کے ملاپ سے ایک دائرہ بن گیا ہے یہ دائرہ ہی کائنات کا پہلا دائرہ ہے۔ جس کے اوپر والے کونے کا نام مقام نزول تدلّٰی اور نچلے کونے کا نام مقامِ افقِ اعلیٰ ہے اور جہاں پر قوسیں مل جاتی ہیں اور جو دائرہ کا مرکز ہے اس کا نام افق مبین تعبیر کیا گیا ہے۔

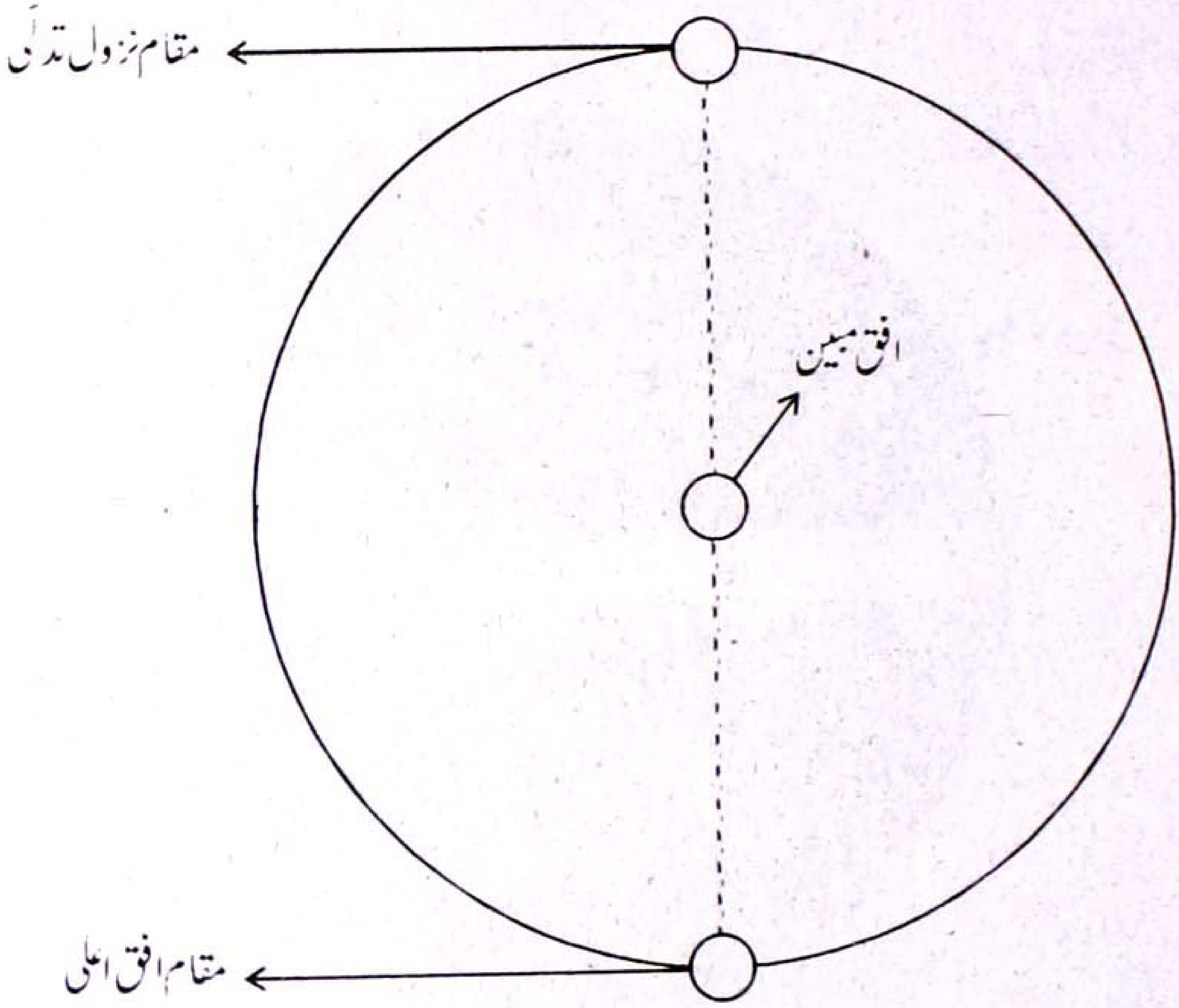

دائرہ اول کے مقامات شکل نمبر 2

افق اعلیٰ (سورہ نجم 53۔ آیت نمبر 7)

تدلّٰی (سورہ نجم 53۔ آیت نمبر 8)

افق مبین (سورہ تکویر)

Marfat.com

دائرہ دوم

کائنات کا دائرہ دوم درحقیقت دائرہ اوّل کا عکس معکوس یعنی الٹا عکس ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے جس طرح پانی کی سطح پر کوئی شخص کھڑا ہو تو اس کا عکس پانی کے اندر الٹا نظر آتا ہے۔ اسی طرح دائرہ دوم بھی الٹا عکس ہے۔ اس لئے قوس تدلّی کا عکس نیچے اور قوس دنی کا عکس اوپر کی جانب واقع ہیں۔ جیسا کہ شکل نمبر 3 میں ہے۔

شکل نمبر 3

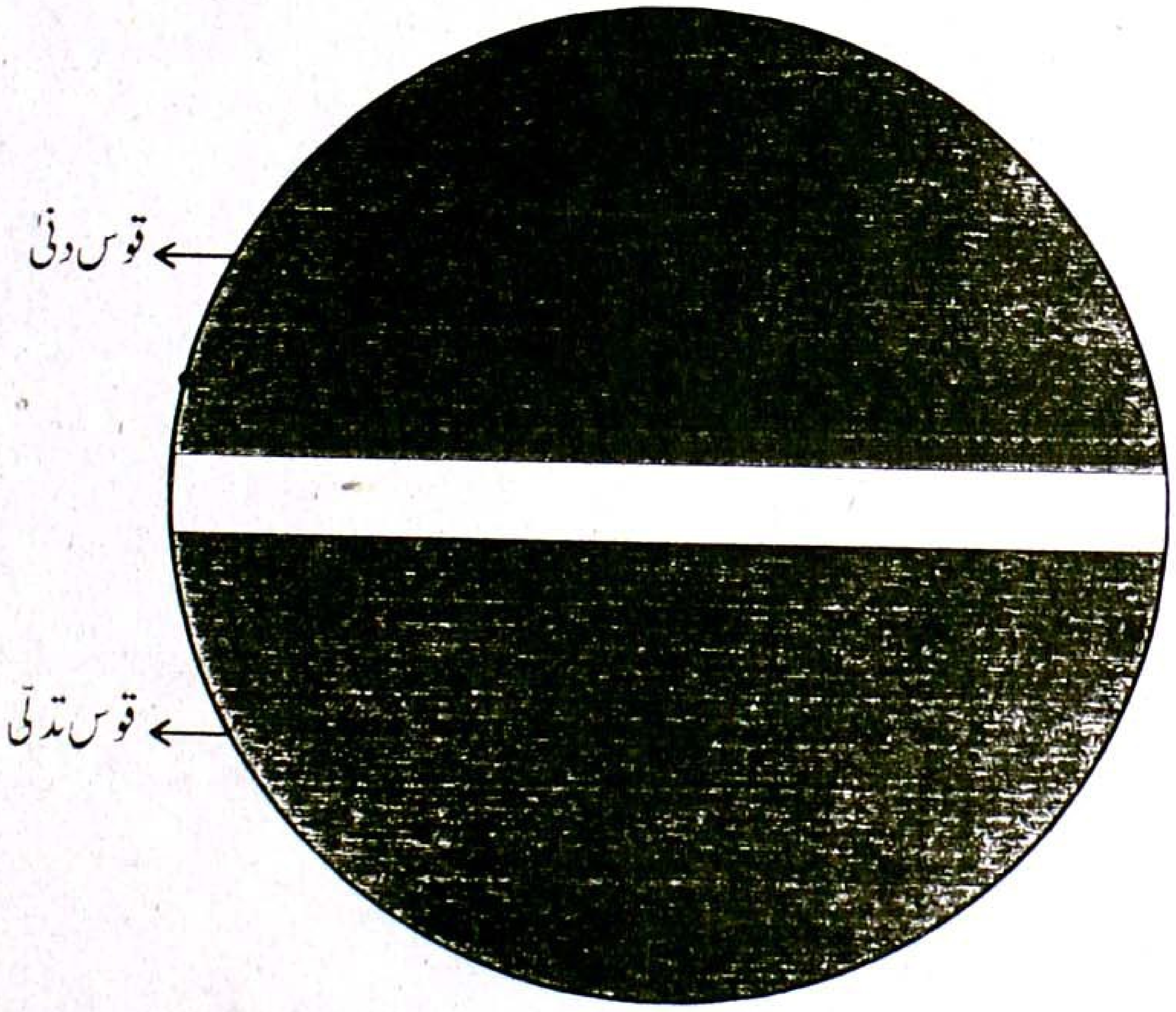

چونکہ دائرہ دوم الٹا عکس ہے۔ لہٰذا اس دائرہ میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہیں۔

i- عکس اپنا وجود نہیں رکھتا۔ اگر پانی کی سطح سے اصل کو ہٹا دیا جائے تو عکس معدوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دائرہ دوم بھی ہے۔

ii- عکس بے جان ہوتا ہے۔ نہ وہ خود حرکت کر سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے۔ اگر چہ وہ باتیں کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن اسی کی آواز نہیں ہوتی۔

iii- اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے۔ کہ عکس کو وجود عطا کر کے اُس کو حقیقت بنا دیا ہے۔ لیکن

Marfat.com

جب تک اس میں روح داخل نہ ہو وہ زندہ نہیں ہوتا۔ روح نکل جائے تو وہ وہ بے جان اور بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔

نیچے شکل نمبر 4 میں دائرہ دوم کے مقامات کو واضح کیا گیا ہے۔

1- اوپر والا کنارہ افق اعلیٰ (سورہ نجم آیت نمبر 7)

2- نیچے والا کنارہ اسفل سافلین (سورہ والتین آیت نمبر 4)

3- مرکز نقطہ عرش عظیم (سورہ هود آیت نمبر 4)

شکل نمبر 4

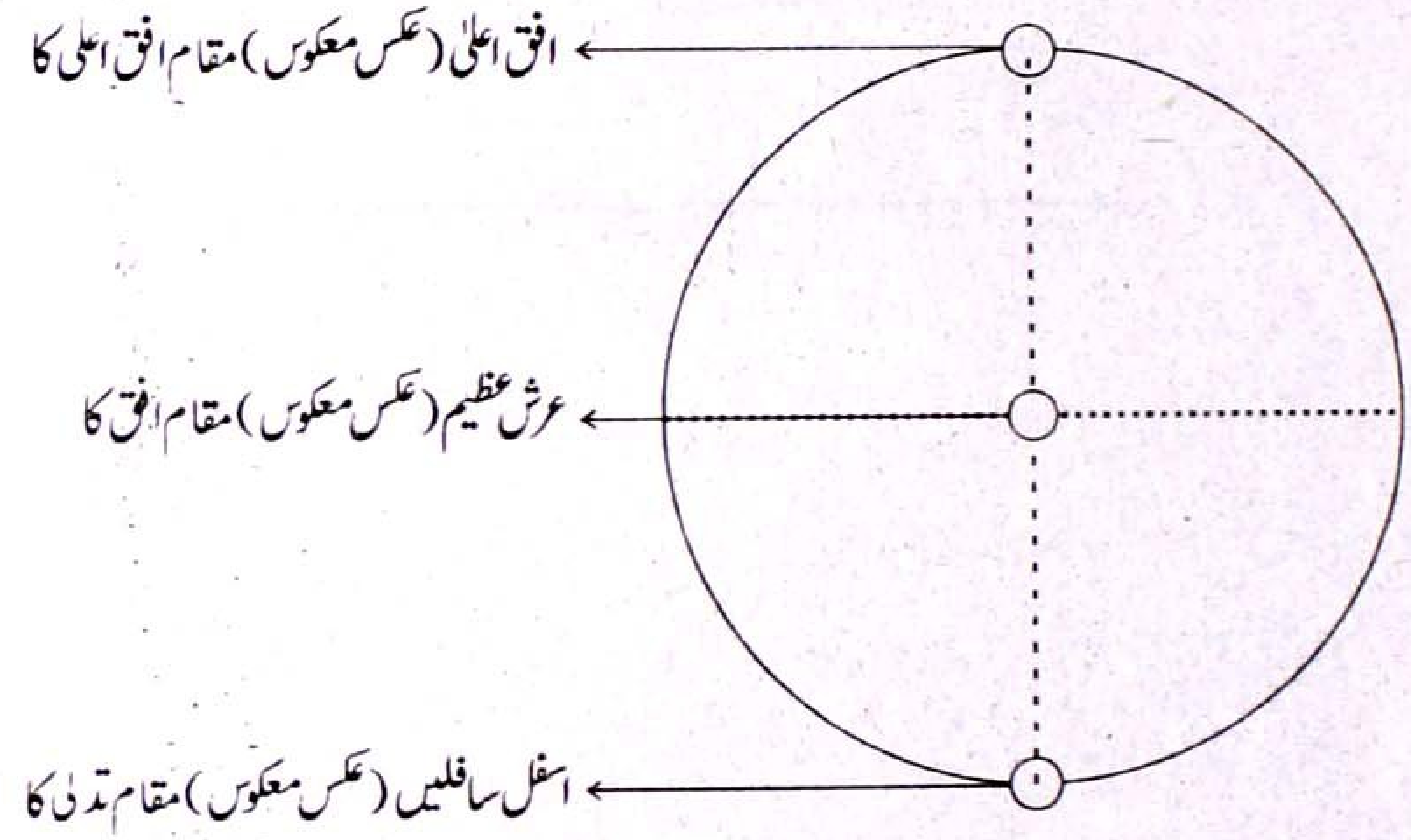

Marfat.com

کائنات کا دائرہ سوم

کائنات کی تخلیق کے اصول کے مطابق کائنات کا دائرہ سوم درحقیقت دائرہ دوم کا عکس واضح ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دائرہ سوم پہلے دائرہ اول کی طرح ہے۔ اس لئے کہ عکس معکوس کا عکس اصل کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ یعنی قوس تدلّٰی اوپر کی جانب اور قوس دنی نیچے کی جانب ہے۔ اس دائرہ کا مرکزی نقطہ (مقام) کرہ ارض ہے۔ سب سے اوپر والا کنارہ جنت کی چھت ہے۔ اور جنت کی چھت عرش ہے۔ اور نچلا کنارہ دوزخ ہے۔ جو حقیقی اسفل سافلین ہے۔ (یعنی سب سے نچلی منزل ہے) اس دائرہ کو شکل نمبر 5 میں واضح کیا جاتا ہے۔

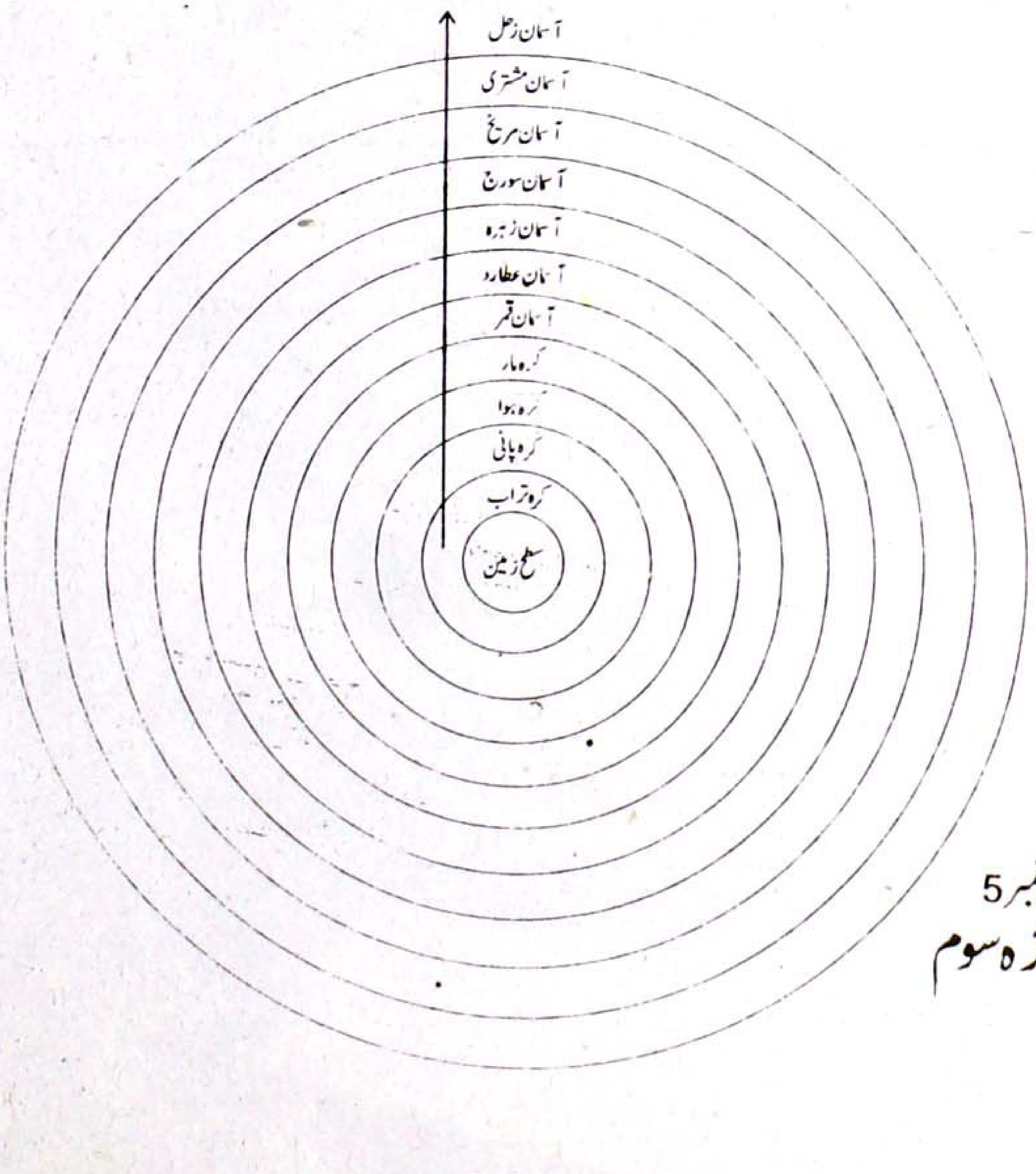

نقشہ نمبر 5
دائرہ سوم

Marfat.com

اِنسان

اِنسان جس کی تخلیق کی خاطر کائنات کو بنایا گیا۔ وہ اِنسان تخلیق کے درجات کے لحاظ سے تین درجات پر پیدا کیا گیا ہے۔ جس کا اجمال درج ذیل ہے۔

1- اِنسان اول: اِس اِنسان کو کائنات کے دائرہ اول کے مرکزی مقام ''افق مبین'' پر خلق کیا گیا تھا۔ اور اِس اِنسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ وجود ہے جس کا قالب (تدلّی) اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات۔ جلوہ/مظہر ہے۔ جو ابوالکائنات ہیں۔

2- اِنسان دوم: اِس اِنسان کو کائنات کے دائرہ دوم کے مرکزی مقام ''عرش عظیم'' پر پیدا کیا گیا تھا۔ اور اِس اِنسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جن کا قالب (عنصری) عناصر اربعہ کا جامع ہے۔ جو ابوالبشر ہیں۔

3- اِنسانِ سوم: اِس اِنسان کو کائنات کے دائرہ سوم کے مرکزی مقام کرہ ارض پر بنایا گیا۔ بلکہ کرہ ارض کے مرکزی مقام خانہ کعبہ میں پیدا کیا گیا۔ جسے ابوتراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ملقب کیا گیا۔

استنباط: جس طرح خانہ کعبہ عرش کی عین سیدھ میں نیچے واقع ہے۔ اسی طرح عرش بھی افق مبین کی عین سیدھ میں اس کے نیچے واقع ہے۔ جس طرح ابوتراب خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تھے اسی طرح حضرت آدم عرش عظیم پر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افق مبین پر خلق کیے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔ لیکن حضور کی ولادت مکہ میں بطور امانت ہوئی تھی۔ جس کے لئے مکہ کو شہر امین کہا گیا۔

Marfat.com

شکل نمبر 6: تین انسانوں کی تخلیق کے مقامات کا نقشہ

نقشہ کائنات

انسان، کائنات اور آدم

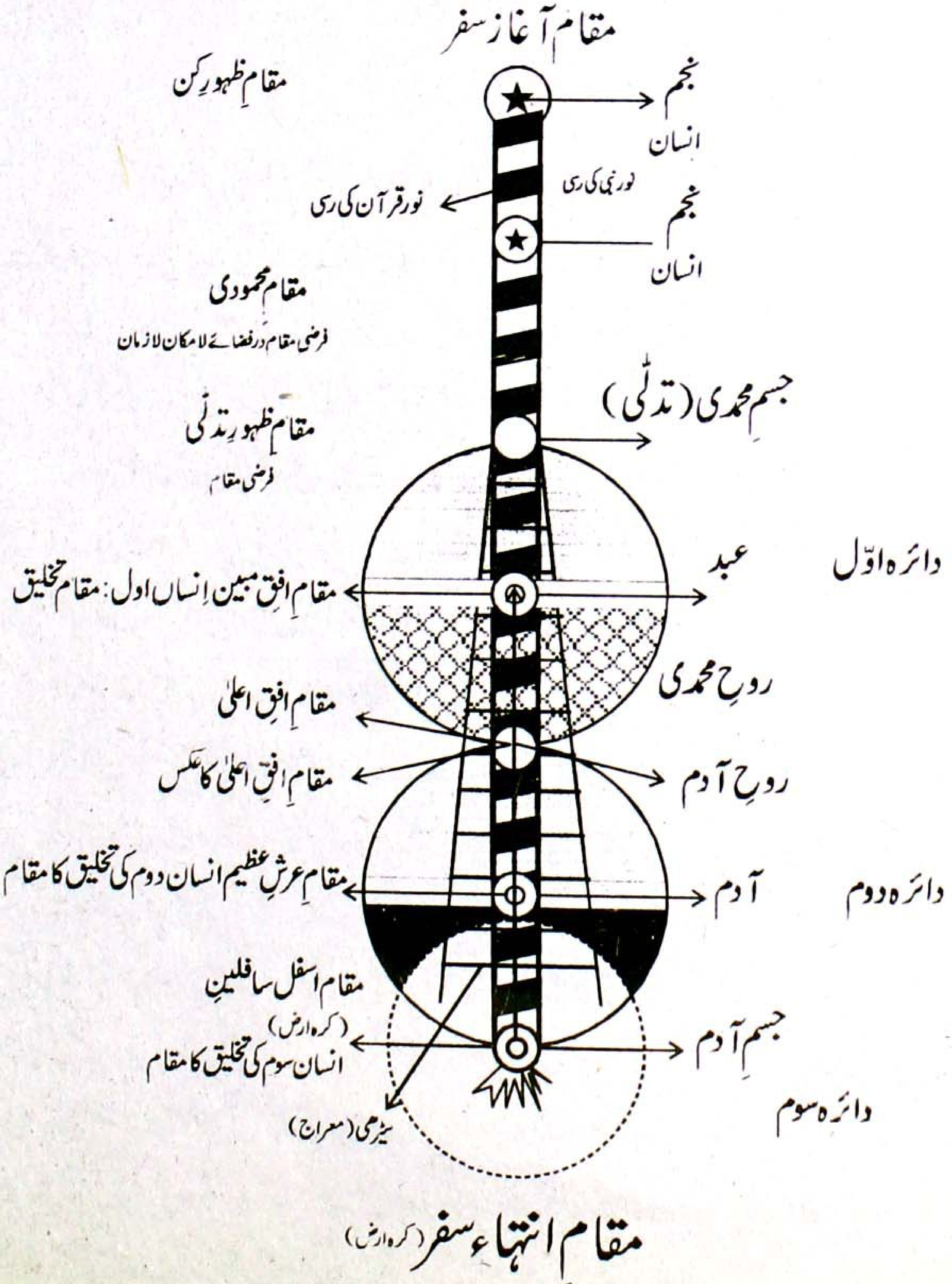

Marfat.com

کائنات کے اجزاء وعناصر کی اصالت کیا ہے

اللہ تعالیٰ کی قدیمی ذاتی صفات جو عام معروف ہیں ان کی تعداد سات ہے۔ جو یہ ہیں۔

1-حیات 2-علم 3-سمع 4-بصر 5-کلام 6-قدرت 7-ارادہ (فتوحات مکیہ)

2-طواف کعبہ کے چکر بھی سات ہیں۔ کہ ہر صفت کے بدلے ایک چکر ہے۔ (فتوحات مکیہ)

درحقیقت وجود کائنات مندرجہ بالا سات صفات کے عکس یعنی جلوہ کے مظاہرات کا نام ہے۔ اور یہی باعث ہے۔

i- آسمانوں کی تعداد سات ہے۔

ii- زمین کے طباق کی تعداد سات ہے۔

iii- ہفتہ کے دن سات ہیں۔

iv- رنگوں کی تعداد سات ہے۔ اور روشنی سات رنگوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے جب قوس قزح ظہور میں آتی ہے تو اس کے رنگ سات ہوتے ہیں۔ اور قوس قزح سورج کی روشنی کا عکس ہوتی ہے۔

v- حمد کا قلبی عدد سات ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

حمد = ح+م+د= 8+40+4=52=2+5=7 (سات کا عدد حمد کا قلبی عدد ہے)

کائنات کے وجود (7) سات کے عدد کے گرد گھوم رہا ہے۔

قرآن کریم کے حروف ابجد کی تعداد اٹھائیس (28) جن میں سے چودہ حروف مقطعات اور چودہ حروف سادے یعنی غیر مقطعات ہیں۔ جن کو نیچے درج کیا جاتا ہے۔

حروف معطقات:۔

ر-س-ص-ط-ع-ق-ک-ل-م-ن-ہ-ی

حروف غیر معطقات:۔

Marfat.com

ب۔ت۔ث۔ج۔خ۔د۔ذ۔ز۔ش۔ض۔ظ۔غ۔ف۔و

مندرجہ حروف کی تعداد بھی سات پر برابر تقسیم ہو جاتی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ کائنات کی عمر طبعی بھی سات کے عدد پر تقسیم ہونے والی ہے۔چاند 14 دنوں میں تشکیل پاتا ہے اور 14 دنوں میں ہی تحلیل ہو جاتا ہے۔جو کائنات کی زندگی کا سراغ بتاتا ہے۔ ہماری زندگی سات دنوں کے دائرہ میں گھومتی ہے۔بنی نوع انسان کی زندگی کا آغاز ہفتہ کے دن سے ہوا تھا۔ جمعہ کے دن قیامت آ جائیگی۔گویا کائنات کی زندگی سات پر برابر تقسیم ہو جاتی ہے۔اہل دانش کے لئے یہ رموز واسرار ہیں جن کی بنیاد پر وہ کائنات کی گہرائیوں غوطہ زن اور اس کی بلندیوں میں پرواز کر کے۔عمدہ عمدہ نتائج اپنے دامن میں سمیٹ سکتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ کی قدیمی ذاتی صفات آٹھ بیان فرمائی ہیں۔اور آٹھویں صفت کا نام تکوین ہے۔لہٰذا آٹھ صفات کے تناظر میں اربعہ عناصر کی اصالت کا پس منظر بیان کیا جاتا ہے۔جو یوں ہے۔

کائنات کے دائرہ اول میں انسان اول کے قالب کے اجزا آٹھ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدیمی ذاتی آٹھ صفات کے عکوس ہیں۔گویا قالب آٹھ صفات کے جلوؤں کا مجموعہ ہے۔ جسے تدلّی کہا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذاتی' قدیمی صفات کے نام درج ذیل ہیں۔

1- حیات 2- علم 3- سمع 4- بصر 5- کلام 6- قدرت 7- ارادہ 8- تکوین

کائنات کے دائرہ دوم میں انسان دوم کے قالب کے اجزاء چار عناصر ہیں۔ چونکہ انسان دوم کا قالب' انسان اول کے قالب کا عکس معکوس ہے۔لہٰذا اربعہ عناصر کی اصل اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات کے جلوؤں کے عکوس ہیں۔اس طرح اربعہ عناصر کی اصالت جلوہ صفات ہیں چونکہ صفات کی تعداد آٹھ ہے۔اور عناصر کی تعداد چار ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر عنصر دو صنعتوں کے جلوؤں کا مظہر اور جامع ہے۔

انسان اول کا قالب نوری اور انسان دوم کا قالب روشنی کا ہے۔روشنی نور کے مقابل ظلمت ہے اور روشنی کا عکس مادہ ہے۔جو روشنی کے مقابل ظلمت ہے۔انسان سوم کا قالب مادی ہے۔

Marfat.com

کائنات کے دائروں کا نقشہ 3

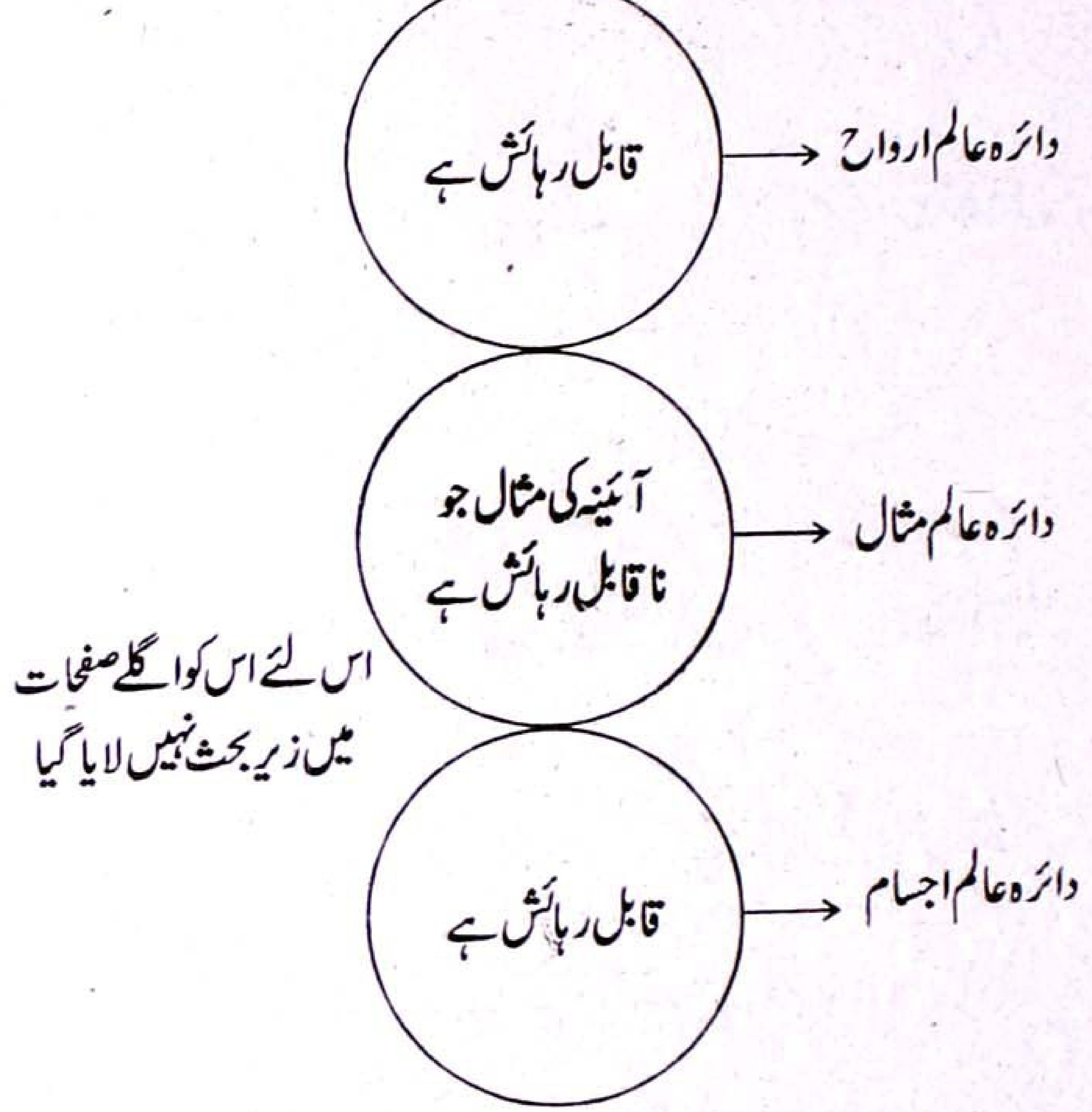

دائرۂ عالم مثال دائرۂ عالم ارواح اور دائرۂ عالم اجسام کے درمیان اس طرح واقع ہے کہ یہ دونوں دائروں کی مخلوق کا آئینہ ہے۔اس دائرہ میں حقائق اور اشیاء کی مثالی صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں یہ رہنے یا قیام کی جگہ نہیں۔

یہ نقشہ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوب 31 دفتر سوم کی عبارت کی روشنی میں تیار کیا گیا۔

(نوٹ): تین دائروں کی نشاندہی اور ترتیب مکتوب نمبر 31 دفتر سوم میں کی گئی ہے۔اور ان کے مرکزی مقامات کو کتاب ''سفر تخلیق'' سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

کائنات کے دائروں کا نقشہ 4

یعنی نقشہء کائنات

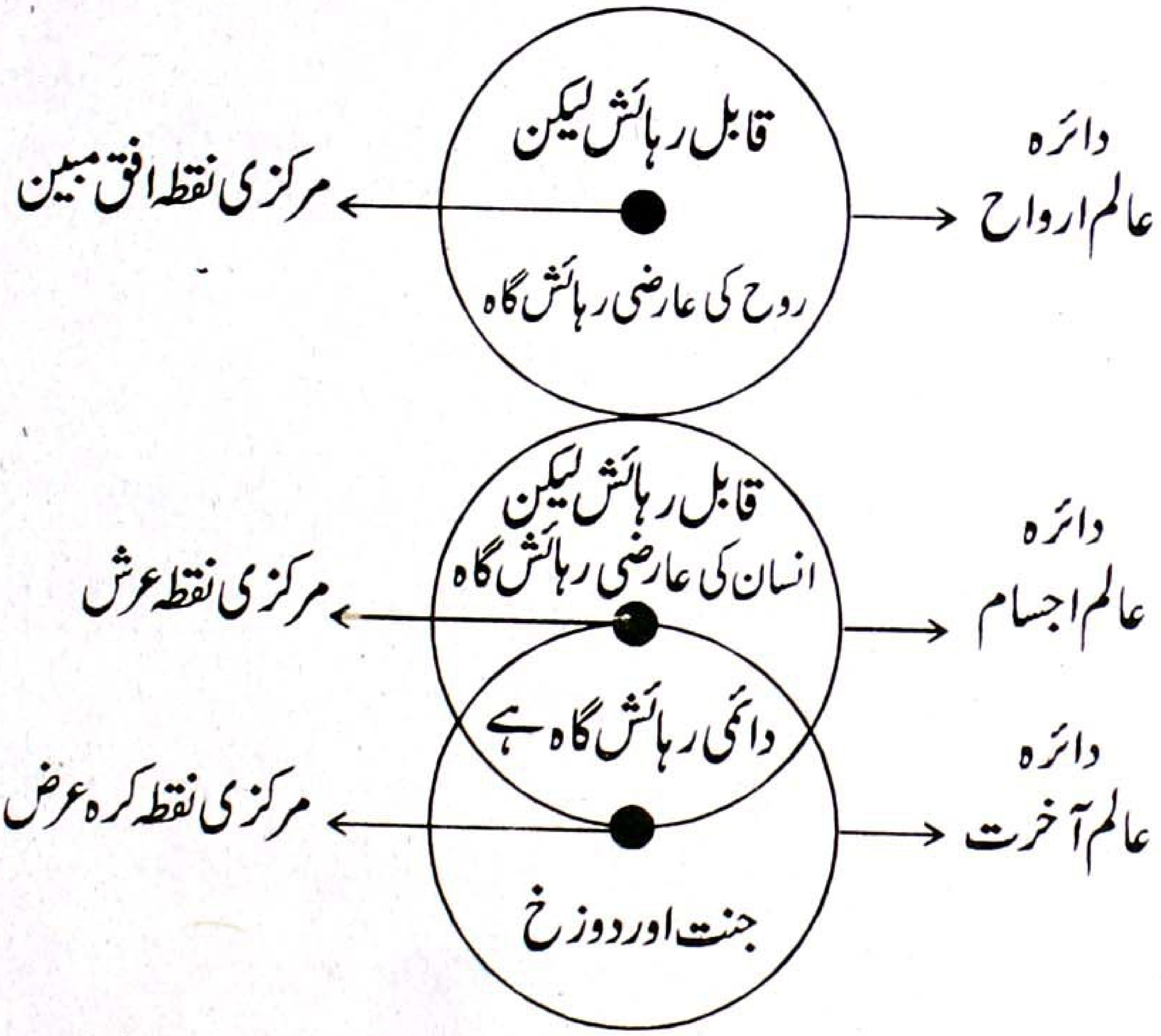

کائنات کے مندرجہ بالا تین دائرے جن کا تعلق ارواح' اجسام اور عالم آخرت میں مخلوق کے قیام پذیر ہونے سے ہے۔ عالم مثال قیام کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے زیر بحث مندرجہ بالا تینوں دائرے ہی آئیں گے۔

عالم آخرت کی حدود

1- کرۂ ارض مرکزی مقام ہے۔

2- عرش کا نچلا کنارہ اس دائرۂ کا اوپر والا کنارہ ہے۔

(کتاب ''سفر تخلیق'' کے سے نقشہ لیا گیا)

Marfat.com

افق مبین کا نقشہ اور محل وقوع نقشہ 5

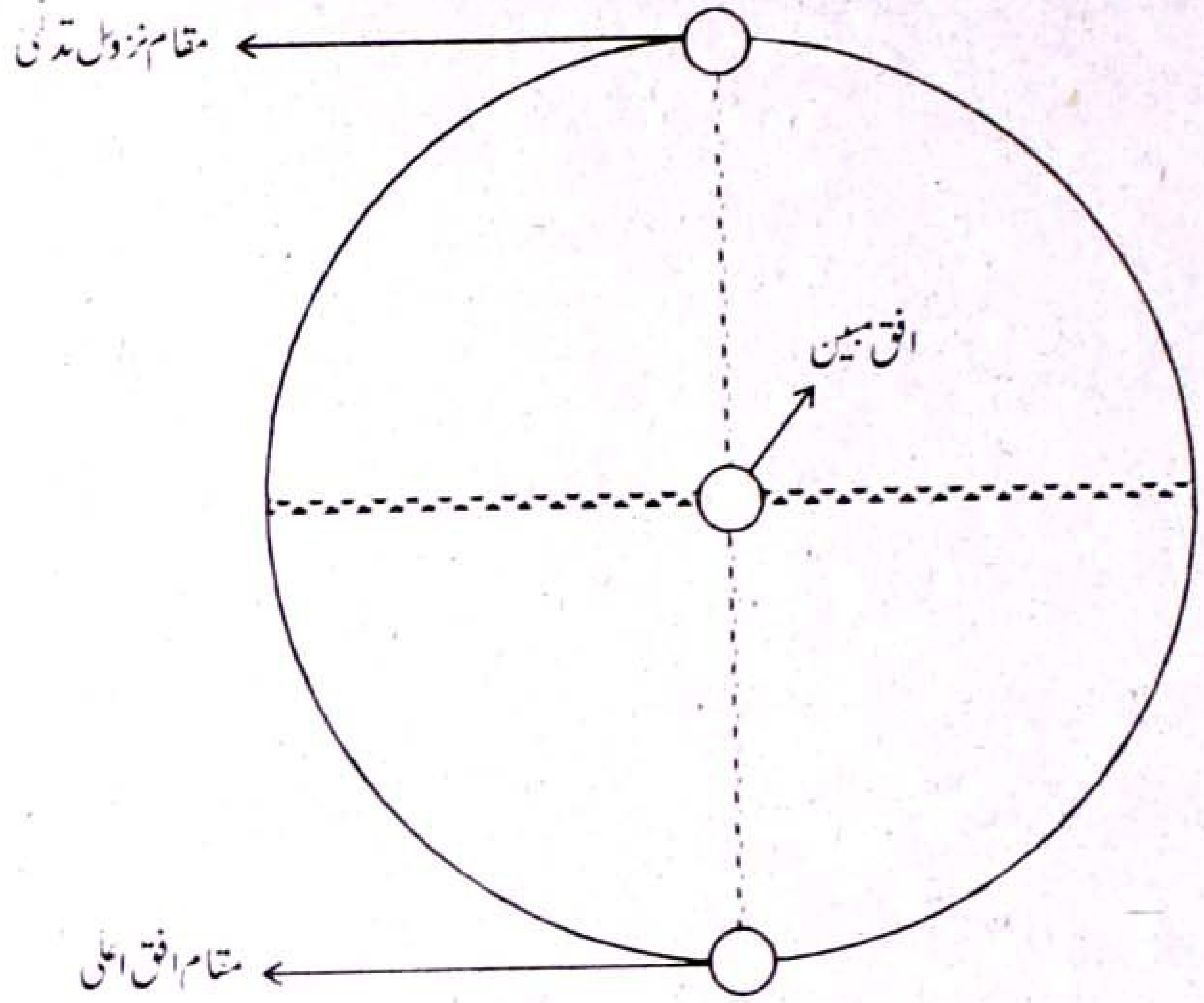

کائنات کا دائرہ اول دو قوسوں کا مجموعہ ہے۔ جو اوپر نیچے واقع ہیں۔

1- قوس تدلّی:۔ اس قوس سے مراد وہ قوس ہے جو افق مبین سے اوپر کی طرف واقع ہے۔

2- قوس دنیٰ:۔ اس قوس سے مراد وہ قوس ہے جو افق مبین کے نیچے کی جانب واقع ہے۔

3- افق مبین:۔ قوس تدلّی اور قوس دنیٰ کے عین وسط میں واقع ہے۔

کائنات کا دائرہ اوّل تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ 1- قوس تدلّی۔ 2- قوس دنیٰ اور 3- افق مبین

وضاحت:۔

1- قوس تدلّی:۔ اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کے جلوہ (قالب) کی کرنوں سے ظہور میں آنے والی قوس ہے۔

2- قوس دنیٰ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح کے نوری وجود سے ظہور میں آنے والی کرنوں سے ظہور میں آئی تھی۔ جب روحِ محمدی اور قالب محمدی دونوں نے آپس میں اتصال کیا تو اس لمحہ دونوں قوسوں کا اتصال بھی ہو گیا جس سے روشنی کا ایک دائرہ قائم ہو گیا۔ پس وہ روشنی کا دائرہ ہی کائنات کا دائرہ اوّل ہے۔ جسے عالم ارواح کہا جاتا ہے۔

3- افق مبین

(نقشہ کتاب ''سفر تخلیق'' سے ماخذ ہے)

Marfat.com

عرش عظیم اور اس کا محل وقوع نقشہ 6

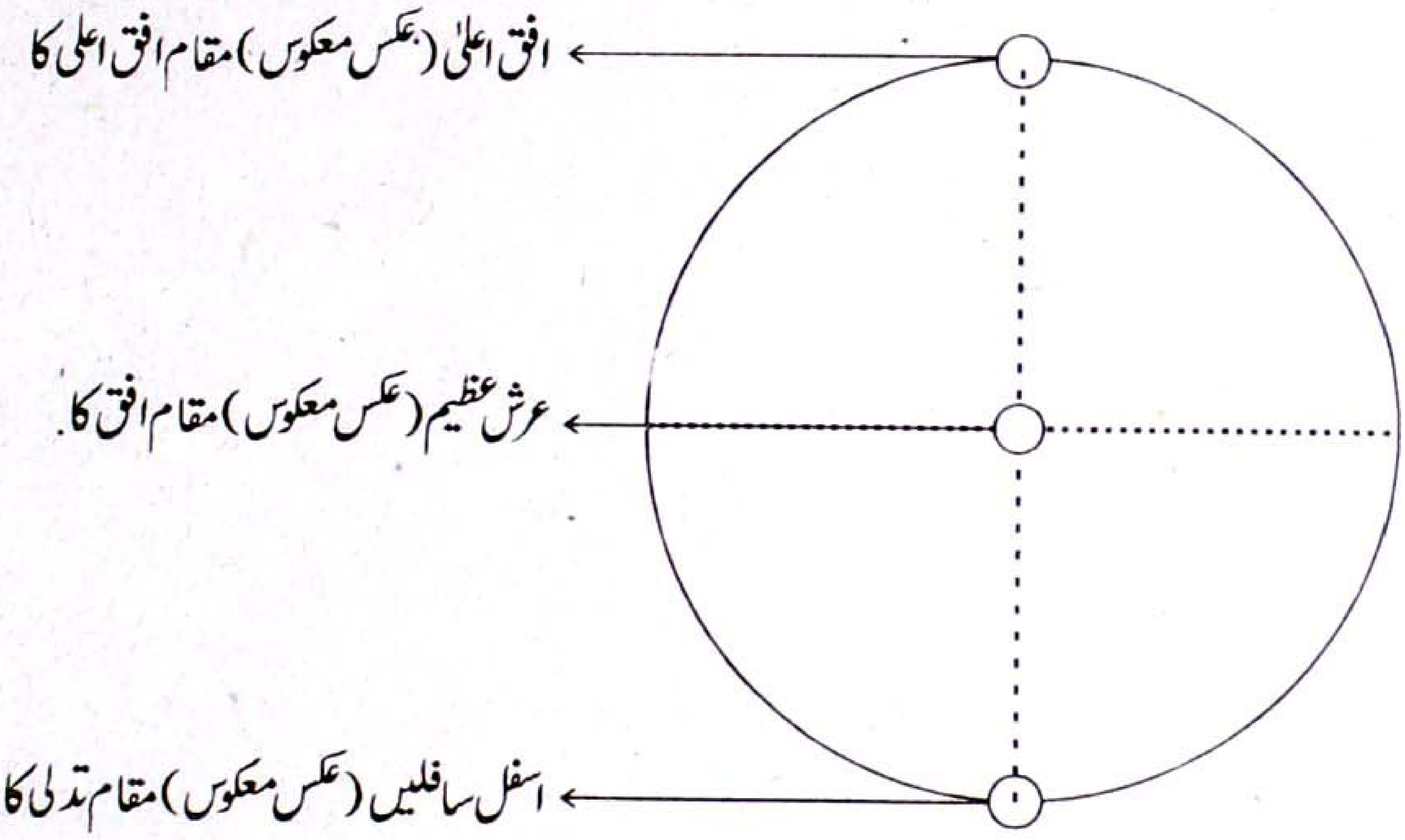

جس طرح کائنات کا دائرہ اول یعنی عالم ارواح تین حصوں پر مشتمل ہے اسی طرح کائنات کا دائرہ دوم یعنی عالم اجسام بھی تین حصوں پر مشتمل ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

1- قوسِ عالمِ خلق۔ 2- قوسِ عالمِ امر 3- عرش

وضاحت:

چونکہ کائنات کا دائرہ دوم کائنات کے دائرہ اوّل کا عکس معکوس یعنی الٹا عکس ہے۔ لہٰذا دائرہ اوّل کا وہ حصہ جو اوپر تھا وہ حصہ اس دائرہ دوم میں نیچے ہے اور جو حصہ نیچے تھا وہ اوپر کی جانب ہے۔ جیسا کہ نقشہ میں دکھایا گیا ہے۔

-1 قوسِ عالمِ امر سے مراد وہ حصہ ہے جو قوس دنیٰ کا عکس ہے۔

-2 قوسِ عالمِ خلق۔ قوس عالم خلق سے مراد وہ حصہ ہے جو دائرہ اول میں قوس تدلّی تھی۔ یہ قوسِ تدلّی کا عکس معکوس ہے۔

-3 عرش عظیم افق مبین کا عکس معکوس ہے۔

دائرہ اول میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نوری قالب اوپر تھا۔ اور روح جو نوری وجود ہے نیچے تھا۔ لیکن اس دائرہ دوم میں آدم علیہ السلام کا عنصری وجود نیچے تھا اور ان کی روح اوپر تھی جن کو عرش پر اکٹھا کیا گیا۔ لیکن حضور کا روح اور قالب دونوں خود اپنے ارادہ اور خواہش سے اکٹھے ہوئے تھے۔ وہ زندہ تھے۔ اس لیے خود مختار تھے اور آدم کا قالب بے جان تھا اس لیے مامور تھا اور روح کو بھی اوپر سے نیچے لایا گیا تھا۔ خود نیچے نہ آیا تھا۔ (نقشہ کتاب ''سفر تخلیق'' سے ماخذ ہے)

Marfat.com

کائنات میں

شاہراہِ اعظم اور اس کا محلِ وقوع

یعنی

صِرَاطِ مُسْتَقِیم

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o وَعَلٰی صِرَاطِ الْمُسَقِیْم o

(سورۃ یٰسین۔ آیت 3'4)

نقشہ 7

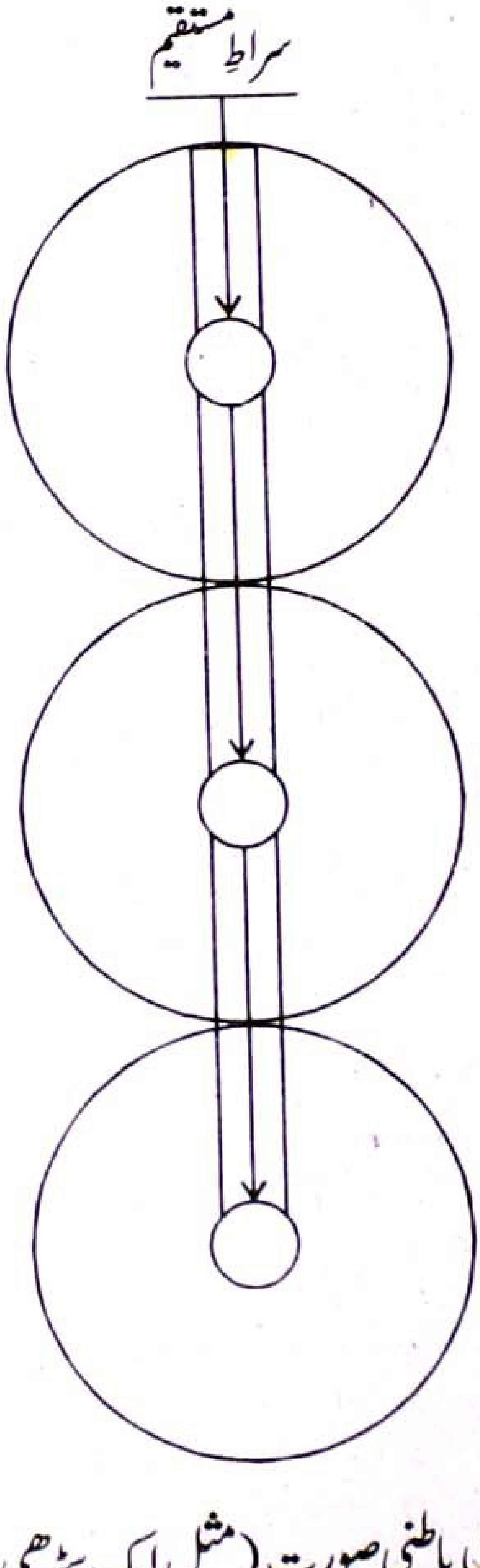

ترجمہ:۔ بے شک (اے محبوب) آپ مرسلین میں سے ہیں اور آپ (نزول و عروج دونوں حالتوں میں) سیدھے راستہ پر ہیں۔

صراط مستقیم کائنات کے دائرہ اول اور دائرہ دوم کے عین وسط میں عموداً اس طرح واقع ہے کہ دونوں دائروں کو دائیں اور بائیں برابر برابر دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوا اوپر سے نیچے تک واقع ہے۔ سب سے اوپر کا مقام ظہور تدلّی ہے اور سب سے نچلا مقام اسفلِ سافلین ہے۔

(نوٹ): قانون تخلیق اور اصول تکوین کی رو سے سورہ فاتحہ کا نزول دو بار واضح ہوتا ہے۔ پہلی بار مکہ معظّمہ میں اور دوسری بار مدینہ منورہ میں وہ اس لئے کہ کائنات کے دو دائروں میں صراط مستقیم واقع ہے۔ چونکہ دونوں دائرے ایک کے بعد دوسرا پیدا کیا گیا تھا۔ لہٰذا صراط مستقیم دو مرحلوں میں کامل مکمل کیا گیا تھا۔ چونکہ صراط مستقیم کی باطنی صورت (مثل ایک سیڑھی

Marfat.com

ہے) جس طرح حروف الفاظ میں سورۃ فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں اور سیڑھی بھی سات زینوں پر مشتمل ہے۔ اس امر پر تفصیل سے بحث کتاب استفسارات دو اسرار حبیب حصہ اول میں الحمد کے تعارف کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔

Marfat.com

صدرِ

ملک کائنات

یعنی

احکم الحاکمین

''اَلرَّحمٰن''

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط (سورہ الحدید آیت 4)

لَاتَاْ خُذُہٗ سِنَةٌ وَّ لَانَوْمٌ ط (سورہ البقرہ آیت نمبر 255)

مفہوم :- i- تمام حاکموں کا حاکم ''الرحمٰن''

ii- جو عرش پر قرار فرما ہے۔

iii- جو اونگھ اور نیند کی گرفت سے آزاد ہے و بے نیاز ہے۔

Marfat.com

وزیرِ اعظم

ملکِ کائنات

یعنی

صاحبُنَا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) (سورہ نجم 53 آیت 2)

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ O (سورہ تکویر — آیت 20)

مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی O (سورہ نجم 53 آیت 2)

"آقائے کائنات"

مفہوم:۔ جو مالکِ عرش کے حضور میں دائمی اقتدار سے سرفراز کیے گئے ہیں۔ جس طرح مالک عرش اونگھ اور نیند سے آزاد و بالا ہے۔ اسی طرح آقائے کائنات بھی اپنے امور کی انجام دہی میں غفلت اور تساہل سے بالا اور آزاد ہیں۔

Marfat.com

پریذیڈنٹ ہاؤس

یعنی

عَرشِ عظیم

کَانَ عَرشُہ علیٰ الْمَاءِ (سورہ ہود آیت نمبر 7)

مفہوم:۔ اللہ تعالیٰ کے استوی کا مقام عرش ہے۔ جو پانی پر ہے۔ گویا تختِ شاہی سمندر کے پانی کی سطح پر رکھا ہوا ہے۔(بحری جہاز کی طرح)

Marfat.com

کائنات کا ماڈل (خلاصہ)

یعنی

انسان

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کائنات کا خلاصہ ہے جسے ماڈل کا نام دے سکتے ہیں چنانچہ جب ماڈل پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کائنات کا ہم شکل ہے اور دونوں ہم مثل ہیں جس سے درج ذیل باتیں اخذ ہوتی ہیں۔

1- جس طرح انسان قالب اور روح کا جامع ہے اسی طرح کائنات بھی قالب اور روح کی جامع ہے۔

2- انسان کا قالب اور کائنات کا قالب ہم صورت ہیں۔ اور انسان کی روح کائنات کی روح کی ہم شکل ہے۔

3- جس طرح انسان کا سینہ اس کے وجود کا صدر مقام ہے اسی طرح عرش کائنات کا صدر مقام ہے۔ گویا انسان کا سینہ عرش کا قائم مقام اور مظہر ہے۔

4- انسان کے سینہ کے اوپر کا حصہ عالمِ امر کا قائم مقام اور مظہر ہے۔

5- انسان کے سینہ سے نیچے کا حصہ عالمِ خلق کا قائم مقام اور مظہر ہے۔

6- جیسے انسان کے ریڑھ کی ہڈی انسان کو دایاں اور بایاں برابر دو حصوں میں تقسیم کرنے والی ہے۔ ویسے ہی صراطِ مستقیم کائنات کو دو حصوں میں برابر تقسیم کرنے والا ہے۔ گویا انسان کی ریڑھ کی ہڈی صراطِ مستقیم کا قائم مقام اور مظہر ہے۔

7- انسان کے سینہ سے اوپر کا حصہ اعلیٰ اور نچلا حصہ اسفل ہے۔

8- انسان کا دایاں حصہ افضل اور بایاں حصہ ابتر ہے۔

Marfat.com

9- انسان کی روح اس کے حلق کے راستہ سے داخل اور خارج کی جاتی ہے۔ اور قالبِ انسانی کائنات کے دائرہ دوم یعنی عالمِ اجسام کا خلاصہ اور ماڈل ہے۔ اس لیے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس طرح انسان کے وجود کے اندر نطفہ کی منتقلی کا راستہ ریڑھ کی ہڈی ہے اور روح کے دخول کا راستہ حلق ہے اسی طرح کائنات میں انسان کے وجود کے سفر کا راستہ بھی جدا ہے۔ اور روح کے سفر کا راستہ بھی جدا ہے۔

10- روح کا مقامِ قیام سینہ ہے اور نطفہ کا مقامِ قیام رحم ہے۔ سینہ افضل ہے اور رحم اسفل ہے۔

Marfat.com

کائنات کے عناصر کی تعداد کا تعیّن

قدیم حکماء اور دانشوروں نے کائنات کو چار عناصر کا مجموعہ کہا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- خاک 2- آب 3- آگ 4- ہوا

مندرجہ بالا چاروں عناصر آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک دوسرے کے نقیض ہیں اس وجہ سے ایک دوسرے کو فنا کرنے کے درپے ہیں۔ چونکہ باہم مخالف ہیں اس لیے ان کا اتحاد مشکل اور محال ہے جب تک ان کو کوئی دوسری طاقت اکٹھا نہ کرے اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

جب انسان کے وجود پر غور کیا جاتا ہے تو وہ مندرجہ ذیل عناصر کا مجموعہ ہے۔

1- قالب جن عناصر کا مجموعہ ہے۔ خاک۔ آب۔ آگ اور ہوا ہیں۔

2- روح [1]

لہٰذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کا وجود پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جس طرح انسان کا قالب روح کے بغیر بے جان ہے اِسی طرح کائنات بھی روح کے بغیر بے جان ہے۔ گویا کائنات کے عناصر بے جان ہیں اور جب تک ان میں روح نہ ہو حرکت نہیں کر سکتے۔ جس طرح انسان کا قالب روح کے بغیر حرکت سے محروم ہے۔ لہٰذا اس عبارت کی روشنی میں جو باتیں اخذ ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1- جس طرح قالب بے جان ہو جاتا ہے تو اس کے حواس خمسہ معدوم یعنی ختم ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان۔ اندھا۔ بہرہ۔ گونگا۔ بے حس اور بے حرکت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ عناصر جن کا مجموعہ قالب ہے وہ بھی بے جان ہو جاتے ہیں۔ گویا روح کے بغیر عناصر اربعہ بے جان ہیں۔

2- روح عناصر اربعہ کو اکٹھا کرنے والی ہے۔

1: جس طرح قالب عناصر کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح روح بھی کئی اجزاء کا مجموعہ ہے۔ جس کی تفصیل کے لئے کتاب ''چیلنج روح وقالب'' کا مطالعہ معاون ہوگا۔

Marfat.com

-3 موت عناصر اربعہ کو جدا جدا کرنے والی ہے۔ مرنے کے بعد انسان کے عناصر ایک مدت کے بعد جدا جدا ہو جاتے ہیں۔ انسان کی ہڈیوں کا ڈھانچہ تک نظر نہیں آتا۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ روح کے مقابل موت ہے۔ جس طرح روح ایک روشن نوری وجود ہے۔ اسی طرح موت ایک تاریک ظلماتی وجود ہے۔ روح عناصر کو اکٹھا کرنے والی اور موت عناصر کو جدا جدا کرنے والی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلی تخلیق نور ہے۔ اور نور ہی حقیقی روح ہے۔ جس کو حضور اکرمؐ نے شعور فرمایا ہے گویا روح نور و شعور ہے۔ یعنی عناصر کو اکٹھا کرنے والی طاقت نور و شعور ہے اور عناصر کو بکھیرنے والی موت ہے۔

تو معلوم ہوا جس طرح انسان پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح کائنات بھی پانچ چیزوں یا اجزاء کا مجموعہ ہے۔

Marfat.com

کائنات کے عناصر کے باہمی تضاد کا پس منظر

عناصر کے باہمی تضاد کو جاننے کے لیے کائنات کی تخلیق سے آگاہی لازم ہے۔ لہٰذا درج ذیل عبارت میں تخلیق کے عمل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جو اس طرح ہے۔

کائنات ایک ایسا ملک ہے۔ جو تین صوبوں پر مشتمل ہے۔ ان تینوں صوبوں تین عالموں یا تین دائروں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- عالمِ ارواح

2- عالمِ اجسام

3- عالمِ آخرت

جن کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے دوست اور مخلص شاگرد خواجہ بدرالدین کو یوں تحریر فرمایا:

اے بھائی! عالمِ ممکنات کو صوفیاء نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ عالمِ ارواح، عالمِ مثال، عالمِ اجساد، عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ (پردہ) کہا ہے۔ کہ عالمِ مثال ان دونوں عالموں کے حقائق و معانی کے لیے آئینہ کی طرح ہے۔ کہ ارواح و اجساد کے حقائق و معانی عالمِ مثال میں لطیفہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس جگہ پر معنیٰ اور حقیقت کے مناسب دوسری صورت و ہیئت ہے۔ اور وہ عالمِ (مثال) بذاتِ خود صور و ہیئات و اشکال کا متضمن نہیں ہے۔ صورتیں اور شکلیں اُس میں دوسرے عالم سے منعکس ہو کر ظہور پاتے ہیں۔ اس کی مثال آئینہ کی طرح ہے۔ جو خود کسی صورت کا متضمن نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی صورت موجود ہے تو وہ باہر سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب!

جاننا چاہیے کہ روح اپنے بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم میں تھی۔ جو عالم مثال سے اوپر ہے۔ اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے نیچے اتر کر عالم اجساد سے تعلق قائم کیا ہے تو وہ محبت کی وجہ سے نیچے آئی ہے۔ اس کا عالم مثال سے کوئی کام نہیں۔ نہ تعلق سے پہلے نہ تعلق کے بعد۔

(مکتوب 31 دفتر سوم ص 97/1349)

Marfat.com

نوٹ:

مندرجہ بالا تین عالموں کو نقشہ کی مدد سے کتاب کے ابتدائی صفحات پر ظاہر کیا گیا ہے۔

امام ربانی کے مکتوب میں جن تین عالموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان میں سے دو عالم عالم ارواح اور عالمِ اجساد ہی قابلِ قیام ہیں۔ارواح کے لیے عالمِ ارواح اور اجساد کے لیے عالم اجساد لیکن تیسرا عالم مثال قیام کا اہل نہیں وہ تو صرف آئینہ ہے جس میں صورتوں کو دیکھا جاتا ہے۔

راقم نہایت ادب سے گزارش کرتا ہے کہ مندرجہ بالا قابل قیام دو عالموں کے علاوہ ایک اور عالم ہے۔ جو قابلِ قیام ہے اور وہ ہے عالم آخرت۔ جو آخری اور دائمی قیام گاہ ہے جبکہ پہلے دونوں عالم عارضی قیام گاہیں ہیں۔

لہٰذا۔ کائنات کے قابلِ قیام تین عالم ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ جن کو اس کتاب میں کائنات کے دائرہ اوّل۔ دوم اور سوم کے ناموں سے تعبیر کیا ہے۔

دائرہ اوّل	عالمِ ارواح	
دائرہ دوم	عالمِ اجسام	اور
دائرہ سوم	عالمِ آخرت ہے	

گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ کائنات کا ملک تین دائروں پر مشتمل ہے۔ پہلے دو دائرے عارضی رہائش گاہیں ہیں جبکہ تیسرا دائرہ دائمی اور آخری قیام گاہ ہے۔

اب مندرجہ بالا تین دائروں کی تخلیق کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی تخلیق کا عمل کس طرح طے پا کر مکمل ہوا۔

عملِ تخلیق کی وضاحت:۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا عمل آنِ واحد میں مکمل نہ ہوا تھا بلکہ تخلیق کا عمل بے شمار زمانوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اور کئی مرحلوں میں طے پانے والا عمل ہے۔ان مرحلوں میں سے تین اہم مرحلے درج ذیل ہیں۔

1- امر کن یہ تخلیق کا پہلا مرحلہ ہے۔

Marfat.com

-2 تدلّی یہ تخلیق کا دوسرا مرحلہ ہے۔

-3 نفخ صور یہ تخلیق کا تیسرا مرحلہ ہے۔

مندرجہ بالا تینوں مرحلوں کی وضاحت ترتیب وار بیان کی جاتی ہے۔

1- امرِکن کی وضاحت

تخلیق کے اس مرحلہ سے مراد وہ دور ہے جب اللہ تعالیٰ نے امرکن صادر فرمایا تو آن واحد میں ایک ایسے جوہر کو پیدا کردیا جس میں پوری کائنات درج (پوشیدہ) تھی۔ جس طرح بڑ کا بہت بڑا درخت اپنے بہت ہی چھوٹے سے بیج کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس شے کو سب سے پہلے امرکن سے پیدا فرمایا تھا وہ شے ایک جوہر یا بیج تھا جس میں پوری کائنات پوشیدہ تھیں جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا۔

-1 اَوَّلَ ما خَلَقَ اللّٰہ نُورِی

ترجمہ: سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ میرا نور تھا۔

-2 اَوَّلَ ماخَلَقَ اللّٰہ العقل

ترجمہ: سب سے پہلی شے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ عقل وشعور ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اس کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ وہی شعور ہے اور وہی نور ہے۔

(مکتوب 76 دفتر سوم)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ تخلیق اول دورخوں کی جامع ہے۔ اور شے سے مراد نجم ہے جو دورخوں کا جامع ہے جو یہ ہیں۔

1- شعور:

شعور نجم کا وہ رخ ہے جو خالق کی طرف ہے۔ گویا صعودی رخ ہے۔ جو سب سے پہلے معراج "طوٰی" میں بصورت طالب، سالک، مرید، شاگرد اور جانثار وطواف کنندہ ہے۔

2- نور:

نور نجم کا وہ رخ ہے جو مخلوق کی طرف ہے۔ گویا نزولی رخ ہے۔ جو سب سے پہلے سفر

Marfat.com

معراج ''ھوٰی'' میں نزول کا باعث ہوا اور مقام افق اعلیٰ پر جلوہ گر ہوا جو بصورت مطلوب' محبوب' تعیم' مراد' معلم اور جانِ جاناں ہے۔ (سفرِ تخلیق ص 100)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اس بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے۔

سب سے پہلی جو چیز اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی۔ جو مخلوقات کا سبب بنی۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور وہ عالم عدم میں مستقل ٹھکانہ رکھتا۔ (مکتوب 122 دفتر سوم)

عبارت جو امام ربانیؒ کے مکتوب کا حصہ ہے اوپر درج کی گئی ہے اس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ نجم ہی محبت کا مظہر ہے۔ گویا محبت ہی کو وجود عطا کر کے نجم بنا دیا گیا تھا۔ یعنی نجم مجسم محبت ہے۔ جب نجم کو مجسم محبت کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو یہ راز ظاہر ہوتا ہے کہ محبت دو تقاضوں کی جامع ہے۔ جو یہ ہیں:

1- فراق 2- وصال

وضاحت:۔

فراق گریز:۔ فراق محبت کا وہ تقاضا ہے جو دوئی اور دوری کے اثبات کا مظہر ہے۔

وصال:۔ وصال محبت کا وہ تقاضا ہے جو دوئی اور دوری کی نفی کا مظہر ہے۔

مفہوم:۔

مندرجہ بالا دونوں تقاضوں میں سے فراق دو وجودوں کی خبر دینے والا ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان فاصلہ کو ظاہر کرنے والا ہے خواہ وہ فاصلہ بال کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ اور وصال دو وجودوں کے وصل کی ایسی طلب کو ظاہر کرتا ہے جو اس طرح مل جائیں کہ دوئی نظر نہ آئے۔ دونوں ایک ہی نظر آئیں جب وہ دونوں ایک ہی ہو گئے تو دوئی اور وصال دونوں مٹ گئے۔

نتیجہ:۔

جس طرح محبت کے دونوں تقاضے آپس میں متضاد ہیں اسی طرح شعور اور نور دونوں کے اوصاف باہمی تضاد کے حامل ہیں۔

Marfat.com

جب کائنات کی تخلیق کے عمل پر غور کیا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ کائنات کی پوری عمارت ان ہی بنیادوں پر قائم ہے۔ ان متضاد بنیاد کا عدم اعتدال ہی کائنات کی تباہی کا باعث ہو گا۔ جس طرح انسان کے وجود کے اندر یہ چار خلطوں کے عدم اعتدال سے انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اگر ان کو اعتدال پر نہ لایا جائے تو وہ مریض مر جاتا ہے۔ طبیب کا کام ان چار خلطوں کو اعتدال پر لانا ہے تاکہ کائنات کا خلاصہ قائم رہے زندہ رہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں نجم کی تخلیق اور اس کی حقیقت کی وضاحت بیان ہو چکی ہے۔ اس وضاحت کی روشنی میں جب کائنات کے دائرہ اوّل کے اجزاء اور دائرہ دوم کے عناصر پر غور کیا جاتا ہے تو یہ راز عیاں ہو جاتا ہے کہ کائنات کے دائرہ اول کے اجزاء کا باہمی اتحاد اور کائنات کے دائرہ دوم کے عناصر میں باہمی تضاد کی بنیاد نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو رخ ہیں اور ان دونوں رخوں کی تفصیل اس وقت سامنے آ جاتی ہے جب کائنات کے دائرے تشکیل پاتے ہیں۔ تو پھر یہ بات اچھی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ عالم ارواح جسے کائنات کا دائرہ اول کہا جاتا ہے وہ نجم کے باطنی رخ، شعور کا پرتو اور مظہر ہے۔ اور عالم اجساد جو کائنات کا دائرہ دوم ہے۔ وہ نجم کے ظاہری رخ، نور کا پرتو اور مظہر ہے۔ اس لیے کہ عالمِ ارواح کے اجزا باہمی اتحاد کے حامل اجساد کے عناصر باہمی تضاد کے حامل ہیں۔

تخلیق کے پہلے اور دوسرے مرحلے کے درمیانی عرصہ میں نجم کی مصروفیت

جب اللہ تعالیٰ نے نجم کو پیدا کیا تو اس کے بعد بلا تاخیر اس کو ایسی فضا میں بھیج دیا جو بہت ہی وسیع و عریض ہے۔ نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فضا میں بے شمار زمانوں تک محوِ سیر رہے۔ راقم الحروف نے اس زمانہ کو دورِ نجم کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس فضا کو سیر گاہِ نجم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کیونکہ جس فضا میں نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محوِ سیر تھے وہاں وقت بھی پایا جاتا ہے اور وہ فضا ہی ایک مقام بھی ہے۔ لیکن اس فضا میں چاند اور سورج نہ تھے اور نہ ہیں۔ جن کی وجہ سے شب و روز معرضِ وجود میں نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ نے شب و روز کو وقت اور فاصلوں کی پیمائش کے پیمانے قرار دیا ہے۔ چونکہ اس فضا میں وقت اور فاصلوں کے لیے پیمانے ہی نہیں

Marfat.com

ہیں اس لیے ماحول کو لازمان و لامکان کہا گیا ہے۔ وہ فضا رات کی مانند تاریک ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کرنا پسند فرمایا تو نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں اپنی ذات سے وصل کے شوق کا جذبہ فراواں بیدار کر دیا۔ تو نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فضا سے ایک مخصوص مقام سے عروج فرمایا۔ جسے راقم الحروف نے مقام محمودی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ محمودی سے عروج فرما کر ذات باری تعالیٰ کے حضور حاضری دی۔ اس حاضری میں نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات کی تخلیق کے پورے منصوبہ سے آگاہ کیا گیا۔ نیز ان کو اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی تربیت بھی دی گئی۔ جب نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم و تربیت سے فارغ ہوئے تو ان کو واپس اسی فضا میں بھیج دیا گیا تو جس مقام پر اتر کر آپ جلوہ گر ہوئے اس مقام کا نام ''افقِ اعلیٰ'' ہے۔ جو مقامِ محمودی کی نچلی طرف اسی سیدھ میں واقع ہے۔

نوٹ:۔

1- سب سے اوپر اور سب سے پہلا مقام = ظہور کن

2- ——— دوسرا مقام = مقام محمودی

3- ——— تیسرا مقام = ظہور تدلّی

4- ——— چوتھا مقام = افقِ مبین

5- ——— پانچواں مقام = افقِ اعلیٰ

6- ——— چھٹا مقام = عرش عظیم

7- سب سے نیچے اور سب سے آخری ساتواں مقام = اَسفل سافلین (کرہ ارض) ہے

2- تدلّی: کائنات کی تخلیق کا دوسرا مرحلہ:

تدلّی: تدلّی کا معنی و مفہوم سورہ نجم میں موقعہ اور محل کے تناظر میں ''نوری قالب'' ہے۔

(سفرِ تخلیق ص 181)

نوٹ:۔ تدلّی کا دور تدلّی کے نزول سے لے کر نفخ صور کے درمیان جتنا عرصہ پایا جاتا ہے۔ وہ تدلّی کا دور ہے۔ اس دور میں کائنات کے دائرہ اول، دوم اور سوم کی تخلیق ہوئی جن کو ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

انسان اوّل اور
کائنات کے دائرہ اوّل کی تخلیق

اشارات:۔

1- سب سے اوپر کے کنارہ کا نام ...... مقام ظہور تدلیٰ

2- سب سے نیچے کنارہ کا نام ...... مقام افق اعلیٰ

3- درج بالا دونوں مقاموں کے عین وسط کا نام ...... مقام افق مبین

4- قالب محمدی اوپر سے نیچے آیا۔یعنی مقام ظہور تدلّٰی سے نیچے آیا تھا

5- روح محمدی نیچے سے اوپر گئی۔یعنی مقام افقِ اعلیٰ سے اوپر گئی تھی

6- دونوں نوری وجودوں کا اتصال افق مبین پر ہوا۔

7- قالب (تدلیٰ) کی قوس افق مبین سے اوپر کی جانب والا حصہ ہے۔

8- روح (دنیٰ) کی قوس افق مبین سے نیچے کی جانب والا حصہ ہے۔

عملِ تخلیقِ انسان

روح محمدیؐ نے مقام افق اعلیٰ سے اوپر کی جانب عروج کیا تو اوپر کی جانب سے قالب محمدیؐ نے نیچے کی طرف نزول کیا۔دونوں ایک ہی سیدھ میں ایک دوسرے کی طرف بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ مقام افقِ مبین پر دونوں اس طرح مل گئے کہ روح نے قالب کو برقعہ کی طرح پہن لیا۔اور قالب نے روح کو اپنے اندر اس طرح چھپا لیا جیسے کسی نے جسم پر لباس کو سی دیا ہو۔

پس روح اور قالب کے ملاپ سے عبد ظہور میں آ گیا۔سب سے پہلا وہ انسان ہے جس کی تخلیق مقام افق مبین پر واقع ہوئی اور یہ سورہ نجم کی آیت **وھو بالافق الا علی ثم دنی فتدلی** کا مفہوم و مظہر ہے۔اب سورہ نجم کی اگلی آیت **فکان قاب قوسین** کے معنی اور مفہوم کو بیان کیا جاتا ہے۔

سورۃ نجم کی آیت **ثم دنی فتدلی** کے بعد جب **فکان قاب قوسین** کے الفاظ

Marfat.com

پڑھے جاتے ہیں تو معاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو قوسوں کا یہاں کیا معنی ہے؟ اور یہ دو قوسین کہاں سے آ گئیں یہ ایسا سوال ہے جس نے راقم الحروف کو مدتوں تک سوچوں میں محو رکھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے روشنی عطا فرمائی تو اس راز کو عیاں فرمایا۔ کہ یہ دو قوس کہاں سے آئیں اور یہاں کس لیے آئیں۔

عمل تخلیقِ دائرہِ کائناتِ اوّل

قاب قوسین

1- تدلیٰ جس کا معنیٰ قالب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کا جلوہ ہے۔ جو قالب کی صورت میں اپنے مقام ظہور سے اترا تھا۔ چونکہ یہ ایک نوری وجود ہے۔ اس سے نکلنے والی روشنی کی کرنوں کا حلقہ تھا جو اپنے گرد رکھتا تھا۔ جیسے جیسے قالب اوپر سے نیچے آتا گیا اس کے گرد روشنی کا حلقہ ویسے ویسے نیچے کی طرف پھیلتا گیا۔ وہ حلقہ ہی قوس ہے۔ جسے قوسِ تدلی کہا گیا۔

2- دنیٰ جس کا معنی روح ہے۔ روح محمدی ایک نوری وجود ہے۔ یہ بھی اپنے گرد روشنی کا حلقہ رکھتا ہے۔ جیسے جیسے روح نیچے سے اوپر کی طرف عروج کرتا گیا ویسے ویسے روشنی کا حلقہ وسیع ہوتا گیا۔ وہ حلقہ ہی قوس ہے۔ جسے قوس دنیٰ کہا گیا ہے۔

3- ایک طرف روح اور قالب آپس میں ملے تو دوسری جانب قوس دنیٰ اور قوس تدلی آپس میں اس طرح مل گئیں کہ ایک دائرہ بن گیا۔ پس وہ روشنی کا دائرہ ہی کائنات کا پہلا دائرہ ہے۔ جس کا مرکزی نقطہ عبد ہے۔ جو مقام افق مبین پر ظہور میں آیا۔

مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کے دائرہ اول کے تشکیل پانے کی روئیداد بیان ہو چکی اس دائرہ میں چند خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں۔

1- نوری قالب اللہ تعالیٰ کی جن قدیمی ذاتی آٹھ صفات کا جلوہ ہے۔ وہ درج ذیل ہیں۔

i- حیات ii- علم iii- ارادہ iv- قدرت v- سمع vi- بصر

vii- کلام viii- تکوین

Marfat.com

گویا قالب مندرجہ بالا آٹھ صفات کے جلوہ کا مظہر ہے یعنی قالب کے آٹھ اجزاء ہیں۔

2- یہ دائرہ شعور کا پرتو ہے۔ یعنی حقیقت احمدی کا پرتو ہے۔ اور دائرہ دوم نور کا پرتو ہے۔ یعنی حقیقت محمدی کا پرتو ہے۔ حقیقت احمدی شعور کا مظہر ہے اور حقیقت محمدی نور کا مظہر ہے۔

کائنات کے دائرہ دوم کی تخلیق اور انسان دوم کی تخلیق

اشارات:۔

1- دائرہ دوم کائنات کے پہلے دائرہ کا عکس معکوس ہے۔

2- سب سے اوپر والے کنارہ کا نام۔ افق اعلیٰ (کا عکس) ہے۔

3- سب سے نیچے والے کنارہ کا نام۔ اسفل سافلین (ظہور تدلی کا عکس) ہے۔ اور وہ کرہ ارض ہے۔

4- افق اعلیٰ اور اسفل سافلین کے درمیان عین وسطی مقام کا نام۔ عرش عظیم ہے۔ (افقِ مبین کا عکس ہے)۔

5- قالبِ آدم کو نیچے سے اوپر عرش پر لایا گیا۔ جبکہ دائرہ اول میں قالب اوپر سے نیچے افق مبین پر خود آیا تھا۔

6- روح آدم اوپر سے نیچے عرش پر لایا گیا۔ جبکہ دائرہ اول میں روح نیچے سے اوپر خود گیا تھا۔

7- قالب کی قوس عرش سے نیچے ہے۔ جو قوس تدلی کا عکس ہے۔

8- روح کی قوس عرش سے اوپر ہے۔ جو روح کی قوس کا عکس ہے۔

9- دونوں یعنی قالبِ آدم اور روحِ آدم کا اتصال عرش عظیم پر کرایا گیا۔ جس سے آدم کا وجود ظہور میں آ گیا۔

10- چونکہ عکس بے جان، بے حرکت و بے حس ہوتا ہے۔ اس لیے دائرہ دوم میں پائی جانے والی تمام اشیاء مردہ ہیں۔ از خود حرکت کرنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

Marfat.com

عملِ تخلیق

جب کائنات کا دائرہ اول مکمل ہو گیا تو اس کا عکس معکوس یعنی کائنات کا دائرہ دوم بھی قائم ہو گیا۔ جس طرح کوئی شخص شفاف پانی کی سطح پر کھڑا ہو تو اس کا عکس پانی کے اندر الٹا نظر آتا ہے۔ یعنی اس کا سر نیچے اور پاؤں اوپر کی طرف ہوتے ہیں اور وہ شخص الٹا لٹکا ہوا ہے۔ بعینہ کائنات کا دائرہ دوم بھی الٹا عکس ہے۔ جس کی وجہ سے چند باتیں قابلِ توجہ ہیں۔

i- کائنات کا دائرہ اول اصل ہے۔ اور دائرہ دوم اس کا عکس معکوس ہے۔

جس طرح پانی کی سطح پر کھڑا انسان اصل ہے۔ اور اس کا پانی میں عکس از خود حرکت نہیں کر سکتا اور نہ ہی بول سکتا ہے۔ جس طرح آئینہ میں انسان کا عکس ہوتا ہے جو اپنا وجود نہیں رکھتا۔ اگر اصل شخص آئینہ کے سامنے سے ہٹ جائے تو آئینہ میں عکس نہیں رہتا۔ اسی طرح کائنات کا دائرہ دوم بھی عکس تھا اپنا وجود نہ رکھتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے عکس کو وجود عطا فرما کر حقیقت بنا دیا۔ پھر اس میں وہ تمام صفتیں ودیعت کر دیں جو اصل میں ہیں۔ چنانچہ عکس دیکھنے والا۔ سننے والا چنانچہ وہ تمام عناصر جن سے کائنات کا دائرہ دوم تشکیل پایا وہ مردہ تھے۔

ii- چونکہ عناصر مردہ تھے اس لیے از خود حرکت کر کے متحد نہیں ہو سکتے تھے۔

iii- چونکہ دائرہ دوم کے عناصر باہمی تضاد کے حامل ہیں اس لیے یہ بھی متحد نہیں ہو سکتے۔

iv- چونکہ دائرہ دوم کے عناصر باہمی تضاد کے حامل ہیں اور دائرہ اول کے الٹ بھی ہیں جس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

1- کائنات کے دائرہ اول یعنی عالم ارواح کے اجزاء باہمی اتحاد کے حامل ہیں۔ اس لیے کہ وہ دائرہ دوم کے الٹ ہیں۔

2- چونکہ دائرہ اول کے اجزاء زندہ ہیں۔ اس لئے کہ دائرہ دوم کے عناصر مردہ ہیں۔ کیوں وہ عکس معکوس ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کے دائرہ دوم کے عناصر میں تضاد کا پس منظر سامنے آ چکا ہے کہ

Marfat.com

(نوٹ): اللہ کی قدیمی ذاتی صفات آٹھ ہیں جن کے جلوہ کا نام تدلّی ہے۔

اب اس طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ ان عناصر میں اتحاد کس لیے ضروری ہے۔

دائرہ دوم کے عناصر میں باہمی اتحاد کی ضرورت

دائرہ دوم یعنی عالم اجساد کے عناصر میں اتحاد کے لیے درج ذیل تقاضے پائے جاتے ہیں۔

1- پہلا تقاضا:۔

اس تقاضا سے مراد یہ ہے کہ دائرہ دوم کے عناصر درحقیقت دائرہ اول کے اجزاء کے عکس معکوس ہیں۔ یعنی الٹ ہیں۔ چونکہ (شاخیں) اپنے اصل کی طرف جاتی ہیں۔ یعنی اولاد اپنے والدین کی طرف جاتی ہے۔ لہٰذا عناصر کا طبعی تقاضا اپنے اصل کی طرف جاتا ہے۔ اس لیے ان کا اتحاد لازم ہے۔ تاکہ وہ اپنے اصل کے روپ میں ڈھل جائیں۔ یعنی تدلّی کے اوصاف کے حامل ہو جائیں۔

2- دوسرا تقاضا:۔

اس تقاضا سے مراد یہ ہے کہ عالم ارواح کے اجزاء کے اتحاد کے باعث عالم ارواح تشکیل پایا تھا۔ اس لیے جب تک دائرہ دوم کے عناصر کا آپس میں اتحاد نہیں ہوتا۔ اس وقت تک دائرہ دوم تشکیل نہیں پاتا۔ لہٰذا کائنات کے دائرہ دوم کی تشکیل کے لئے ان کا اتحاد لازم ہے۔ نیز کائنات کے عناصر کے اتحاد سے نئی نئی ایجادات اور ثمرات ظہور میں آتے رہیں گے۔ جس سے کائنات کی زندگی کا تسلسل قائم رہے گا۔

(نوٹ): امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مکتوب 100 دفتر سوم میں عنصر خاک کی اصالت کا ذکر کیا ہے۔

ابن فقیر حبیبی گذارش کرتا ہے کہ اگر عنصر خاک کی اصل (اصالت) ہے تو دوسرے عناصر کی بھی اصالت یقیناً ہوگی۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے عناصر اربعہ کی اصالت صفات الٰہیہ کا جلوہ ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا دونوں دائروں پر غور کیا جاتا ہے تو دائرہ اول میں قالب کے اجزاء کی تعداد آٹھ ہے۔ اور دائرہ دوم کے عناصر کی تعداد چار ہے۔ جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے۔ کہ دائرہ دوم میں قالب کے چار عناصر کے مقابل دائرہ اول کے اجزاء آٹھ ہیں۔ اس لیے ایک عنصر کے مقابل دو اجزاء آتے ہیں۔ جن کی ترتیب درج ذیل ہے۔

عنصر خاک = دو صفت کے جلوہ پر مشتمل

عنصر آب = دو صفات کے جلوہ پر مشتمل

عنصر آگ = دو صفات کے جلوہ پر مشتمل

عنصر ہوا = دو صفات کے جلوہ پر مشتمل

عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں میں روح ہے۔ جس سے عالم ارواح کے 9 اجزاء اور عالم اجسام کے پانچ اجزاء شمار ہوتے ہیں۔

سوال:۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دائرہ دوم کے عناصر کا اجتماع کیسے ہوا؟

جواب:۔ جب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دائرہ دوم کے عناصر مردہ ہیں یا وہ بے حس و بے حرکت اندھے، بہرے اور گونگے ہیں۔ تو وہ خود بخود کس اکٹھے ہو سکتے ہیں اس اشکال کا حل یہ واضح ہوتا ہے کہ ان عناصر میں جب شعور شامل ہوتا ہے تو وہ ان کی زندگی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور شعور کے داخل ہو جانے سے وہ زندہ تو ہو جاتے ہیں لیکن ان کا اتحاد کس طرح ہوا تھا۔ پس ان کے اتحاد کے لیے جن اوصاف کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1- نظم 2- حکم 3- حکمت 4- تدبیر

مندرجہ بالا وہ اوصاف ہیں۔ جن کا تعلق شعور سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب شعور کو پیدا کیا تھا۔ تو اس کو تمام اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ جن اوصاف میں مندرجہ بالا چار اوصاف بھی ہیں۔ یعنی اس کے وجود میں ہی تمام اوصاف کو ودیعت فرما دیا تھا۔ چنانچہ شعور اپنے اوصاف کے تحت متضاد عناصر کو اس طرح اکٹھا کرتا ہے۔ اور یہاں شعور سے مراد روح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی روح ہی نور و شعور ہے۔ جب روح کو قالب سے نکال لیا جاتا ہے۔ تو عناصر پہلے

Marfat.com

کی طرح بے حس و بے حرکت ہو جاتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ بکھر جاتے ہیں لیکن انبیاء علیھم السلام کے وجود اس سے مستثنیٰ ہیں۔

استنباط:۔

متضاد عناصر کے اجتماع کا باعث روح ہے۔ جو شعور ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کے دائرہ اول اور دائرہ دوم کی تخلیق و تشکیل پانے کے عمل کی وضاحت بیان ہو چکی ہے۔

اب درج ذیل عبارت میں کائنات کے دائرہ سوم کی تخلیق و تشکیل پانے کے عمل کی وضاحت لکھی جاتی ہے۔

دائرہ سوم کی تخلیق

جس طرح کائنات کا دائرہ دوم کائنات کے دائرہ اول کا عکس معکوس ہے۔ اس طرح دائرہ سوم بھی دائرہ دوم کا عکس معکوس ہے۔ چونکہ دائرہ سوم یعنی عالم آخرت قیامت کے قائم ہونے تک اسی صورت میں قائم رہے گا۔ جس صورت میں آج موجود ہے۔ لیکن جب قیامت کا بگل بجے گا یعنی اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو اس وقت ارواح سے وہ لباس جسم اتار دیا جائے گا۔ جو تدلی کا عکس معکوس ہے۔ یعنی عالم اجسام میں بنائے جانے والے قوالب (قالب کی جمع) کو اتار دیا جائے گا۔ پس لباس جسم کو اتارنے کا نام فنا ہے۔ جس کو قیامت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب فنا کا عمل مکمل ہو جائے گا تو اس کے بعد اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے تو ارواح کو نیا لباس جسم پہنا دیا جائے گا۔ لباس جسم پہنانے کے عمل میں کائنات کا دائرہ سوم عالم آخرت کی صورت میں قائم ہو کر ظہور میں آ جائے گا۔ لیکن اب کی بار جو ارواح کو اجسام عطا کیے جائیں گے وہ ان اجسام سے بالکل مختلف ہوں گے جن کو اتار لیا گیا تھا۔ لہٰذا اب عالم آخرت کی تخلیق کے عمل کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو حقیقتاً تیسرا دائرہ ہے۔ جس کو بڑا بنا دیا جائے گا۔

3- کائنات کی تخلیق کا تیسرا مرحلہ نفخ صور

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ارواح کے وہ اجسام جو تدلی کے عکس معکوس تھے یعنی

Marfat.com

مخلوقات کے موجود اجسام کو فنا کر دیا جائے گا۔ پھر دوبارہ نفخ صور جب پھونکا جائے گا تو پھر ارواح کو ایک نیا جسم عطا کیا جائے گا یعنی دائرہ عالم آخرت ظہور میں آ جائے گا۔ وہ دائرہ بھی ۲ قوسوں کے اتصال سے قائم ہوگا۔ جو درج ذیل ہیں۔

جو قوس تدلی اور قوس محمودی کا جامع ہوگا۔

قوس محمودی۔ اس قوس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت محمودی کی قوس ہے۔

Marfat.com

کائنات کی تخلیق کے مقاصد

کچھ عرصہ پہلے تک کائنات کے بارے میں جو تصور پایا جاتا تھا۔ وہ بالکل غیر واضح تھا۔ بلکہ انسانی ذہن کی رسائی سے باہر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن تحقیق سے کائنات کی تخلیق اور اس کے جو مختلف مراحل کے بارے میں کچھ سامنے آیا ہے۔ نیز کائنات کا نقشہ یعنی اس کی ہیئت وصورت کے بارے جو معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ جن کو زیر قلم کتاب کے ابتدائی صفحات پر بیاں کیا گیا ہے۔ ان معلومات کی روشنی میں کائنات کا تصور ہی نہیں بلکہ حقیقت میں کائنات انسانی ذہن میں اتر جاتی ہے۔ اور ذہن میں اس طرح سما جاتی ہے کہ ذہن کی وسعت کے مقابل کائنات چھوٹی سی نظر آتی ہے۔ جیسے شعور نے کائنات کو فتح کر لیا ہے۔ اور قرآن کریم اس بات کی تائید کرتا ہے۔ قرآن کریم میں یوں ہے۔ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ. (یعنی کائنات ایک چمکتے موتی کی مانند ستارہ ہے) گویا جب کائنات کو باہر سے دیکھا جائے تو کائنات چھوٹا سا روشن ستارہ ہے۔

جب انسان کے ذہن کی وسعت کائنات کو محیط کر لیتی ہے تو پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ جو یوں ہے۔

سوال: کائنات کی تخلیق کے مقاصد کیا ہیں۔

جواب: کائنات کی تخلیق: کے درج ذیل تین مقاصد سامنے آتے ہیں۔

1- روح محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول کے لئے کائنات کے وجود کو زینہ (سیڑھی) بنایا گیا ہے۔ تاکہ وہ زینہ بہ زینہ قدم بہ قدم نیچے اتر کر کرہ ارض پر آ جائے۔ اور روح کائناتی لباس میں ملبوس ومستور ہو کر بصورت عبد ظہور قدسی فرمائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کے ستر ہزار لباسوں میں ملبوس تھے جب ان کا اپنے والدین کے گھر ظہور قدسی ہوا تھا۔

2- کائنات کی تخلیق کا دوسرا مقصد یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا عظیم کارخانہ ہے جس میں انسان کو بنایا جاتا ہے اور جس قدر روزانہ انسان پیدا ہوتے ہیں۔ وہ کارخانہ کائنات کی ایک دن کی پیداوار (Production) ہے۔

Marfat.com

3- کائنات کی تخلیق کا تیسرا مقصد یہ واضح ہوتا ہے جس انسان کی تخلیق کے لیے اس قدر عظیم کارخانہ بنایا پھر اس کارخانہ کو رواں دواں رکھنے کے لیے انتظامیہ کے لشکر پیدا کیے۔ اور کائنات کے تمام وسائل اس کی تخلیق کی خاطر وقف کر دیے اس انسان کو اپنی عبادت کی خاطر پیدا کیا۔ پھر اس کی رہنمائی کی گئی۔ رہنمائی حاصل کرنے والے کے لیے دائمی آسودگی سے آراستہ عشرت کدہ دے دیا گیا۔ تاکہ وہ اپنی دائمی زندگی بسر کرے اور وہ مقصد حیات کو پالے یعنی اپنے محبوب خالق کا ہم نشین ہو جائے۔ اور جس نے رہنمائی قبول نہ کی اس کو اپنی ہم نشینی سے محروم کر دیا۔ پھر اُسے ایسی دردناک عذاب گاہ میں ڈال دیا گیا۔ جس سے کبھی آزاد نہ ہو سکے گا۔ یعنی رہنمائی نہ قبول کرنے والے کے لیے تین عذاب ہیں۔ ایک ہم نشینی سے محرومی دوسرا عشرت کدہ سے محرومی اور تیسرا دائمی عذاب گاہ میں قید۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں رکھ اور صراط مستقیم پر قائم رکھ۔

وضاحت:۔

کارخانہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

1- عالم ارواح: عالم ارواح سے مراد کارخانہ کائنات کا وہ حصہ ہے۔ جو مخلوق کی روحوں کی عارضی قیام گاہ ہے۔ جہاں سے ارواح کو عالم اجسام کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

2- عالم اجساد: عالم اجساد سے مراد کارخانہ کائنات کا وہ حصہ ہے۔ جس میں مخلوق کے ہر قالب کو تیار کیا جاتا ہے۔ پھر اُس میں روح کو داخل کر کے زندہ جاوید بنا دیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اجسام کی عارضی قیام گاہ ہے۔

3- عالم آخرت: عالم آخرت سے مراد کارخانہ کائنات کا وہ حصہ ہے۔ جو دائمی اور آخری قیام گاہ ہے۔

کارخانہ کائنات کی انتظامیہ کا صدر دفتر عالم اجساد کا وہ مقام ہے جس کو عرش کہا گیا ہے۔ کائنات کی پوری انتظامیہ اسی مرکزی دفتر سے کنٹرول کی جاتی ہے۔

Marfat.com

عالم مثال: اس عالم سے مراد کائنات کا وہ شعبہ ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے آج کل بڑے بڑے اداروں میں کام کی اور کام کرنے والے افراد کی نگرانی کے لیے واچ اینڈ وارڈ کا سسٹم قائم کر رکھا ہے۔ جس کے لیے T.V سیٹ پر ہر شعبہ کی نقل و حرکت کو مرکزی دفتر میں بیٹھے دیکھا جاتا ہے۔ ایسے ہی عالم مثال ہے۔ کائنات کی انتظامیہ کے لیے ایک سکرین ہے جس پر پوری کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مثال (فلم) اس سکرین پر آ رہی ہے۔ اسے عالمِ مثال کہا گیا ہے۔ عالم مثال صرف فلم دیکھنے کی جگہ ہے۔ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور عالم مثال عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان واقع ہے۔

عالم برزخ: اس عالم سے مراد کارخانہ کائنات کا وہ حصہ ہے۔ بلکہ عالم اجسام کا وہ حصہ ہے۔ جس میں وہ افراد جو اپنی ظاہری زندگی میں کاروبار زندگی سرانجام دے رہے تھے۔ اپنا کام ختم کر چکے تو عالم آخرت کے لیے ایسی انتظارہ گاہ میں چلے گئے جس میں وہ قیامت تک رہیں گے۔ اس عالم برزخ میں بھی دائمی قیام گاہ کے لیے تیاری کرائی جاتی ہے۔ یہ حصہ عالم اجسام میں شامل ہے۔ کچھ دیر انسان ظاہری زندگی اس عالم میں بھی گزارتا ہے۔ پھر مرنے کے بعد دوسری زندگی گزارتا ہے۔ قیامت کے بعد اس جہاں سے اگلے جہاں منتقل کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

نظامِ حکومت کی تقسیمِ کار

ہر حکومت کا نظام دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- آئین کی حکمرانی

2- قانون کی حکمرانی

وضاحت:۔

1- آئین کی حکمرانی: اس حکمرانی سے مراد آئین کی رو سے ملک کا سربراہ صدر ہوتا ہے۔ جس کے ذمہ آئین کی حفاظت اور نگرانی ہوتی ہے۔ اور اس غرض کی خاطر اس کے ماتحت دو شعبے ہوتے ہیں۔

i- عدلیہ

ii- دفاع

وضاحت:۔

i- عدلیہ کا شعبہ ملک کی نظریاتی حدود کی حفاظت کرنے پر مامور ہوتا ہے۔

ii- دفاع کا شعبہ ملک کی ارضی حدود کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے۔

2- قانون کی حکمرانی: اس حکمرانی سے مراد آئین اور قانون کی رو سے ملک کی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔ جس کی ذمہ داری قانون کا نفاذ ہے۔ نیز وہ صدر کا معاون ومشیر بھی ہوتا ہے۔ وزیر اعظم کے ماتحت دو شعبے ہوتے ہیں۔

i- داخلی امور

ii- خارجی امور

وضاحت:۔

i- داخلی امور میں وہ تمام وزارتیں شامل ہیں جو ملک وقوم کی فلاح اور بہبود کے لیے مصروف ہوتی ہیں۔

Marfat.com

ii- خارجی امور میں وہ تمام سفارت خانے شامل ہیں جن کے سفیر دوسرے ملکوں میں اپنے ملک کے نمائندہ کی حیثیت سے اپنے ملک کے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔

تکوینی حکومت کا پسِ منظر

جب تکوینی حکومت پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسی حکومت میں حزب مخالف کا کردار بھی یقیناً ہوگا۔ چنانچہ جب اس نقطہءنظر سے دیکھا جاتا ہے تو تکوینی حکومت کے دو دور نظر آتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1- عبوری حکومت کا دور

2- حقیقی حکومت کا دور

وضاحت:۔

چونکہ کائنات میں نوعِ اجنہ اور نوعِ انسان دونوں کو عبادت کا مکلّف بنایا گیا ہے۔ دونوں کے لیے اجر (ثواب اور عذاب) مقرر کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دونوں کے لیے جنت اور دوزخ میں قیام مقرر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسا واضح ہوتا ہے کہ وہ دور جو ابلیس کی پیدائش سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا دور ہے۔ اس دور میں ابلیس کو تکوینی حکومت کا سربراہ یعنی وزیر اعظم بنایا گیا تھا۔ یعنی وہ عبوری وزیر اعظم تھا۔

اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کے بغیر ابلیس کو ہرگز نہیں نکالا یقیناً ابلیس سے آئین کے تحت حلفِ وفاداری لیا ہوگا۔ کیونکہ وہ عبوری وزیر اعظم تھا۔ لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو ابلیس سے کہا گیا کہ تو نے وزارتِ عظمیٰ کا اقتدار حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ کرنا ہے۔ تو یقیناً اس نے پس وپیش کی کوشش کی ہو گی۔ اور یہ بات اس امر سے اخذ کی جاتی ہے جب ابلیس کو فرشتوں کا سردار بنایا گیا تھا۔ تو اس منصب سرداری میں کیا کوئی کام بھی اس کے سپرد تھا جو اس سے لیا جاتا تھا۔ یا صرف ان کے ساتھ مل کر تسبیح کرنا تھا۔ جب فرشتوں کی سرداری ہوگی تو یقیناً اس کو عہدہ کے ساتھ ذمہ داری بھی سونپی گئی ہوگی۔ اگر ایسا تھا تو پھر وہ عبوری وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ تھا۔ جو اس کو دیا گیا تھا۔

Marfat.com

جب اس نے اقتدار حضرت آدم کو دینے میں حیل و حجت سے کام لیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ جس میں ابلیس بھی شامل تھا۔ کہ اسجدو الادم یعنی آدم کے لیے سجدہ کرو۔ تو فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس لعین نے سجدہ نہ کیا۔ تو اس سے اقتدار چھین لیا گیا۔ اور حکومت کے صدر مقام سے نکال دیا گیا۔ لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست پیش کر دی کہ مجھے حزب مخالف کا قائد بنا دیا جائے۔ درخواست مہلت میں یہ بات شامل نہیں تھی۔ اِس کا ظہار ابلیس نے مہلت مل جانے کے بعد کیا تھا۔ غ م۔ تا کہ آدم اور آدم کی اولاد سے عداوت کا بدلہ چکا سکوں۔ لہٰذا قیامت تک زندگی دی جائے۔ چنانچہ اس کی درخواست کو قبول کر لیا گیا۔ تو وہ اس دن سے بحیثیت قائد حزب مخالف چلا آ رہا ہے۔

علماء کرام کی خدمت عالیہ میں نہایت ادب واحترام سے درخواست ہے کہ مندرجہ بالا عبوری حکومت کے بارے میں بڑے ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ اور اگر یہ بات قرآن و حدیث سے اخذ نہ ہو سکے تو اس کو ہرگز قبول نہ کریں۔ لیکن دوبارہ گزارش ہے کہ اس امر میں جلدی نہ کریں یعنی جلدی میں اس کو رد نہ کریں۔

علماء گرامی قدر سے دوسری گذارش ہے اگر ابلیس لعین قائد حزب اختلاف ثابت ہو جاتا ہے اور وہ ہے۔ تو یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تکوینی حکومت کے پہلے حقیقی وزیر اعظم ہیں۔ جس کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی یوں رقمطراز ہیں۔

> یہ عارف جو قیومیتِ اشیاء کے منصب پر مقرر ہوا ہے۔ یہ وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ کہ مخلوقات کی مہمات اس کی طرف راجع ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انعامات بادشاہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن ان کی وصولی وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابوالبشر حضرت آدم علی سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ اور یہ بلند منصب اصل میں تو انبیاء اولو۔ العزم علیھم الصلوۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور ان بزرگواروں کی تبعیت اور وراثت میں جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف کریں۔

Marfat.com

برکریماں کارہادشوارنیست

اور وارثانِ کتاب میں سے جو کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں پہلی جماعت یہی اپنی جان پر ظلم کرنے والی ہے۔ جو کہ وزارت وقیومیت کے منصب سے مشرف ہوئی ہے۔

(مکتوب نمبر 74 دفتر سوم)

مندرجہ بالا عبارت جو مکتوب 74 دفتر سوم کا حصہ ہے' کی چند باتیں قابلِ توجہ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

☆ ''یہ عارف جو قیومیت اشیاء کے منصب سے مقرر ہوا ہے''۔

1- اس فقرہ میں ''یہ عارف' سے مراد خود مجدد الف ثانی کی ذات مراد ہے۔

2- قیومیت سے مراد وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ ہے۔

3- اوالولعزم انبیاء سے مراد وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جن پر شریعت اتری۔ لیکن اس منصب پر فائز ہونے والے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

4- تبعیت سے مراد اتباع ہے۔ اور وراثت سے مراد جو انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرنے والا ہے۔ وہی ان کا وارث ہے۔ جو اتباع نہیں کرنے والا وہ ہرگز انبیاء کی وراثت سے حصہ نہیں پاسکتا۔

اے دوست! امام ربانیؒ شریعت کی اتباع کے سات درجات بیان فرماتے ہیں۔ لیکن جب کوئی قیومیت کے درجہ سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ تو اس کی اتباع اس معنی میں ہوگی کہ وہ رسول اکرمؐ کی اتباع میں امور کائنات کو کس طرح انجام دیتا ہے۔ یہ اتباع شریعت سے الگ اتباع ہے۔ اس اتباع کا تعلق آئین کائنات سے ہے نہ کہ شرعی امور سے۔

(مکتوب 74 دفتر سوم ص 1188\93)

مکتوب کی عبارت سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام تک اور اس کے بعد وزارت عظمیٰ کا قلمدان ان کی امت کے افراد کے سپرد کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا عبارت میں درج ذیل باتیں واضح ہو چکی ہیں۔

1- عبوری وزیر اعظم ابلیس تھا۔ جو بعد میں قائد حزبِ اختلاف بنا ہے۔

2- سب سے پہلے حقیقی وزیر اعظم حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

3- چونکہ نوع اجنہ سے ابلیس قائد حزب اختلاف ہے۔ اس لیے یہ لازم آتا ہے کہ حزب اقتدار نوعِ انسانی سے ہو۔

4- چونکہ قائد حزبِ اختلاف قیامت تک قائم رہے گا۔ لہٰذا قیامت تک کائنات کے وزیر اعظم بنی نوع انسان سے مقرر ہوتے رہیں گے۔

5- جب حزب اقتدار اور حزب اختلاف ''دو جماعت'' قائم ہیں تو پھر ان میں عداوت بھی باقی ہے۔

6- چونکہ حزب اقتدار بھی اپنی فوج اور لشکر رکھتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ قائد حزب اختلاف بھی اپنے زیر اثر فوج اور لشکر رکھتا ہو۔

7- عالم دنیا دونوں جماعتوں کے لیے میدان کارزار ہے۔ جو جتنی **بہادری اور جرات** سے دشمن کا مقابلہ کرے گا کل قیامت کے دن اسے اسی **نسبت سے نواز جائے گا**۔ اور مخالف کو اسی نسبت سے عذاب دیا جائے گا۔

8- قیامت کا دن انعام و اکرام کے تقسیم کرنے کا دن ہو گا۔ **حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام** (Recommend) کرنے والے ہوں گے۔ **اور اللہ تعالیٰ** اعزازات اور انعامات عطا کرنے والا ہو گا۔

تکوینی حکومت کا نصب العین

چونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تکوینی حکومت سے مراد پوری کائنات پر حکومت کرنا ہے۔ اور اس حکومت کا مرکزی مقام عرشِ عظیم ہے۔ جو کائنات کے عالم اجساد (اجسام) کے مرکز میں واقع ہے۔ عالم ارواح اس کے اوپر کی طرف واقع ہے۔ اور عالم آخرت اس کے نیچے کی طرف واقع ہے۔ اتنی بڑی کائنات پر حکومت کرنے والے ارکانِ سلطنت کے سامنے حکومت

Marfat.com

کرنے کا جو نصب العین ہے۔ وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیداوار حاصل کی جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے عالم ارواح اور عالم اجساد ہمہ وقت بلا کسی توقف کے اس کام میں مصروف ہیں اور جس قدر پوری کائنات میں وسائل ہیں وہ اسی کام کے لیے وقف ہیں۔ پرند۔ چرند۔ حیوانات و نباتات تمام افراد و انواعِ کائنات اپنے مخدوم یعنی بنی نوع انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں گویا انسان مخدوم کائنات اور مقصودِ کائنات ہے۔ جب کائنات سے انسان کی پیداوار تیار کر کے کرہ ارض پر ڈال دی جاتی ہے۔ تو اس وقت تشریعی حکومت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جونہی حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں پہلی اولاد پیدا ہوئی اسی وقت سے تشریعی حکومت کا آغاز ہو گیا تھا۔

ایک طرف حضرت آدم علیہ السلام تکوینی حکومت کے وزیراعظم تھے تو دوسری طرف وہ تشریعی حکومت کے امیر تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تشریعی حکومت کیا ہے؟

جواب: تشریعی حکومت کا دائرہ حکومت کرہِ ارض ہے۔ جب کہ تکوینی حکومت کا دائرۂ حکومت پوری کائنات ہے۔

کرہ ارض اور کائنات کی آپس میں نسبت

کرہ ارض کائنات کا سب سے نچلا حصہ ہے۔ اور کائنات کے حجم کے مقابلہ میں اس کا حجم اتنا چھوٹا ہے کہ کسی شمار میں نہیں آتا۔ اگر مچھر کے پر (بازو) کے برابر بھی ہو تو غنیمت ہے۔ لیکن کرہ ارض تو مچھر کے بازو (پر) کے برابر بھی نہیں ہے۔ پھر اندازہ کریں کہ جب کرہ ارض کائنات کے حجم کے مقابل اتنا چھوٹا ہے۔ تو پھر انسان کے وجود کی کیا حیثیت اور نسبت ہے۔ انسان تو قابلِ ذکر ہی نہیں۔

اس کے باوجود کہ انسان بہت چھوٹا ہے اور قابل ذکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت ہے کہ اس کو پوری کائنات کا وزیراعظم بنا دیا ہے اور وہ پوری کائنات کے کاروبار کو بڑے احسن طریقے سے انجام دینے میں مصروف ہے۔ یہ پورا کاروبار ایک حیرت کدہ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جس انسان کو کائنات پر وزیراعظم مقرر کرتا ہے۔ اس کی پرورش اور تربیت روحانی اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ کائنات کے برابر بلکہ اس سے بڑا بنا دیا جاتا ہے۔ تب اس کو یہ منصب عطا کیا جاتا

Marfat.com

ہے۔اس بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ کا مکتوب 30 دفتر سوم کا مطالعہ لازم ہے۔جس میں سے ایک فقرہ یہاں لکھا جاتا ہے۔

''قطرہ کو دریا بنا دیں گے۔اور تنکے کو پہاڑ کر دیں گے''

تشریعی حکومت کا نصب العین

تشریعی حکومت تکوینی حکومت کا حصہ ہے۔لیکن اس کا نصب العین بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت اور اس کی فلاح و بہبود ہے۔

تعلیم و تربیت سے مراد یہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان میں سے ایسے افراد کو تیار کرنا ہے جو تکوینی حکومت کے لیے موزوں ہوں نیز ایسے افراد کو تیار کرے جو اگلی نسلوں کی تعلیم و تربیت کر سکیں۔اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بنی نوع انسان موجود نہ ہوں اور ان میں سے شریعت پر عمل کرنے والے لوگ کرہ ارض پر موجود نہ ہوں۔تشریعی حکومت کا بنیادی مقصد کرہ ارض پر قانون شریعت کا نفاذ ہے۔جس سے کرہ ارض پر جنت کا ماحول پیدا کرنا مقصود ہے۔تشریعی حکومت بنی نوع انسان پر حکومت کا نام ہے۔اور

تکوینی حکومت کائنات کے کارخانہ پر حکومت کرنا مراد ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں جو باتیں واضح ہو چکی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

-1 حکومتیں دو قسم پر ہیں۔

-i تکوینی حکومت جو پوری کائنات پر حکومت کا مفہوم ہے۔

-ii تشریعی حکومت جو پورے کرہ ارض پر حکومت کا مفہوم ہے۔

-2 تکوینی حکومت کا نصب العین بنی نوع انسان کی پیداوار کو حاصل کرنا ہے۔

-3 تشریعی حکومت کا نصب العین بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود ہے۔

-4 جس طرح کرہ ارض کائنات کا حصہ ہے۔اسی طرح تشریعی حکومت تکوینی حکومت کا حصہ ہے۔

-5 حضرت آدم علیہ السلام کائنات کے پہلے حقیقی وزیر اعظم تھے۔تو جب اولاد پیدا ہوئی تو

Marfat.com

ان کی تربیت کے لیے تشریعی حکومت کے امیر تھے۔

6- حضرت آدم علیہ السلام ایک طرف بحیثیت وزیر اعظم کائنات، بنی نوع انسان کی تخلیق میں مصروف تھے تو دوسری طرف وہ اس دنیا میں اپنی اہلیہ کے بطن سے اولاد کو جنم دینے میں مصروف تھے۔ باطنی طور پر بنی نوع انسانی کی تخلیق میں اور ظاہری طور پر بنی نوع انسان یعنی اپنی اولاد کی ولادت کے کام میں مصروف تھے۔

7- اولادِ آدم جیسے جیسے پیدا ہو رہی تھی وہ کرہ ارض کو آباد کرنے میں مصروف تھی۔ تو دوسری طرف اپنے اعمال صالح سے جنت کی زمین کو آباد کرنے میں مصروف تھی۔ اور جو اولاد اپنے باپ کی اتباع سے منکر تھی وہ دوزخ کو آباد کرنے میں مصروف تھی، یعنی تشریعی حکومت کے ثمرات حاصل ہو رہے تھے۔

8- یہ تمام کارروائی خواہ وہ تکوینی حکومت میں طے پانے والی ہو یا تشریعی حکومت میں۔ اس تمام کارروائی کو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے کنٹرول کرنے والے ہیں۔ کوئی چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا کام ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ سے طے پاتا ہے۔

9- کائنات پر حکومت کا نام تکوینی حکومت اور خلاصہ کائنات (انسان) پر حکومت کا نام تشریعی حکومت ہے۔

اے میرے ہمسفر دوستو! قرآن کریم میں ایسے ایسے محیر العقول واقعات درج ہیں کہ انسان کی عقل از خود ان کی حقیقت تک ہرگز رسائی نہیں پا سکتی جب تک عقل کو قرآن روشنی عطا نہ کرے۔ اور قرآن کی روشنی کو بڑھانے کے لیے احادیثِ نبوی ﷺ کی توانائی (تیل) درکار ہے۔ ان دونوں کی موجودگی محیر العقول باتیں بڑی آسانی سے حل کر کے حیرانی کو دور کر دیتی ہے۔ نیز ایک اور حیرانی عطا کر دیتی ہے۔

وہ حیرانی یہ ہے کہ اے خدایا میں جن باتوں پر حیران تھا وہ اس قدر آسان نظر آتی ہیں کہ ان کے مشاہدہ پر حیران ہوں۔

اے دوست جب تخلیق کے سفر پر غور کیا جاتا ہے جس کا حال کتاب ''سفر تخلیق'' میں

Marfat.com

درج ہے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا کی تھی وہ نجم ہے۔ نجم ایک چھوٹے سے ذرہ کی مانند نوری وجود ہے۔ جس سے چھوٹا کوئی دوسرا ذرہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے حجم میں لاریب بے مثل ہے۔ جب اس نجم کے وجود سے اس قدر عظیم کائنات بنا دی پھر اس سے کائنات کا چھوٹا ماڈل (خلاصہ) انسان بنا دیا۔ پھر اس انسان کے قلب کے اندر ایک ایسے چھوٹے سے ذرہ کی مانند نوری وجود کو رکھ دیا۔ جو اس نجم کا عکس و پرتو ہے۔ جسے فواد کہا گیا ہے۔ وہی ایٹم ہے۔

گویا تخلیق کے عمل کو انگریزی میں یوں کہا جاسکتا ہے۔

The Creation Travels from Micro to Macro

ترجمہ: تخلیق کے عمل کا سب سے چھوٹے ذرہ سے شروع ہو کر کائنات کی صورت اختیار کر جانا پھر کائنات کے عظیم وجود سے واپسی ہو کر ذرہ کی صورت میں آ جانا سفر تخلیق ہے۔

آج کے جدید دور میں سائنس نے اتنی ترقی کی ہے کہ ایٹم جو ایک چھوٹا سا ذرہ ہے۔ اس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کرہ ارض پر پھینکا جائے تو اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ حالانکہ وہ ایٹم ابھی تک سائنسدانوں کے مشاہدہ میں نہیں آیا۔ جو پوری کائنات کو فنا بھی کر سکتا ہے۔ اور سائنسدان اس کی مدد سے پوری کائنات کی نگرانی (Watch) بھی کر سکتے ہیں۔ وہ انسان کے قلب کے اندر پایا جاتا ہے۔ جو نجم کا عکس اور پرتو ہے۔

Marfat.com

عرش کا تعارف

عرش ایک ایسا شاہی تخت ہے جس پر کائنات کا بادشاہ جلوہ گر ہے۔ اور جب سے کائنات کا ڈھانچہ مکمل ہوا ہے۔ اسی لمحہ سے شاہی تخت پر وہ بادشاہ جلوہ گر ہے۔ اور وہ اس وقت تک اس تخت پر جلوہ گر رہے گا جب تک قیامت قائم نہیں ہو جاتی اور قیامت کا دور گزر نہیں جاتا۔

اللہ تعالیٰ اس روئداد کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے۔

- i- کائنات ایک ملک ہے جس کا نام قرآن پاک میں ''کوکب'' ہے۔
- ii- ملکِ کائنات کے شاہی تخت کا نام قرآن پاک میں ''عرش'' ہے۔
- iii- ملکِ کائنات کے بادشاہ کا نام قرآن پاک میں ''الرحمٰن'' ہے۔
- iv- عرش پر الرحمٰن کے جلوہ گر ہونے کا نام قرآن پاک میں ''استوا'' ہے۔
- v- ملکِ کائنات پر حکومت کرنے کا نام ''تکوینی حکومت'' ہے
- vi- ملکِ کائنات کے آئین کا نام ''قرآن'' ہے۔
- vii- سرکاری زبان ''عربی'' ہے۔

گویا عرش ایسا شاہی تخت (محل) ہے جس میں ملک کائنات کا بادشاہ جلوہ گر ہے اور حکومت کر رہا ہے۔ جس کو نہ نیند ہے نہ اونگھ ہے یعنی سدا بیدار ہے۔

عرش کی جگہ کے انتخاب کی ترجیحات

جس طرح دنیاوی ملکوں کے بادشاہ یا حکمران اپنے اپنے ملک میں ایسے مقام کو شاہی تخت (محل) کے لیے پسند اور منتخب کرتے ہیں جس میں درج ذیل خوبیاں ہوں۔

1- ملک کے طول و عرض کے لحاظ سے کسی ایسی جگہ کو پسند کیا جاتا ہے۔ جو چاروں طرف سے مرکزی مقام ہو۔

2- وہ مرکزی مقام ایسی جگہ ہو جو دفاعی اور جنگی لحاظ سے محفوظ ہو۔

Marfat.com

-3 وہ مرکزی مقام پیداواری صلاحیتوں کے لحاظ سے زرخیز اور مالا مال ہو۔

جب اس نقطۂ نظر سے دنیاوی بادشاہوں کے طرز عمل و فکر کو دیکھا جاتا ہے۔تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیاوی بادشاہ درحقیقت اس حقیقی بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے طرزِ فکر و عمل کے عکس و پرتو ہیں یا اس کی نقل کرنے والے ہیں۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پیدا کردہ ملکِ کائنات میں حکومتی کے لیے جن امور کو پسند فرمایا وہ درج ذیل ہیں۔

-1 تختِ شاہی یعنی عرش کا محل وقوع

-2 عرش کے لیے محفوظ مقام ہونا

-3 پیداوار کے لحاظ سے مالا مال علاقہ ہونا۔

مندرجہ بالا ترجیحات کی وضاحت درج ذیل ہے۔

-1 پہلی ترجیح:۔

عرش کا محل وقوع تین طرح پر واقع ہے۔جو یہ ہیں۔

-i پہلا محل وقوع:۔

عرش دائرہ دوم یعنی عالم اجساد کے وسط میں عرضاً واقع ہے۔کائنات کا نصف دائرہ عرش سے اوپر کی جانب واقع ہے اور نصف دائرہ نیچے کی طرف واقع ہے۔عرش سے اوپر والے حصہ کو عالم امر اور نیچے والے حصہ کو عالم خلق کہا جاتا ہے۔عرش ان دونوں کے درمیان واقع ہے۔

-ii عرش کا نشان اِنسان کے اندر کس مقام پر واقع ہے؟

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کائنات کا خلاصہ ہے اور اسی بنیاد پر کائنات کو شخص کبیر اور انسان کو شخص صغیر کہا جاتا ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان کو بڑا کیا جائے جیسے غبارہ میں ہوا بھر دی جائے تو بہت بڑا بن جاتا ہے۔اس طرح انسان کو اگر بڑا بنا دیا جائے تو انسان کا ڈھانچہ شخص کبیر یعنی کائنات کے ڈھانچہ پر منطبق ہو جاتا ہے۔جب وہ منطبق ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کا سینہ عرش کے مقابل ہے۔گویا سینہ عرش کا قائم مقام ہے۔جب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کا سینہ کائنات کے سینہ کے قائم مقام ہے۔تو پھر

Marfat.com

انسان کے سینہ کے مرکزی مقام سے اندازہ کرلیا جاتا ہے۔ کہ عرش کا حقیقی وجود کہاں ہے۔ لہٰذا انسان کے سینہ کا مرکزی مقام وہ ہے جسے اطباء نے فمِ معدہ (معدہ کا منہ) کہا ہے۔ اور اہل تصوف نے اس جگہ کو لطیفہ اخفیٰ کا مقام کہا ہے۔ وہ جگہ انسان کی ناک کی سیدھ میں نیچے واقع ہے۔ جہاں پر سینہ کی ہڈی ختم ہو جاتی ہے اور پیٹ شروع ہوتا ہے۔ سنگم کی یہ جگہ ہی سینہ کا مرکزی مقام ہے۔ اسی طرح عرش کا نمونہ بھی اسی جگہ واقع ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عرش کی صورت کیسی ہے۔

جب مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں عرش کی صورت کے بارے میں غور و فکر کیا جاتا ہے تو قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے رہنمائی ملتی ہے۔

القرآن

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○ ھُود ہ آیت 7

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا۔ (زمین کی تخلیق سے قبل اس کی قدرت و حکمت کی نشاندہی پانی کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی تخلیق میں بھی پانی کے لطیف تعلق کو باقی رکھا) تاکہ تم کو آزمائے کہ کون (اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاکر) تم میں سے نیک عمل کرتا ہے۔ اور (مسلمان تو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن) اگر آپ (کافروں سے) کہیں کہ تم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جاؤ گے۔ تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (اس میں اثر ضروری ہے لیکن اس میں صداقت نہیں یہ ہم پر چلنے والا

Marfat.com

نہیں۔)

مندرجہ بالا آیت پر غور کریں تو جو مفہوم واضح ہوتا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

مفہوم:۔

اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا تھا۔لیکن ان کی تخلیق سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔گویا عرش اور پانی پہلے موجود تھے۔اس کے بعد زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا۔ اور سب سے آخر میں انسان کو پیدا کیا تھا۔لیکن یہ عجیب معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کو پانی پر رکھنے کا باعث انسان کے بہترین اعمال کے لیے کسوٹی ہے۔

غور کریں تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو اعمال کی کسوٹی کس حکمت کے تحت کہا ہے؟

i- اس دنیا میں جب زندگی میں دریا یا سمندر کو دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے تو پانی کی سطح پر کشتیاں اور جہاز نظر آتے ہیں۔ جب اس تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔تو پھر وہ پانی جو زیر عرش ہے وہ سمندر کی مانند نظر آتا ہے جس پر عرش ہے اور عرش سطح سمندر پر ایک محل ہے جو کشتی یا جہاز کی صورت میں بنا ہوا ہے۔(واللہ اعلم)

ii- دوسری بات یہ اخذ ہوتی ہے کہ عرش پانی کی سطح پر ایک جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے۔اس لیے کہ وہ پوری کائنات کا محور ہے۔اگر وہ اپنی جگہ پر قائم نہ ہو تو پوری کائنات کا توازن بگڑ جائے گا۔کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔گویا عرش کائنات کے میزان (ترازو) کا مرکزی نقطہ ہے۔وہ اپنی جگہ سے ہرگز ہل نہیں سکتا۔اور کائنات اس کے گرد گردش کرتی ہے۔

iii- تیسری بات یہ اخذ ہوتی ہے کہ عرش جو سطح سمندر پر رکھا ہوا ہے۔اس کے توازن کو قائم رکھنے کی ہمہ وقت ضرورت ہے اور اس غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔جو عرش تھامے رکھتے ہیں۔

iv- چوتھی بات جس کی ہمیں جستجو ہے وہ یہ ہے کہ عرش کو پانی پر اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس

(ترجمہ فیوض القرآن سورہ ھود 11 آیت 7)

Marfat.com

سے بہترین کارکردگی جانچی جا سکے۔ اور جس شخص کی کارکردگی سب لوگوں سے اچھی ہو اس کو بہترین قرار دیا جائے۔

اب چند سوال پیدا ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1- انسان کی بہترین کارکردگی کا تعلق پانی پر عرش سے ہے تو اللہ تعالیٰ کس طرح کارکردگی کو پرکھتا ہے؟

2- کس مقصد کے لیے پرکھتا ہے۔

3- جب کوئی خوش نصیب پرکھ میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کو کیا انعام دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔

مگر جب ایک عام انسان اس معاملہ پر غور کرتا ہے تو یہ بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مرد میدان کو کوئی عظیم منصب عطا فرماتا ہے جب اس تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو انسان کے اعمال کی کسوٹیاں دو طرح پر ہیں۔ ایک کسوٹی عرش ہے اور دوسری کسوٹی موت ہے۔ جن کی تفصیل اگلے صفحات پر درج ہے۔

Marfat.com

عرش اور موت بطور کسوٹی برائے اعمال

اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہترین کارکردگی کے لیے جو معیار مقرر فرمایا ہے۔اس کے معیار کی دو کسوٹیاں مقرر کی ہیں جو یہ ہیں۔

1- عرش

2- موت

وضاحت:۔

1- عالم بالا میں انسانی کارکردگی کی کسوٹی کے لیے عرش کو پانی پر رکھا گیا۔

2- عالم زیریں میں انسانی کارکردگی کی کسوٹی کے لیے موت کو پیدا کیا گیا۔

القرآن:

1- كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَ كُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَن عَمَلًا ط

2- اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاتَ لِیَبْلُوَ کُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنَ عَمَلًا ط

ترجمہ:

1- اس کا عرش پانی پر (تھا)۔ تاکہ آزمائے تم کو۔کون تم میں سے اچھا کام کرتا ہے۔1

2- جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے کہ تم میں سے کون اچھا کام کرتا ہے۔2

تفسیر:1- یعنی سارے نظام کی تخلیق وترتیب سے مقصود تمہارا بسانا اور امتحان کرنا ہے۔کہ کہاں تک اس عجیب وغریب نظام اور سلسلہ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت کرتے اور مخلوقاتِ ارضی وسماوی سے منقطع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجالاتے ہو۔یہ مقام تمہاری سخت آزمائش کا ہے۔مالک حقیقی دیکھتا ہے۔

1 (ترجمہ سید محمود الحسنؒ سورہ ھود 11 آیت 1)

2 (ترجمہ سید محمود الحسنؒ سورہ الملک۔آیت 2)

Marfat.com

کہ تم میں سے کون سا غلام صدق و اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا ہے۔ اور فرائضِ بندگی انجام دیتا ہے۔

تفسیر: 2- یعنی مرنے جینے کا سلسلہ اسی نے قائم کیا۔ ہم پہلے کچھ نہ تھے۔ (اسے موت ہی سمجھو) پھر پیدا کیا۔ اس کے بعد موت بھیجی۔ پھر مرنے کے بعد زندہ کیا۔ موت و حیات کا سلسلہ اسی لیے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کی جا سکے۔ کہ کون برے کام کرتا ہے' کون اچھے اور کون اچھے سے اچھے (عمل کرتا ہے)۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلایا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا۔ اور موت نہ آتی تو لوگ مبداء و منتہیٰ سے غافل ہونے اور عمل چھوڑ دیتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو اچھے برے کا بدلہ کہاں ملتا۔ 1

مندرجہ بالا عبارت پر غور کرنے سے جو مفہوم واضح ہوتا ہے وہ یوں ہے۔

مفہوم:- پوری دنیا میں جتنے لوگ اعمال صالح کرنے میں مصروف ہیں گویا وہ لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ میں مصروف ہیں۔ ان میں سے جو سب سے اول آئے گا۔ وہی بہترین کھلاڑی ہے۔ جو مرد میدان ہے جس کی کارکردگی سب سے احسن ہے۔ اور ایسا مرد میدان صرف ایک ہی ہو سکتا ہے جس کی نشاندہی دونوں آیات میں لفظ اَیُّکُمْ کرتا ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ مرد میدان دنیا میں اکیلا ہی ہوتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اتنی بڑی کامیابی پر اس کو کس طرح نوازا جاتا ہے۔ اس امر کی خبر اللہ تعالیٰ یوں دیتا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط

قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط

ترجمہ: اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں۔ تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا امام و پیشوا۔ 2

---

1 (تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) 2 (سورۃ البقرہ آیت 124 ترجمہ سید محمود الحسنؒ)

Marfat.com

مندرجہ بالا آیت میں یہ بات واضح ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش میں پورے اترے تو ان کو لوگوں کی پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔

اس بات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جب کوئی ابتلاء اور امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کو منصب عطا کیا جاتا ہے۔

جب مندرجہ بالا نتیجہ کی روشنی میں غور کیا جاتا ہے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عالم بالا میں عرش کی کسوٹی پر پرکھے جانے والے مرد میدان کو عرش عظیم کے اعلیٰ ترین اقتدار کو متوازن اور اعتدال میں رکھنے کی ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے۔ جس کو وزارتِ عظمیٰ کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ گویا وہ مرد میدان حکومت الٰہیہ کا وزیر اعظم بنا دیا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اللہ تعالیٰ نے وزیر اعظم کے جو اوصاف بیان فرمائے وہ درج ذیل ہیں۔

القرآن:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝

ترجمہ: بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔ جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور عزت والا ہے۔ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے۔ امانتدار ہے۔ اور تمہارے آقا (وزیر اعظم) مجنوں نہیں۔ اور بے شک انہوں نے اسے (جلوہ ذات کو) دیکھا۔ روشن کنارہ پر۔ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں (بلکہ فیاض ہے) [1]

مندرجہ بالا آیات میں جو اوصاف بیان کیے گئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ (تفسیرِ مظہری) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوت والے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کو قوت عطا کرنے والا ہے وہ اپنے رسول کی تعریف کرتے ہوئے بتا رہا ہے کہ میرا محبوب بھی صاحب قوت ہے۔ اسی طرح دوسرے اوصاف کو بیان کرتا ہے۔ گویا وہ ذات جو تمام قدرتوں کا خالق اور تمام قوتوں کا مالک ہے وہ ایک انسان کی قوت کو تسلیم کرتا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انسان کی قوت اگر کائنات کو تخلیق نہیں کرسکتی تو اس کو

1 (کنزالایمان سورۃ التکویر آیات 19 تا 24)

کنٹرول تو کر سکتی ہے۔اس سے کم سے طاقت کے کیا معنیٰ

مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عرش کی کسوٹی پر کامیاب ہونے والا انسان ہی حکومت الٰہیہ کا سربراہ ہو سکتا ہے۔

جس طرح عالم بالا میں انسان کے اعمال کی کسوٹی عرش کو بتایا گیا ہے۔اسی طرح عالمِ زیریں میں انسانی اعمال کی کسوٹی موت کو بتایا گیا ہے۔عالم بالا کی کسوٹی کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اب نیچے عالمِ زیریں کی کسوٹی کا ذکر کیا جاتا ہے۔جو اس طرح واضح ہوتا ہے۔

موت اعمال کی کسوٹی

انسان کی زندگی اس کے اعمال بجالانے کا میدان ہے۔لیکن جب اس کو موت اپنی گرفت میں لے لیتی ہے تو وہ میدان عمل سے باہر ہو جاتا ہے۔انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح موت کی گرفت سے آزاد ہو جائے تاکہ وہ میدان عمل سے باہر نہ ہونے پائے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو موت پر گرفت پانے کا ایک طریقہ بتایا ہے جو یوں ہے۔

القرآن:

ترجمہ: مگر جو ایمان لائے اور عمل اچھے کیے سو ان کے لیے قطع نہ ہونے والا اجر ہے۔

مفہوم: جب کوئی اہلِ ایمان اپنی زندگی میں جس انداز، جس معیار کے کام یا اعمال صالح کرتا رہے تو اس کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص کے نامہء اعمال میں اسی نسبت سے اجر داخل کرتا رہتا ہے۔جس طرح وہ اپنی زندگی میں اعمال کیا کرتا تھا۔جیسے کوئی شخص گورنمنٹ کا ملازم ہو تو اسے ریٹائر ہونے کے بعد بھی پنشن ملتی رہتی ہے۔اسی طرح مومن کو بھی قیامت تک پنشن ملتی رہے گی۔گویا وہ میدانِ عمل میں اسی طرح مصروف ہے جیسے اپنی زندگی میں مصروف تھا۔یعنی اس نے موت پر گرفت پالی تھی۔جس سے وہ میدانِ عمل سے باہر نہ ہونے پایا۔یہ معاملہ تو عام اہل ایمان کا ہے۔لیکن وہ اہل ایمان جو خاص ہیں۔ان کا معاملہ بہت اعلیٰ ہے۔خاص اہلِ ایمان میں انبیاء علیھم السلام

(سورۃ التین 95 - آیت 6)

Marfat.com

ہیں۔ پھر ان کے نائبین ۔ پھر علماء راسخین ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں۔ وہ اپنے اپنے دور میں ایسی ٹیم تیار کرنے پر مامور ہیں جو قیامت تک انبیاء علیہم السلام کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نائبین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان ستاروں سے رہنمائی حاصل کرو اور ان کی پیروی کرو۔

مفہوم: اصحاب ستارے ہیں اور ستارے ہمیشہ رات کی تاریکی میں رہنمائی کرنے والے ہیں۔ جس طرح رات کے وقت آسمان پر ستارے مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض یافتہ ساتھی کفر کی تاریکی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ نیز زندگی روشنی ہے۔ اور موت تاریکی ہے جب موت کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو وہ اہلِ ایمان جو علماء راسخین کے گروہ سے ہیں ان کے وجود ستاروں کی مانند روشن ہوتے ہیں۔ گویا موت کی تاریکی میں وہ صرف زندہ ہی نہیں ہوتے وہ تو دیگر لوگوں کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ اسی طرز عمل کا نام موت کی گرفت سے آزاد ہونا ہے۔ بلکہ موت کو اپنی گرفت میں لینا ہے۔

2- دوسری ترجیح:۔

جب عرش کے محل وقوع کو دیکھا جاتا ہے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے محل وقوع کے لحاظ سے دفاعی اور جنگی لحاظ سے محفوظ ترین جگہ پر ہے۔ بلکہ وہ ایسی پناہ گاہ ہے۔ جہاں کا مالک احکم الحاکمین ہے۔

3- تیسری ترجیح:۔

عرش اللہ تعالیٰ کے جمیع کمالات و فیوضات کا مرکز و منبع ہے۔ تمام نعمتیں اس مرکز سے جاری ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس سے زیادہ اور کون سی جگہ ہو گی جو ہر نعمت سے مالا مال ہو سکتی ہے۔ جس جگہ کو خالقِ کائنات نے اپنے استواء کے لیے پسند فرمایا ہے۔

Marfat.com

عرش کے محل وقوع کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک کا مفہوم درج ذیل ہے۔

مفہوم: اگر عرش سے ایک پتھر نیچے پھینکا جائے تو وہ سیدھا بیت اللہ پر آ کر گرے گا۔

اس کا مفہوم یہ واضح ہوتا ہے کہ بیت اللہ اور عرش دونوں ایک سیدھ میں واقع ہیں جس طرح بیت اللہ کرہ ارض کی ناف ہے اسی طرح عرش بھی کائنات کے دائرہ دوم کا مرکزی مقام ہے۔ نیز حدیث سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ جس راستہ سے پتھر عرش سے سیدھا بیت اللہ پر آ کر گرے گا۔ وہ ایک سیدھا راستہ ہے۔ جو اوپر سے نیچے تک ہے۔ پس وہی صراط مستقیم ہے۔ جو کائنات کے اندر سفر کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ راستہ جس طرح عرش سے زمین تک ہے۔ اسی طرح کائنات کے دوسرے دائروں میں بھی موجود ہے۔ عالم آخرت میں جس کا نام پلصراط ہے۔ وہ ہی صراط مستقیم ہے۔

Marfat.com

عرش کی

حیثیت۔ حقیقت اور اہمیت

وضاحت:۔

عرش کی حیثیت

یہ بات تحقیق و تسلیم شدہ ہے کہ عالم اجساد عالم ارواح کا ظل یعنی عکس و معکوس ہے۔ نیز عالم ارواح اوپر ہے اور عالم اجساد اس کے نیچے واقع ہے۔ اور یہ بھی تسلیم و تحقیق شدہ ہے۔ عالم اجساد میں پائی جانے والی ہر شے روح اور جسد کی جامع ہے۔ جیسے انسان روح اور جسم کا جامع اسی طرح عرش بھی روح اور جسم کا جامع ہے۔ عرش افق مبین کے پرتو کی حیثیت رکھتا ہے۔

عرش کی حقیقت

چونکہ عالم اجسام عالم ارواح کا ظل یا عکس معکوس ہے۔ اور عرش عالم اجساد کا مرکزی مقام ہے۔ لہٰذا عرش عالم ارواح کے مرکزی مقام افقِ مبین کا عکس معکوس ہے۔ گویا افق مبین عرش کی روح ہے لہٰذا عرش کی حقیقت (روح) افق مبین ہے۔

عرش کی اہمیت

عرش کی اہمیت کو جاننے کے لیے پہلے ان باتوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو عرش کے بارے میں معلوم ہیں تا کہ ان کی روشنی میں عرش کی اہمیت اچھی طرح اجاگر ہو سکے۔ جو باتیں پہلے معلوم ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1- عرش عالم اجساد کا مرکزی مقام ہے۔

2- عرش انسان کے حسنِ اعمال (بہترین کارکردگی) کی کسوٹی ہے۔

3- عرش کائنات کا محور ہے۔

4- عرش بحیثیت محور اپنی جگہ پر قائم ہے۔ مگر پوری کائنات اس کے گرد محو گردش ہے۔

Marfat.com

5- عرش وہ شاہی محل یعنی پریزیڈنٹ ہاؤس ہے جس میں الرحمن استواء فرما ہے۔

6- عرش وہ مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے

i- حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں روح پھونک کر زندہ کیا۔

ii- حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم عطا فرمایا۔

iii- حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔ اس کی خلافت کے اظہار کے لئے عرش پر اجلاس بلایا گیا جس میں فرشتے اور جن موجود تھے۔ ان کے علاوہ عالین کا گروہ بھی تھا۔ غالباً عالین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر فرشتوں اور جنوں سے حضرت آدم کی خلافت اور فرمانبرداری کا عہد لیا گیا۔ جو سجدہ کی صورت میں تھا۔ جس پر انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ گواہ موجود تھے۔ مندرجہ بالا سطور میں یہ بات ثابت اور واضح ہو چکی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی اطاعت کا عہد نامہ تھا۔ جس کو فرشتوں اور جنوں کو قبول کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ درحقیقت پہلے معاہدہ (میثاق انبیاء) کا پرتو تھا۔ یعنی ترتیب کے لحاظ سے پہلا معاہدہ میثاق انبیاء اور دوسرا معاہدہ ملائکہ اور جنوں کے ساتھ طے پایا تھا۔

7- مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ وہ اہمیت جس کے بارے میں اب بیان ہوگا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے آغاز سے لے کر کائنات کے ڈھانچہ کی تکمیل تک انسان کو تین قسم پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہر انسان کے حق میں ایک معاہدہ کیا گیا۔

پہلا معاہدہ مقام افق مبین پر انسان اول کے حق میں تھا۔

دوسرا معاہدہ عرش عظیم پر انسان دوم کے حق میں تھا۔

تیسرا معاہدہ جنت الفردوس میں انسان سوم کے حق میں تھا۔

مندرجہ بالا معاہدوں کے بارے میں نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

تین انسانوں کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی آج سے قریباً چار سو سال پہلے رقمطراز ہیں جس کا مفہوم یوں ہے۔

Marfat.com

1- انسان اول اصل ہے۔

2- انسان ثانی انسان اول کا ظل ہے۔

3- انسان ثالث انسان ثانی کا ظل ہے۔(گویا انسان ثالث ظل کا ظل ہے۔)

جب انسانِ ثالث عروج کر کے اپنے اصل یعنی انسان ثانی میں فنا کے بعد بقا حاصل کرتا ہے۔تو وہ پھر اس مقام سے عروج کر کے انسان اول میں جو اصل ہے۔فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے۔تو اس وقت انسان اول کا اطلاق اس پر ہو جاتا ہے۔1

i- مادی جسم

ii- روشنی کا بنا ہوا جسم

iii- نور کا بنا ہوا جسم

وضاحت:۔

یہ تینوں جسم بیک وقت متحرک رہتے ہیں۔مادی جسم (شعور) صرف مادی حرکات کا علم رکھتا ہے۔روشنی کے جسم کو مثالی جسم بھی کہتے ہیں۔مثالی جسم کی رفتارِ مادی جسم سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔جو خواب میں حرکت کرتا ہے۔اور نورانی کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ ہم اسے یاد نہیں رکھ سکتے۔اور یہ رفتار خواب اور مراقبہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ 2

توضیح: قرآن کریم کی روشنی میں بھی انسان تین طرح پر ہیں۔

1-انسانِ اول: اس انسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو احسن تقویم ہیں۔ حضورؐ کے وجود عبدیت کی تخلیق کائنات کے دائرہ اول کے مرکزی مقام افق مبین پر

---

1 (مکتوب 30 دفتر سوم) چار سو سال پہلے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اِنسان کو تین اقسام پر بیان فرمایا تھا۔اس بات کو بیسویں صدی کے عظیم سکالر خواجہ شمس الدینِ عظیمی جو سائنسی زبان میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

اِنسان کے اندر تین برقی کرنٹ کام کرتے ہیں۔بالفاظ دیگر اِنسان کے اندر جو صلاحیتیں کام کرتی ہیں وہ تین دائروں میں مظہر بنتی ہیں۔یہ تینوں کرنٹ محسوسات کے تین ہیولے ہیں۔اور ہر ہیولا مکمل تشخص رکھتا ہے۔ہر کرنٹ سے اِنسان کا جسم وجود میں آتا ہے۔اسی طرح آدمی کے تین وجود ہیں۔یا آدمی تین جسم رکھتا ہے جو درج ذیل ہیں۔ نور کا انسان۔ 2 روشنی کا انسان 3 مادی انسان

2 (کتاب مراقبہ ص 62 طبع بار اول 1995ء)

Marfat.com

ہوئی تھی اور وہ نوری وجود تھا۔ نیز کائنات کی تخلیق کا آغاز اسی نوری وجود (عبدیت) کی تخلیق کے آغاز سے ہوا تھا۔

2- انسانِ دوم: اس انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا وجود ہے جو فی احسن تقویم ہے۔ یعنی جو سب سے حسین (حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے سانچہ میں بنایا گیا تھا۔ چونکہ وہ انسان اول کا عکس/ظل ہیں اس لیے مثل انسان ہیں۔ حضرت آدم کے عنصری وجود (روشنی کے وجود) کی تخلیق کائنات کے دائرہ دوم کے مرکزی مقام عرش پر ہوئی تھی۔

3- انسانِ سوم: اس انسان سے مراد اولاد آدم ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا دونوں کے وجودوں کے سانچوں میں بنائی گئی نیز بنی نوع انسان کی تخلیق کائنات کے دائرہ سوم کے مرکزی مقام کرہ ارض پر واقع ہو رہی ہے۔ (اور بنی نوع انسان کا وجود ہی مادی جسم ہے) 1

مندرجہ بالا تینوں انسانوں کی تخلیق کے مقام الگ الگ ہیں۔ جس طرح انسانوں کے تخلیق کے مقام جدا جدا ہیں اسی طرح ان کے درجات بھی ایک دوسرے سے بلند تر ہیں۔

مندرجہ بالا تین انسانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو معاہدے کیے ان کی ترتیب درج ذیل ہے۔

میثاق اوّل

انسان اول کے حق میں میثاقِ انبیاء۔ مقام افق مبین پر لیا گیا یہ میثاق انبیاء سے لیا گیا۔

میثاق دوم

انسان دوم کے حق میں میثاقِ ملائکہ۔ مقام عرش عظیم پر لیا گیا یہ عہد فرشتوں سے لیا گیا۔

میثاق سوم

انسان سوم کے حق میں میثاقِ بنی آدم۔ مقام جنت الفردوس میں لیا گیا۔ یہ عہد بنی آدم سے لیا گیا۔

---

1 کتاب سفر تخلیق ص

Marfat.com

مندرجہ بالا تین معاہدوں میں دوسرا معاہدہ عرش عظیم پر لیا گیا ہے۔ جو کائنات کی حکومت کا مرکزی مقام ہے۔ اور یہ حکومت قیامت تک قائم رہنے والی ہے۔ نیز مندرجہ بالا معاہدوں کی تفصیل کتاب کے اگلے صفحات میں اپنے موقعہ ومحل پر بیان کی جائے گی۔

....

Marfat.com

عالم خلق اور عالم امر کے

مغیبات و عجائبات کا منظر

ایسا واضح ہوتا ہے کہ وہ انسان جس کے اعمال عرش کی کسوٹی کے معیار پر پورے اترتے ہوں۔ وہ انسان جن صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1- اس انسان کے تینوں پرت یعنی مادی جسم۔ روشنی کا بنا ہوا جسم اور نور کا بنا ہوا جسم بیدار و متحرک ہو جاتے ہیں۔ نوری وجود کی رفتار فرشتوں کے برابر ہوتی ہے۔ بلکہ فرشتوں کی رفتار سے بھی کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

2- اس انسان کی آنکھ کو وہ صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشیاء جو مادی جسم کی نظر سے اوجھل (مغیبات) ہوتی ہیں۔ ان چیزوں کو بھی دیکھتی ہے۔ جس طرح مادی جسم کی آنکھ مادی دنیا کی چیزوں کو دیکھتی ہے۔

3- اس انسان کو یہ صلاحیت بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ ملک کائنات کے وہ امور جو اس کے سپرد کیے جاتے ہیں ان کو وہ آسانی سے سرانجام دیتا ہے۔ جس طرح مادی جسم اس دنیا کے کام کاج کرنے میں کوئی مشکل محسوس نہیں کرتا۔

فرض کر لیا جائے کہ مندرجہ بالا صلاحیتوں کا حامل انسان جو کامل ہوتا ہے۔ وہ عرش پر کھڑا ہو تو اس کے روبرو کائنات کا جو منظر ہوگا وہ کچھ اس طرح واضح ہوتا ہے۔

i- کائنات کا وہ حصہ جو عرش سے نیچے واقع ہے اور جسے عالمِ خلق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حصہ اس انسان کو اپنے قدموں کے نیچے نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ وہ عرش پر کھڑا ہے۔ جو ایسا بلند مقام ہے جس کے نیچے عالم خلق ہے۔ جس میں جنت الماوی۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ ساتوں آسمان اوپر سے نیچے تک پھر کرۂ ارض اور دوزخ سب شامل ہیں۔ نیز ہر آسمان پر موجود انبیاء اور ان کا عملہ اس انسان کی نگاہ میں ہوتا ہے۔ جو اپنی

Marfat.com

اپنی اُمت کی زندگی کے احوال و معمولات کے امور سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔
گویا آسمان بصورت ذیلی دفتر ہیں جہاں پر امتوں کے اعمال اور اجر کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔

-ii کائنات کا وہ حصہ جو عرش سے اُوپر کی جانب واقع ہے اور جسے عالم امر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس حصہ میں لوح و قلم ہیں۔ عرش کو اٹھانے والے فرشتے ہیں اور بہت سے دیگر فرشتے گویا عالمِ امر تمام کائنات اور اس کے جملہ امور کا مرکزی ریکارڈ آفس ہے۔ گویا عرش مرکزی سیکرٹریٹ ہے۔ جو کچھ کائنات کی تخلیق کے آغاز سے پہلے گزر چکا تھا وہ اور جو کچھ کائنات کی تخلیق کے دوران واقع ہوا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ وہ سب کچھ اس لوح میں محفوظ کر دیا گیا۔ یعنی قلم سے لوح میں لکھ دیا گیا۔

وہ صاحب نظر انسان اس لوحِ محفوظ میں جو چاہے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ خواہ زمانہ ماضی میں ہو یا زمانہ مستقبل میں واقع ہونے والا ہو یا زمانہ حال میں وقوع پذیر ہو رہا ہو۔ سب کچھ اس کی نگاہ میں ہوتا ہے۔ اور اس بات کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا معاملہ بعینہٖ اس بینا اور نابینا انسان جیسا ہے کہ نابینا کو کچھ نظر نہیں آتا لیکن بینا کو سب کچھ نظر آتا ہے۔ جو مادی دنیا میں دیکھنے کے قابل ہے۔ نیز اس ساری روئیداد کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

انسان جو خلاصہ کائنات ہے۔ اس میں وہ سب کچھ درج ہے جو کائنات میں پایا جاتا ہے۔ یعنی اگر کائنات میں عرش پایا جاتا ہے تو انسان کے وجود کے اندر بھی عرش کے نمونہ کا نشان پایا جاتا ہے۔ جو کسی نقطہ کی صورت میں ہوگا۔ اگر اس کو پھیلا دیا جائے۔ یا خوردبین سے دیکھا جائے تو وہ عرش کی صورت میں نظر آئے گا۔ گویا کائنات انسان کے وجود کی تفصیل ہے۔ انسان کے وجود کے اندر چھوٹے چھوٹے نقطوں کی صورت میں چیزوں کے نمونے درج ہیں۔ جبکہ کائنات میں اپنی اصلی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے انسان کائنات کا خلاصہ ہے۔ اِنسان کائنات کا مشاہدہ اپنے اندر کر سکتا ہے۔

جس طرح انسان پوری کائنات کا خلاصہ ہے۔ اسی طرح قرآن کریم اس پوری لوح کا

Marfat.com

خلاصہ ہے۔ جس میں ازل سے ابد تک کے تمام واقعات اور حالات کی تفصیل سے درج ہے۔ اور وہ قرآن میں زیر وزبر مد وشد وجزم نیز حروف والفاظ کی صورت میں درج ہیں۔ جو صاحبِ نظر لوح محفوظ کو ملاحظہ کرسکتا ہے وہ قرآن کے بطون میں پوشیدہ رموز واسرار سے کماحقہ آگاہ ہو جاتا ہے۔ قرآن اس سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔ اس پر اپنے اسرار خود بیان کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو ظاہری علوم بڑی مدد دیتے ہیں۔ ظاہری حروف والفاظ کی مدد سے وہ قرآن میں درج واقعات اور حالات کو بیان کرنے میں اپنے احوال کو مستور رکھتا ہے۔ گویا قرآن کریم کے حروف والفاظ اس کے حوال کے لیے ستر (پردے) کا کام دیتے ہیں۔

جس طرح انسان کائنات کا خلاصہ ہے۔

اسی طرح قرآن کریم لوح محفوظ کا خلاصہ ہے۔

ایسے انسان کے بارے میں ہے کہ وہ کائنات کی حدود کو توڑ کر باہر نکل جانے والا ہے۔

القران: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ط لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (الرَّحْمٰن آیت 33)

ترجمہ: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم سے ہو سکے تو آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں نکل سکو تو نکل بھاگو (لیکن یاد رکھو) بغیر (اللہ کی مدد اور) زور کے تم نکل نہیں سکتے۔

القران: قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ط قُلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ط اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ.1

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے میں تم سے (یہ تو) نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہتا ہوں کہ) میں غیب کی بات جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے۔ (اب) فرما دیجیے (ذرا سوچو تو) کیا اندھا اور آنکھ والا (کہیں) برابر ہو سکتا ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔

1 (سورہ الرحمن 55 آیت نمبر 33 ترجمہ فیوض القرآن)

Marfat.com

-1 سورہ الرحمٰن کی آیت 33 جو اوپر درج ہے اس کے مفہوم سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنوں اور انسانوں میں سے جس کو قوت و طاقت عطا کر دے وہ زمین و آسمان کی حدود کو اپنے زور سے توڑ کر عبور کر سکتا ہے۔ اور جب وہ عبور کر سکتا ہے۔ تو وہ کیونکر عرش پر نہیں جا سکتا۔ اگر وہ عرش پر جا سکتا ہے تو وہ یقیناً کائنات کی حدود کو اپنی قوت اور زور سے عبور کر سکتا ہے۔ جب ایسی بات کی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ تو پھر ہمیں کون سی چیز ہے جو اس بات کے قبول کرنے سے روک سکتی ہے۔ یا انکار پر مجبور کر سکتی ہے۔ بلاشک وشبہ انسانوں میں ایسا انسان ضرور پایا جاتا ہے۔ جو مذکورہ بالا صلاحیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ [1]

القرآن: سورہ تکویر کی 20 تا 24 آیات کا ترجمہ۔

آیت نمبر 20۔ جو بڑی قوت والے صاحب عرش کے پاس بڑے مرتبہ والے ہیں۔

آیت نمبر 21۔ (جملہ فرشتے ان ہی کی اطاعت کرتے ہیں وہ آسمان پر سب فرشتوں کے) سردار ہیں۔ پھر (خدا کے پاس) امانت دار (امین) ہیں۔

آیت نمبر 22۔ اور تمہارا رفیق (صاحب) کوئی مجنوں (تو) نہیں۔

آیت نمبر 23۔ اور بلاشبہ انہوں نے اس کو افق منور پر دیکھا ہے۔

آیت نمبر 24۔ اور وہ غیب کی بات بتانے میں ذرا بخل نہیں کرتے۔ (فیوض القرآن)

مندرجہ بالا پانچ آیات کے مفہوم پر ذرا غور کریں تو کچھ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان باتوں کا جواب دے رہے ہیں جن کا ذکر سورہ انعام 6 کی آیت 50 میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

وہ باتیں اور ان کے جواب درج ذیل ہیں۔

-1 اے میرے محبوب! لوگوں سے فرما دیجیے کہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک نہیں ہوں۔ اوپر آیت نمبر 21 میں خزانوں کا امین کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت اعلان دے رہا ہے۔ کہ آپ میرے تمام خزانوں کے امین ہیں۔

-2 اے میرے محبوب! لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں غیب کی بات نہیں جانتا ہوں۔ لیکن اوپر

---

[1] (سورۃ الانعام 6 آیت نمبر 50 ترجمہ فیوض القرآن)

Marfat.com

آیت نمبر 24 میں اللہ تعالیٰ خود ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیان کر رہا ہے کہ وہ غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخل کرنے والے نہیں بلکہ وہ تو کھلے دل سے غیب کی باتیں بیان کرنے والے ہیں۔

3- اے محبوب! لوگوں پر واضح کر دیں کہ اندھا اور آنکھ والا (کہیں) برابر ہو سکتا ہے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے کہلا رہا ہے کہ جس طرح اس عالم دنیا میں مادی آنکھ چیزوں کو دیکھتی ہے۔ لیکن اندھی آنکھ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوری جسم کی آنکھ ان چیزوں کو دیکھتی ہے۔ جن چیزوں کو مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کے مقابل عام انسان کی آنکھ اندھی آنکھ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آخر میں راقم الحروف عرض گزار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امین کہا ہے۔ امین کا جو معنی اہلِ عرب نے لیا ہے۔ اس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہورِ نبوت سے پہلے اہلِ مکہ امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ جب اس مفہوم اور معنی کی روشنی میں امین کے لقب کو دیکھا جاتا ہے۔ تو پھر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کے وقت وہ تمام امانتیں جو حضور کے پاس لوگوں کی جمع تھیں ان لوگوں کو واپس کرنے کے لیے حضرت علی کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ وہ اہلِ امانت کی امانتیں واپس کر دیں۔ اس کے باوجود کہ اہلِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن تھے اور قتل کرنے کا منصوبہ بنا کر قتل کرنا چاہتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کرنے پر مامور تھے۔ اس حال میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی امانتوں کو واپس لوٹا دیا تھا۔ تو پھر وہی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا امین ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے بغیر کسی کو کب کچھ دے گا۔ لیکن جب ان کو تقسیم کرنے کا اختیار اور اجازت دے دی گئی تو پھر وہ ہرگز بخیل نہیں۔ بلکہ وہ تو فیاض ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ پوری کائنات کا مشاہدہ کرنے والی آنکھ رکھتے ہیں

Marfat.com

اس لیے جو چیزیں مشاہدہ میں آ جائیں ان کا تعلق غیب سے نہیں رہتا۔ ہاں مادی آنکھوں کے لیے وہ غیب ہے۔ لہٰذا غیب دو طرح پر ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- مادی آنکھ کے لیے غیب

2- روحانی آنکھ کے لیے غیب

وضاحت:۔

1- مادی آنکھ کے لیے وہ تمام اشیاء غیب میں شامل ہیں جو مادی جسم کے حواس سے اوجھل ہیں۔ ان چیزوں کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

2- روحانی آنکھ کے لیے وہ تمام اشیاء اور حقائق جو روحانی آنکھ سے اوجھل ہیں وہ غیب میں شامل ہیں۔ وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

چونکہ قرآن کریم خود اس بات پر شاہد ہے کہ جو کچھ کائنات میں ازل سے ابد تک پایا جانے والا ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو پھر صاحبنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون سی بات پوشیدہ اور غیب ہے۔ جو قرآن کو پوری طرح جانتا ہے۔ لہٰذا غیب کی حدود کائنات میں درج شدہ باتوں کے علاوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے امین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو اب قابل توجہ یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کوئی حد نہیں۔ علوم کے خزانے۔ مال و دولت کے خزانے فیوضات وانوار کے خزانے۔ لشکروں کے خزانے وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے جملہ خزانوں کے امین ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ہر کمال اور ہر جمال کو حضور کی امت کے افراد میں جاری رکھنا پسند فرمایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و جمالات کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کا نمونہ حضور کی سیرت وصورت ہے۔

Marfat.com

شیطان کی سوانح عمری کا خاکہ

شیطان اور آدم علیہ السلام کے درمیان باہمی عداوت ومخاصمت کے سیاق وسباق کے تناظر میں جب تفکر کیا جاتا ہے۔تو حقیقت کچھ اس طرح واضح ہوتی ہے۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے کائنات کا وزیراعظم شیطان تھا۔اور وہ وزارت عظمیٰ کا عبوری دور تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا نائب (وزیراعظم) بنانے کی تجویز فرشتوں کے سامنے پیش کی۔تو اس کی مخالفت شیطان اور فرشتوں نے مل کر کی تھی۔چونکہ شیطان نے ان فرشتوں کو اپنی رائے سے آگاہ کیا تھا اس لئے وہ تمام فرشتے مخالفت میں شریک ہو گئے مگر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔جو کچھ میں (اللہ) جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔تو انہوں نے فوراً اپنی خطا کو تسلیم کر لیا۔ایسا واضح ہوتا ہے کہ شیطان نے اس وقت اپنی خطا کو دل سے تسلیم نہ کیا تھا۔جس کا اظہار وہ گاہے گاہے اپنے کردار سے کرتا رہا۔

آدم علیہ السلام کے قالب کو جب بنایا گیا تو شیطان اس کو مٹانے کی سازشوں میں مصروف رہا۔تاکہ نہ آدم کی پیدائش مکمل ہو۔اور نہ ہی وہ وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔اس نے آدم علیہ السلام کے قالب کو جو عظمت وشان بخشی اس کا ذکر کچھ یوں ہے۔

-1 آدم کے قالب کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا یعنی پوری محبت اور لگن سے بنایا تھا۔

-2 آدم کے قالب کو عرش پر بنایا۔

-3 آدم علیہ السلام کے قالب کو اس قدر پراسرار بنایا کہ اس کی گہرائیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی جاننے والا نہ تھا۔

-4 آدم علیہ السلام کے قالب کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی کائنات میں ہر صورت سے اس کو زیادہ خوبصورت بنایا۔اور اس کو فی احسن تقویم کہا۔اور غالباً اس نے خود کو احسن الخالقین کے نام سے متعارف کرایا۔

-5 آدم علیہ السلام کے قالب کو امر ربی کے قیام کے لیے مسکن بنایا۔تاکہ وہ اسی کے امر

Marfat.com

کے تحت اسی سے ہم کلام ہو۔

6- آدم علیہ السلام ہی کو مسجود ملائکہ ٹھہرایا۔

7- آدم علیہ السلام ہی مخدوم کائنات ہوئے اور اب تک ہیں۔

8- آدم علیہ السلام ہی نائب ذات ہیں۔

9- آدم علیہ السلام کا وجود پوری کائنات کا خلاصہ ہے۔ جس طرح کائنات کا وجود ایک بہت بڑے فانوس کی صورت پر ہے۔ اسی طرح آدم کا وجود بھی ایک چھوٹا سا فانوس ہے۔ جب اس کو نور الٰہی سے روشن کیا جاتا ہے۔ تو وہ دور سے ایک ستارہ چمکتے ہوئے موتی کی طرح نظر آتا ہے۔

مگر شیطان حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت کو نہ جان سکا اور نہ ہی ان کی شان کو پا سکا۔ اس نے ان کو خاک کا پتلا جان کر حقارت کی نگاہ سے دیکھا تھا اور ان کو اپنے سے کمتر جانا تھا۔ اس وجہ سے شیطان نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ اور آدم علیہ السلام کو اپنا سربراہ و آقا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر اسے بھری مجلس سے بے آبرو کر کے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یعنی اسے وزارت عظمیٰ کے منصب سے برطرف کر دیا گیا۔ اس کو اپنی اس ذلت پر گہرا صدمہ ہوا۔ تو اس نے اس ذلت کا بدلہ چکانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر دی کہ اے پروردگار تو نے مجھے وزیر اعظم کے منصب سے برطرف کر دیا ہے۔ اب مجھے قائد حزب اختلاف ہی بنا دے چنانچہ اس کی یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ تو اس نے بارگاہ خداوندی میں مزید مراعات کا مطالبہ کر دیا۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- چونکہ وزارت عظمیٰ کے منصب پر آدم اور اولاد آدم قیامت تک فائز رہے گی اس لیے رہتی دنیا تک مہلت دے کہ ان سے اپنی ذلت کا بدلہ چکا سکوں۔ اور اپنی عداوت کی آگ کو ٹھنڈا کر سکوں۔ جس طرح کل میں دوزخ میں جلایا جاؤں گا اسی طرح اولاد آدم کو بھی اپنے ساتھ جلتا دیکھوں۔

2- بحیثیت قائد حزب اختلاف وہ تمام سہولتیں مہیا کی جائیں جن کا مجھے استحقاق حاصل

Marfat.com

ہے۔جس کی سب سے اول یہ ہے کہ مجھے قائد حزب اختلاف کے شایانِ شان محل یا سیکرٹریٹ دیا جائے۔تاکہ اپنی جماعت کی نگرانی اور پشت پناہی کرسکوں۔

3- میری فوج کے لیے ضروریات وافر مہیا کیں جائیں کسی قسم کی پابندی نہ لگائی جائے تاکہ بنی آدم سے جنگ کرتے وقت کوئی کمی نہ محسوس ہو اور میرے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مندرجہ بالا مطالبات بھی منظور کر لیے۔

جب مندرجہ بالا عبارت کے مفہوم کی روشنی میں تفکر کیا جاتا ہے تو چند سوالات سامنے آتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

1- شیطان کی تخلیق کی غرض وغایت کیا ہے؟

2- نوع اجنہ کی تخلیق کیسے کی گئی؟

3- شیطان کا شجرۂ نسب کیا ہے؟

4- شیطان کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟

5- شیطان کو وزیر اعظم کائنات بنانے میں کیا حکمت پوشیدہ تھی؟

6- قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے اس کا مرکزی سیکرٹریٹ کہاں واقع ہے؟

7- قائد حزب اختلاف کا کیا کردار ہے؟

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات' سوالات کی ترتیب کے مطابق باری باری لکھے جاتے ہیں۔

1- شیطان کی تخلیق کی غرض وغائت:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے کائنات کو دلیل بنایا ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ہدائت کے لیے شیطان کو دلیل بنایا ہے۔یہ بات قابل توجہ ہے کہ نور ہدائت نور ہے۔اور اس پر دلیل ناری وجود ہے۔نور بھی روشنی عطا کرتا ہے تو نار بھی روشنی بکھیرتی ہے۔اہل دانش کے لیے ان دونوں میں تمیز کرنا ہے۔ایک روشنی حقیقی اور دائمی ہے اور دوسری روشنی

Marfat.com

عارضی غیر حقیقی ہے۔ گویا ایک اصل ہے دوسری نقل (ظلمت) ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جماعت نور ہدائت کی مظہر ہے اور شیطان اور اس کی جماعت تاریکی کی مظہر ہے (ظلمت) اگر شیطان کا وجود نہ ہوتا ہے۔ نیکی اور برائی کی تمیز نہ ہوتی۔ اعلیٰ اور اسفل میں فرق نہ ہوتا غالباً یہ شیطان کی تخلیق کا یہی باعث ہے۔

2- نوع اجنہ کی تخلیق کے عناصر:

عربی زبان میں ''نار'' کا معنیٰ آگ ہے۔ اور ''نار'' کے لفظ کا مادہ و مصدر لفظ ''نور'' ہے یعنی ''نار'' کا لفظ ''نور'' کے لفظ سے نکلا ہوا ہے۔ گویا نور ہی کا جزو ہے۔ جس طرح لفظ ''نار'' لفظ ''نور'' کا جز ہے۔ اسی طرح نوری وجود اوّل کا جزو نار ہے۔ جس سے نوع اجنہ کو پیدا کیا گیا۔

3- نوع اجنہ کو کس طرح پیدا کیا گیا:

اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کی تخلیق کا مقصود عبادت قرار دیا ہے۔ جب اس نقطہ نظر سے تخلیق کے عمل پر تفکر کیا جاتا ہے تو پھر ایسا واضح ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کائنات کے بطن سے براہ راست پیدا کیا تھا۔ پھر واضح طور فرمایا کہ نبی آدم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی طرح نوع اجنہ کے پہلے فرد کو پیدا کیا گیا تھا۔ اور اس کو بھی ابوالجن کے نام سے پکارا گیا ہوگا۔

4- شیطان کا شجرہ نسب:

سلسلہ عظیمیہ کے بانی و امام جناب حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہٗ شیطان کے آباو اجداد کے بارے میں رقمطراز ہیں جس کا خلاصہ اور مفہوم درج ذیل ہے۔

1- شیطان کا نام — عزازئیل

2- والد کا نام — چلپیا والدہ کا نام نبلیث

3- دادا کا نام — ہاموس جنی

4- پردادا کا نام — بلیقا

5- چردادا کا نام — چلپائیس

Marfat.com

6- پنج دادا کا نام طارہ نوس

طارہ نوس ہی ابوالجن تھا۔ جس کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

5- شیطان کے آباو اجداد کا پس منظر:

جس طرح آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے لیے کئی حیثیتیں رکھتے تھے۔ اسی طرح ابوالجن بھی اپنی اولاد کے لیے کئی حیثیتوں کا حامل تھا۔ ایک حیثیت سے والد تھا تو دوسری حیثیت سے ان کی تعلیم وتربیت کا استاد تھا۔ اور تیسری حیثیت یہ تھی کہ وہ کرہ ارض پر حکمران تھا۔ چوتھی حیثیت صرف حضرت آدم علیہ السلام کے لیے تھی یا پھر شیطان کے لیے تھی کہ دونوں کائنات کے وزیر اعظم تھے۔ شیطان عبوری وزیر اعظم تھا اور حضرت آدم علیہ السلام حقیقی وزیر اعظم تھے۔ لیکن شیطان کے آباو اجداد کے پاس یہ منصب نہ تھا۔

شیطان کے پنج دادا ابوالجن طارہ نوس سے لے کر ہاموس جنی تک نسل در نسل اپنی قوم کے حکمران بھی رہے اور استاد بھی رہے۔ جب ان کو قوم کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سونپی جاتی تو عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اطاعت الٰہی کو نافذ کر کے امن وامان قائم رکھیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے ہر حکمران نے اپنے عہد کی پاسداری نہ کی اور فساد وبے حیائی کو رواج دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو باری باری تباہ وبرباد کر دیا۔

ہاموس جنی کو جب حکمرانی کے علاوہ منصب تعلیم وتدریس پر فائز کیا گیا تو اس سے عہد لیا گیا کہ وہ اپنے اباواجداد کی طرح خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ اگر خلاف ورزی کی تو اس کی سخت سزا دی جائے گی جو پہلے حکمرانوں سے بڑی شدید ہوگی۔ لیکن جب ہاموس جنی نے بھی بدعہدی کر کے جہاں میں فتنہ وفساد برپا کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کو بھیج کر اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ فرشتوں کی فوج نے بے شمار جنوں کو قتل کر دیا تھا۔ چند بچے کچھے جن کہیں چھپے تھے ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں سے شیطان بھی تھا۔ جس کی عمر اس وقت 282 سال کی تھی اور وہ بچوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس لیے کہ جنوں کی عمریں ہزارہا سال لمبی ہوتی ہیں۔

فرشتوں نے جب شیطان کو گرفتار کر لیا تو اس کی شکل وصورت سے پہچان لیا کہ وہ

Marfat.com

اپنے آباؤاجداد کا نمونہ اور ایک حسین و جمیل بچہ تھا۔ فرشتوں نے اس کی کم عمری اور حسن و جمال کو دیکھ کر اس کی تعلیم و تربیت کے لیے اسے آسمان پر لے گئے۔ چنانچہ اس کو تعلیم و تربیت آسمانوں پر دی تھی۔ جب وہ ہر لحاظ سے قابل ہو گیا تو اس کو زمین پر بھیج دیا گیا۔ تو وہ اپنے خاندانی پس منظر کے مطابق قومِ اجنہ کے حکمران بن گیا۔ چونکہ وہ فرشتوں کا شاگرد تھا اس نے خوب عبادت کی جس کے باعث اس کو ترقی ہوتی گئی جیسے جیسے روحانی ترقی کرتا گیا ویسے ویسے (ظاہری ترقی بھی ہوتی گئی) اس کو زمین سے آسمان پر لے جایا گیا پہلے آسمان سے دوسرے پھر تیسرے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر زیرِ عرش جا پہنچا تھا۔ تمام آسمانوں کے فرشتے بھی اس کے زیرِ حکم تھے۔ اور اس کو کائنات کے امور کا سربراہ بنا دیا گیا جسے وزیر اعظم کے نام سے موسوم کر لیں تو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ہو گا۔

شیطان بطور وزیر اعظم

جب شیطان کو کائنات کا عبوری وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ تو اس کے دل میں غرور اور تکبر نے جڑ پکڑ لی اس کے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا تھا کہ اب اگر مجھے اللہ تعالیٰ بھی اس عہدہ سے ہٹانا چاہے تو اس کا دفاع اور مقابلہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک پروگرام تمام فرشتوں کے سامنے پیش کر دیا۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش کا منصوبہ اور پروگرام:

اللہ تعالیٰ نے شیطان اور فرشتوں کے سامنے یہ پروگرام پیش کیا کہ میں آدم کو بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں جس کو اپنا نائب بناؤں گا۔

فرشتوں نے آدم کی تخلیق کے خلاف رائے دی:

تمام فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے پروردگار تیری عبادت کے لیے ہم کافی ہیں۔ آدم کی تخلیق کی کیا ضرورت ہے جس طرح قومِ جن نے زمین پر فساد برپا کر دیا تھا۔ تو ان سے جنگ کرنی پڑی۔ آدم اور اولادِ آدم بھی زمین پر فساد برپا کریں گے۔ فرشتوں کی اس رائے کے درج ذیل دو سبب ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

1- قوم جن نے زمین پر فساد برپا کیا تھا۔ جس کا فرشتوں کو اچھی طرح علم تھا۔

2- شیطان اچھی طرح جانتا تھا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ آدم کو وزیر اعظم (نائب) بنانا ہے۔ لیکن وہ پسند نہیں کرتا تھا کہ وزیر اعظم کا عہدہ اس کے سوا کسی اور کے پاس چلا جائے۔ اس لیے اسی کے ایما پر فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں اپنی رائے آدم کی تخلیق کی مخالفت میں پیش کی تھی۔

شیطان اور آدم علیہ السلام کی عداوت کا آغاز:

اللہ تعالیٰ نے جب آدم کی تخلیق کا پروگرام فرشتوں کو سنایا تھا تو درحقیقت شیطان اسی روز سے آدم علیہ السلام سے عداوت کے پودے کو پانی دینے لگا تھا۔ اور اس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں تھیں۔ تاکہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کا کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ اور بہتر جاننے والا ہے۔ وہ شیطان کی تدبیروں سے آگاہ تھا۔ کہ وہ میری (اللہ کی) منشا کے خلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کی سازشوں اور بدتدبیروں پر گرفت اس لیے نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے تحت حجت پوری کرنا چاہتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ یہ جانتا تھا کہ شیطان اپنی عداوت جو وہ اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہے۔ اس کو بھری مجلس میں سامنے لائے گا۔ اور حاضرین مجلس اس کی خباثت پر گواہ ہو جائیں گے۔

شیطان کا بھری مجلس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنا:

جب اللہ تعالیٰ نے عرش پر آدم علیہ السلام کے قالب میں اپنی روح پھونک کر اس کو زندہ کر دیا۔ تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عالی مرتب افراد اور فرشتوں کی مجلس قائم کی۔ پھر اس مجلس میں سے فرشتوں اور ان کے سردار شیطان کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اطاعت قبول کریں۔ یعنی شیطان اپنے وزارت عظمیٰ کے منصب سے دست بردار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا اقتدار منتقل کر دے۔ لیکن شیطان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا؛ جس کا عملاً طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کریں۔ لیکن شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان لعین نے اپنا اقتدار آدم علیہ السلام کے حوالے کرنے

Marfat.com

سے انکار کر دیا تھا اس پاداش میں اللہ نے اسے برطرف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا شیطان کو وزارت عظمیٰ کے منصب سے برطرف کرنا:

شیطان نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو درج ذیل سزائیں سنائیں۔

1- وزارت عظمیٰ سے برطرف کر دیا۔

2- آدم کی بے حرمتی اور اپنے حکم کے انکار پر اپنی مجلس سے نکال دیا۔

3- اس کا جنت میں داخلہ بند کر دیا۔

4- اس کا آسمان پر آنا جانا روک دیا۔

5- قیامت تک اس پر لعنت واجب کر دی۔

جب شیطان مردود نے بھری مجلس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری حجت پوری ہو گئی تھی۔ جس پر پوری مجلس گواہ ہے۔ تو اس کے دل میں جو عداوت آدم علیہ السلام کے لیے چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہو گئی تو اس نے برملا اعلان کر دیا کہ میں (شیطان) آدم سے اپنی بے عزتی اور اپنے منصب سے برطرفی کا انتقام لوں گا۔ صرف آدم علیہ السلام سے ہی نہیں۔ بلکہ اس کی پوری اولاد سے عداوت اور انتقام لوں گا۔ چنانچہ اس نے اس غرض کے لیے بارگاہ خداوندی میں چند گزارشات پیش کیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- چونکہ آدم او اولادِ آدم قیامت تک وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز رہے گی۔ یعنی وہ قائد حزب اقتدار ہوں گے لہٰذا (شیطان) کو قائد حزب اختلاف بنایا جائے۔

2- چونکہ اولادِ آدم قیامت تک قائد حزب اقتدار رہے گی لہٰذا مجھ (شیطان) کو قیامت تک زندگی دی جائے تاکہ میں سب کی مخالفت خود کر سکوں۔

3- جس طرح وزارت عظمیٰ کے لیے مجھ (شیطان) کو ایک وزیراعظم ہاؤس اور وزیراعظم سیکرٹریٹ دے رکھا تھا۔ اسی طرح مجھے بحیثیت قائد حزب اختلاف وہ سب سہولتیں دی جائیں۔

Marfat.com

4- مجھے اپنی جماعت (حزب اختلاف) کے لیے جو کچھ درکار ہے اور درکار ہوگا اس کو پورا کیا جائے۔

5- مجھے آدم اور اولادِ آدم کی مخالفت میں پوری آزادی ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے شیطان کی مندرجہ بالا گزارشات کو قبول فرمایا۔ اور اسے قیامت تک کی مہلت دے کر قائد حزب اختلاف بنادیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے شیطان لعین کی کھلی جنگ کا آغاز ہونا:

آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلیہ کے ہمراہ جنت میں اتر جانے کا حکم دیا تو وہ جنت میں چلے گئے۔ تو شیطان ان دونوں کی زندگیوں کو ختم کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔

چنانچہ اس نے سوچ لیا کہ جنت میں موجود درخت جو "موت" کا درخت ہے۔ جو اس درخت کا پھل کھالے وہ مر جاتا ہے۔ تو اس نے دونوں میاں بیوی کو اس پھل کے کھلانے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا دونوں کو منع کیا ہوا تھا۔ اور شیطان کا یہ پہلا وار تھا۔ چنانچہ اس نے کسی نہ کسی طرح ان کو پھل کھلا دیا۔ تو اس کا خیال تھا کہ اب دونوں میاں بیوی ہلاک ہو جائیں گے تو بارگاہ خداوندی میں جا کر عرض کروں گا کہ آدم اور اس کی بیوی دونوں ہلاک ہو گئے۔ اے پروردگار اب کیا ارادہ ہے؟ کیا مجھے وزارت عظمیٰ اب مل سکتی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہی ہوا۔

آدم اور ان کی اہلیہ کو وہ لباس پہنا دیا گیا۔ جو بشری تقاضوں کا حامل تھا۔ جو کرہ ارض پر جا کر وہاں کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ چنانچہ وہ بشری وجود ہی ایسا وجود ہے۔ جو نفس ہے۔ جس کو موت کا ذائقہ چکھنا لازم ہے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام وہ پھل نہ کھاتے تو دائمی زندگی حاصل رہتی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں مقیم رہتے۔ شیطان کا پہلا وار بھی خطا گیا کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ ہلاک نہ ہوئے۔

آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر اترنا:

جب آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو شیطان کو بھی

Marfat.com

آسمانوں سے نیچے اتار دیا گیا۔ اور قوم جن اور شیطان کے لیے۔ آسمانوں کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے گئے۔ اس روز سے شیطان زمین پر رہنے کا پابند بنا دیا گیا۔

آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لئے فرشتوں کا مقرر کرنا:

جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا تو شیطان ان کی ہلاکت کے درپے تھا۔ اس لیے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جن فرشتوں کو حفاظت پر مامور کیا۔ ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی قیام گاہ کے چاروں طرف حدود مقرر کر دیں تا کہ ان حدود کے اندر شیطان داخل نہ ہو سکے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مکہ معظمہ کی چاروں طرف جو میقات کے مقام ہیں۔ وہ حدود ہی حضرت آدم علیہ السلام کی حفاظت پر مامور فرشتوں کے مقامات ہیں۔

قائد حزب اختلاف یعنی شیطان کا مرکزی سیکرٹریٹ:

شیطان کو کرہ ارض پر اپنا سیکرٹریٹ بنانے کی اجازت نہ دی گئی۔ اس لیے اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر سمندر میں بنایا تھا اور آج تک وہ سمندر ہی میں واقعہ ہے۔ وہ اپنی پوری حزب اختلاف کو منظم کرتا ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش بھی پانی پر ہے۔ اور شیطان کا ہیڈ کوارٹر بھی پانی پر ہے۔

جب کرہ ارض پر قائد حزب اقتدار اور قائد حزب اختلاف دونوں آباد ہو گئے تو ان دونوں کی عداوت جنگ وجدل میں بدل گئی جو ایک لمبی داستان ہے اور نہ ختم ہونے والی داستان ہے۔ اس کی طوالت سے بچنے کے لیے چند یادداشتیں لکھی جاتی ہیں تا کہ موضوع مکمل ہو سکے۔

یادداشتیں درج ذیل ہیں:

1- شیطان کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ جن باتوں سے آگاہ ہے۔ ان میں چند یہ ہیں۔

2- شیطان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تمام مراحل سے واقف ہے۔

3- شیطان زمین کے علاوہ سارے آسمانوں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

Marfat.com

4- آسمانوں کے اوپر کے جہان یعنی عرش کے معاملات کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔

5- کائنات پر حکمران ہونے کے باعث وہ حکومت کونیہ کے رموز واسرار سے واقف ہے۔

6- شیطان نے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اپنی زندگی گزاری ہے۔ وہ ہر ایک نبی کی زندگی کے حالات سے باخبر ہے۔ اور ان کی امتوں کے عروج وزوال سے بھی باخبر ہے۔ اس لیے کہ امتوں کے زوال میں اس کا پورا پورا حصہ ہے۔

7- جس طرح بنی آدم اپنے مشن کی حفاظت کے لیے فوجوں سے کام لیتے ہیں اسی طرح شیطان نے بھی اپنی افواج بنا رکھی ہیں۔ جس سے وہ بوقت ضرورت کام لیتا ہے۔

8- اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو پیدا کرتا ہے۔ تو اسی لمحہ ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ جو شیطان کا چیلا ہوتا ہے۔ انسان کی جاسوسی اس کے ذمہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ جن شیطان کی طرف سے جاسوس ہوتا ہے۔ جو انسان کی رپورٹ تیار کر کے شیطان کو پہنچانے والا ہے۔

9- مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیو بندی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدر والصدور اور[1] وزیر اعظم لکھا ہے اور قلندر بابا اولیاء نے[2] وائسرائے اور وزیر اعظم لکھا ہے۔

10- انسان کی آبادی کے بارے میں یہ ہے کہ وہ صرف اس کرہ ارض پر آباد ہے۔ لیکن مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قومِ جن کی آبادی زمین کے ساتوں طبقات میں ہے۔

11- جنوں کی قوم کی بہت سی قسمیں۔ ہر طبقہ زمین پر آباد قوم جن دوسروں سے مختلف ہے۔

12- چونکہ جنوں کی عمریں ہزاروں سال لمبی ہوتی ہیں۔ ان کی آبادی اس طرح تیزی سے بڑھ رہی ہے جس طرح سود پر حاصل کی گئی رقم پر سود در سود بڑھتا جاتا ہے۔ اس لیے جنوں کی آبادی کھربوں اور پدموں میں شمار کریں تو بھی مشکل ہے۔

13- حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی تعداد سے جن زیادہ ہیں۔ 3

14- چونکہ قوم جن نظر نہ آنے والی مخلوق ہے۔ ہمیں وہ نظر نہیں آتے لیکن ہم ان کو نظر آتے

1 فطری حکومت صفحہ 112 2+3 شیطان کی سوانح عمریٰ

Marfat.com

ہیں۔ ایسے عیار دشمن سے جو عمر میں بڑا۔ ظاہری طاقت میں قوی تر۔ رفتار میں گفتار میں تند و تیز ہے۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دشمن کے مقابلہ کے لیے ہمارا انتخاب فرمایا ہے اور اس سے جنگ کی تیاری اور رہنمائی کے لیے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ جس سے یہ راز فاش ہو جاتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام شیطان اور جنوں کو جانتے پہچانتے تھے۔ ان کے حالات اور واقعات سے اچھی طرح سے مطلع تھے۔ کہ ان کی سازشوں کے مقابلہ کے لیے ہمیں تیار کرتے تھے۔

15- عین ممکن ہے کہ وہ اولیاء اللہ جو بنی نوع آدم کی رہنمائی کرنے والے ہیں وہ بھی جنوں کو اسی طرح جانتے ہوں گے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام جانتے تھے۔

16- اللہ تعالیٰ اولاد آدم کو بار بار یاد دہانی کراتا ہے کہ وہ شیطان جس نے تمہارے باپ اور ماں کو جنت سے نکلوایا۔ ان کو ہلاک کرنے کی سازش کی۔ میں (اللہ) نے اس کی مخالفت کی تمہارا اور تمہارے باپ کا ساتھ دیا۔ ان کو اپنا نائب بنایا۔ جنت میں رکھا۔ میری اتنی مہربانیوں کے باوجود تم پھر اسی شیطان کے دست راست بن کر میری مخالفت پر کمربستہ ہو رہے ہو۔ جب تم ایسا کرو گے۔ تو تم جانتے ہو کہ پھر تمہارا کیا حشر ہوگا۔

Marfat.com

Marfat.com

حصہ دوئم

Marfat.com

Marfat.com

وزیر اعظم

قاری حافظ محمد طیب ؒمہتمم دیو بند اپنی تالیف ''فطری حکومت'' میں وزیر اعظم کے بارے میں جو کچھ تحریر فرماتے ہیں۔ وہ نیچے درج ہے۔

وزراء میں سے ایک وزیر اعظم چنا جاتا ہے جو پوری حکومت اور تمام ملک میں سب سے زیادہ با اقتدار ہوتا ہے اور سارے وزراء اس کے ماتحت ہوتے ہیں جماعت انبیاء میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنزلہ وزیر اعظم یا صدر اعظم کے ہیں جن کے بارے میں سارے انبیاء علیہم السلام سے تعاون کا عہد و میثاق لیا گیا۔ پھر چونکہ وزیر اعظم کے متعلق سلطنت کے کتنے ہی راز ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو سوائے وزیر اعظم کے کسی مصاحب اور مقرب خاص پر نہیں کھولے جاتے کہ ان کا تعلق صرف اسی کی وزارت سے ہوتا ہے اس لیے وزیر اعظم کو خلوت خاص میں ملاقات کے ایسے مواقع دیے جاتے ہیں جہاں کسی دوسرے کا گزر نہ ہو۔ سو آپ کے لیے بھی تخلیہ خاص کا یہ مخصوص موقعہ مہیا کیا گیا ارشاد نبوی ہے۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وقتٌ لا یَسَعُہٗ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ

میرے لیے (قرب خاص اور خلوت خاص کے) ایسے اوقات بھی ہیں کہ ان میں نہ کسی مقرب فرشتے کے آنے کی گنجائش ہے نہ کسی مرسل کی۔

اسی صدارتِ عظمیٰ کے ظاہر کرنے کے لیے دنیا میں آپ کو سیادت عامہ دی گئی۔ آپ کے دین کو عالمگیر بنا دیا گیا اور دورۂ محمدی میں کل عالم کو آپ کی امّتِ دعوت قرار دیا گیا۔ ادھر یوم قیامت میں آپ کو شفاعتِ کبریٰ کا منصب دیا جائے گا لواء الحمد عطا ہو گا جس کے نیچے سارے انبیاء و الیاء بھی ہوں گے جو آپ کے سوا کسی کو نہیں ملے گا اس یوم جلال میں آپ ہی کو ہمکلامیٔ الٰہی، مدح سرائی حق اور شاہی منقبت گوئی کا موقعہ دیا جائے گا جب کہ سب مقربین خائف اور ساکت وصامت ہوں گے بہر حال جو ایک وزیر اعظم اور مقرب خاص کی شان ہوتی ہے وہ آپ کی ہو گی اور ایسے وقت اور ایسی جگہ میں اس کو نمایاں تر کیا جائے گا۔ کہ اوّلین و آخرین سب اس کا مشاہدہ کر

Marfat.com

سکیں یعنی یومِ قیامت میں۔

وزارت داخلہ و خارجہ

پھر جیسا کہ وزیر اعظم کے ماتحت مختلف وزراء کی ایک کیبنٹ ہوتی جس میں ماتحت حکومتوں کے لیے وزیر نامزد ہوتے ہیں جو اپنی اپنی متعلقہ حکومتوں کے بارے میں وزیر اعظم سے احکام حاصل کرتے ہیں ایسے ہی اس مقدس صدر اعظم حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماتحت وزراء رکھے گئے ہیں جن میں بعض سماویات کے وزیر تھے اور بعض ارضیات کے گویا زمینی وزراء سے وزارت داخلہ بنی اور سماوی وزراء سے وزارت خارجہ۔ ارشاد نبوی ہے۔

اَبُوْبَکْرُ وَعُمَرُ وَزِیْرَایَ فِی الدُّنْیَا وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَزِیْرَایَ فی السماء (الریاض النفوۃ لا بن عبدالبر)

ابوبکر اور عمر میرے وزیر ہیں دنیا میں اور جبرئیل اور میکائیل میرے وزیر ہیں آسمانوں میں۔

اس سے وزیر اعظم کی فضیلت تمام وزراء پر ثابت ہوتی ہے خواہ وہ وزراء سماوی یعنی ملائکہ ہوں یا وزراء ارضی یعنی صحابہ نبوی۔

عمومی وزارتیں

ان خصوصی وزارتوں کے سوا جو مخصوص شعبہ ہائے تھیں۔ وہ حکومت کی ذمہ دار تھیں ایسی عمومی اور ہمہ گیر وزارتیں بھی ترتیب دی گئیں جن کا تعلق رعایا کی عام بہبود و فلاح ان کی صحیح تربیت اور ان میں شائستگی پیدا کرنے کے عمومی وسائل و ذرائع پر مشتمل ہوں بالخصوص رعایا کے اعلیٰ ترین طبقات اور ان میں بھی خصوصیت سے انسان جس کے لیے یہ سارا کارخانہ قائم کیا گیا ہے[1] زیادہ مستحق تھا کہ اس کی حفاظت جان و مال اس کی عام فلاح و بہبود اور اس کی نوعی ترقیات وغیرہ کا سامان کیا جائے تو حکومت الٰہی نے اس کا بے نظیر نقشہ قائم کرنے کے لیے اصولاً چار وزارتوں کی تشکیل فرمائی جن کی تفصیل یوں سمجھئے۔

1۔ انسان ہی ہے جس کے لئے یہ سارا کارخانہ (کائنات) قائم گیا ہے۔ گویا کارخانہِ کائنات کی تخلیق کا مقصودِ صنعت انسان سازی ہے۔ (مولف حبیبی)

Marfat.com

آسمانی بادشاہت کی چار اہم وزارتیں

انسان میں دو جزو تھے ایک جسم اور ایک روح اور دونوں کی تربیت ضروری تھی۔ روح کی تربیت علم و معرفت سے ہوتی تھی اور بدن کی آب و دانہ سے اس لیے سلطنت الٰہی نے دو محکمے یا دو وزارتیں قائم فرمائیں ایک وزارتِ ارشاد و تعلیم اور ایک وزارتِ غذا اور ارزاق پھر اسی طرح انسان میں، دو مادے جلی طور پر اور بھی تھے ایک غفلت جس کا منشا بادہ پسندی ہے اور ایک بغاوت جس کا منشا جاہ پسندی ہے اس لیے دو محکمے یا دو وزارتیں اور قائم فرمائیں ایک وزارتِ تذکیر و اشاعت جس سے انسان کی غفلت ٹوٹتی رہے اور ایک وزارتِ زجر و سیاست جس سے انسان کی نخوت اور بغاوت ٹوٹتی رہے وزیر تعلیم جبرئیل علیہ السلام مقرر ہوئے جو انسانوں پر قرآنی علوم و ہدایت لے کر آئے۔ جس سے مخلوق۔ یعنی رعیت بادشاہی اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو شائستہ بنانے کے لیے مختلف مضامین تدبیر منزل۔ تہذیب نفس ریاست مدن وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتی رہے اور مہذب بن کر دربار شاہی تک رسائی پانے کے قابل ہو جائے۔

پھر جیسے حکومت اپنے مقرر کردہ نصاب میں بادشاہ کی عظمت و محبت کے جذبات پیدا کرتی ہے اسی طرح اس تعلیم جبریلی کا اساسی مقصد بھی یہی ہے کہ مالک الملک کی محبت کو رعیت کے دلوں میں راسخ کیا جائے اور ہر وقت اس کی وفاداری کے گیت گائے جائیں اسی لیے حدیث جبریل میں حضرت جبریل کو معلم دین فرمایا گیا ہے اور وہی ہر پیغمبر کے پاس آسمان کی مختلف کتابیں اور علوم لے کر نازل ہوتے رہے ہیں کہ یہ محکمہ تعلیم انہی کے سپرد ہے حتی کہ آسمان کے فرشتے بھی وحی الٰہی کے بارہ میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جبریل کا وزیر تعلیم اور صاحب وحی ہونا مشہور احادیث سے ظاہر ہے۔

چنانچہ جب حضرت جبریل علیہ السلام اوّل بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوئے اور وحی لائے تو ورقہ ابن نوفل نے کہا تھا جو روایت عائشہؓ میں منقول ہے اور صحیح بخاری میں موجود ہے۔

هٰذَا لَنَا مُوسٰ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوسٰی۔

Marfat.com

یہی وہ ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔

اور جب کہ جبریل کی آمدورفت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شروع ہوگئی تو مشہور حدیث جبریل میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں معلم دین فرمایا ہے ارشاد نبوی ہے۔

هَذَا جِبْرِيلَ اَتَا كُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ

یہ جبریل ہیں تمہارے پاس آتے ہیں تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھلا جائیں۔ 1

وزیر تعلیم کے کارکن اوران کی حیثیت

تعلیم قانون کی اہمیت وعظمت

پھر قانون پڑھنے والے طلبہ کی اہمیت خود حکومت الٰہی کو جس قدر ہے اس کی حقیقت اس سے واضح ہے کہ طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے ملائکہ مقربین تک کو ان کے آگے جھکا دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ اس عزت افزائی کے سبب قانون کو خوب محنت سے پڑھیں اور سیکھیں اور چلیں۔

حضرت ابوالدولہ کی روایت میں ارشاد نبوی منقول ہے۔

وَاِنَّ الْمَلَائِكَتَه لَتَضَعُ اَجْنِحَتَمَا لِطَالِبَ الْعِلْمِ رِمناً بِمَا يَصْنَعُ

(البدایہ ص 56)

اور ملائکہ علیہم السلام طالب علم کے سامنے اپنے بازو جھکا دیتے ہیں اسی عمل (طالب علمی) سے خوشی ہو کر یعنی تواضع سے پیش آتے ہیں۔

②

1۔ حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے دین سکھلانے کے لئے آتا ہے۔ بلکہ یوں فرمایا ہے۔ کہ جبرئیل تمہارے پاس تمہیں تمہارا دین سکھانے آتے ہیں۔ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات جبرئیل کی تعلیم کی محتاج نہیں ہے۔ جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام حروف مقطعات کے ساتھ حاضر ہوتے تو آپ جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے آگے پڑھو۔ مجھے حروف مقطعات کے معانی اور مفہوم کا علم ہے۔ (مولف حبیبی)

Marfat.com

وزارت خوراک وارزاق

ہاں پھر وزیر زراعت حضرت میکائیل علیہ السلام مقرر ہوئے جو نباتات کے ابھار نے اور بارشوں کے ذمہ دار ہیں جن کا کام یہ ہے کہ بادلوں کی آب پاشی سے کھیتی کی امداد کریں اور زمینوں کو تقویت دیں جیسے حکومتیں اور زمینداریاں زمینوں کو قوت پہنچانے کے لیے کھاد وغیرہ دیتے ہیں۔ میکائیل بھی ایسا ہی کریں تاکہ رعیت مرفہ الحال ہو کر اپنے اپنے کاروبار میں لگیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ۔

وَعَلٰی اَیِّ شَیْءٍ مِیْکَائِیْلُ قَالَ عَلَی الْقَطْرِ وَ النَّبَاتِ المشکوٰۃ

کہ میکائیل کس خدمت پر مقرر ہیں۔ فرمایا کہ بارشوں اور نباتات پر۔

وزیر غذا کے وسائل کار

پس اس زمین سے تو ہر قسم کے ارزاق نکالے گئے اور ہر قسم کی نعمتیں مہیا کی گئیں اور آسمان سے ہر قسم کے علوم و معارف اتارے گئے اوّل الذکر نعمتوں سے انسان کی جسمانی زندگی ہے اور ثانی الذکر نعمت سے انسان کی روحانی زندگی ہے اگر جبریل اس شاہی رعایا کو علمی امداد نہ پہنچائیں تو رعیت میں نہ شائستگی باقی رہے نہ انسانیت اور اگر میکائیل اسے مادی امداد نہ پہنچائیں تو نہ انسان میں زندگی باقی رہے نہ حواس وقواء۔ پس اگر یہ پہنچایا ہوا علم انسان میں باقی نہ رہے تو انسان اپنی اختراع سے لاکھ تدبیریں کرے اپنی انسانیت کو برقرار نہیں رکھ سکتا اور اگر یہ پہنچاتے ہوئے ارزاق باقی نہ رہیں تو آدمی لاکھ عقلیں چلائے اپنی بنیاد کو باقی نہیں رکھ سکتا چنانچہ جب انسانی بغاوت کے سبب اسے سزا دینی مقصود ہوتی ہے تو کبھی تو یہ علمی امداد بند کر لی جاتی ہے اور انسان جہالت کی تاریکیوں میں ہر نافرمانی کرتا ہے یہاں تک کہ پھر اس وزارت تعلیم کے ذریعہ سے اس پر عذاب مسلط کیا جاتا ہے کبھی طبعی اسباب کے ماتحت اور بعض اوقات خارق عادت طرز میں اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے اور کبھی رعیت میں ناشکری اور کفران نعمت کے آثار نمایاں ہونے پر یہ مادی امداد بند کر لی جاتی ہے اور وزارت زراعت کے ذریعہ اسے سزا دی جاتی ہے۔ آسمان سے

Marfat.com

آب پاشی روک دی جاتی ہے اور زمین سے قوت انبات سلب کر لی جاتی ہے جس سے وہ بیج کو بھی سوخت کر ڈالتی ہے قحط پڑ جاتا ہے گرانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ لوگ فاقوں مرنے لگتے ہیں اور اس وقت تمام انسانی مساعی بے کار ہو جاتی ہیں اور وزیر زراعت اس وقت تک ان سخت احکام کو واپس نہیں لیتے جب تک کہ رعایا حلف وفاداری کی دوبارہ تجدید نہ کرے۔ اور بغاوت سے تائب نہ ہو جائے۔

پس جبرئیل وزیر تعلیمات ہیں جن سے روحانی شائستگی کا تعلق ہے اور میکائیل وزیر زراعت ہیں جن سے جسمانی تربیت کا تعلق ہے جبرئیل اگر روح کو آسمانی امداد نہ پہنچائیں تو انسان میں شائستگی اور انسانیت نہیں آ سکتی اور میکائیل اگر بدن کو زمینی امداد نہ دیں تو انسان کی عنصری زندگی برقرار نہیں رہ سکتی۔

وزارت تعلیم اور وزارت غذا کی خصوصی پشت پناہی

چونکہ یہی وزارتیں بنیادی وزارتیں ہیں اور یہی دو وزیر بڑے تھے جن کے ماتحت بڑے بڑے مرکزی محکمے رکھے ہیں اس لیے مالک الملک کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ ان کی غیر معمولی حمایت کی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ جو بھی ان سے برسرِ پرخاش ہوگا وہ حکومت کا باغی کہلائے گا کیوں کہ وہ ان سے پرخاش رکھ کر گویا رعیت کے روحانی اور مادی دونوں نظاموں کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے ارشاد قرآنی ہے۔

مَنۡ كَانَ عَدُوًّ لِلّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكَافِرِيۡنَ ۔ (البقرہ آیت 98)

جو شخص خدا کا دشمن ہوا اور فرشتوں کا اور اور پیغمبروں کا اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔

③

وزارت زجر و سیاست

اس کے بعد قدرتی طور پر رعیت کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کا درجہ آتا ہے کہ آیا رعایا

Marfat.com

میں اطاعت کے جذبات کام کر رہے ہیں یا بغاوت کے جراثیم پھیل گئے ہیں۔ عمال حکومت (ملائکہ) سے رعیت کے روابط قائم ہیں یا دشمنانِ حکومت (شیاطین) سے ساز باز ہو گیا ہے پھر اگر اطاعت شعاری ہے تو ایسی رعایا قابل امداد و نصرت ہے اور اگر ایسی نہیں ہے تو قابلِ تعزیر و سرزنش ہے اس لیے ایک تیسری وزارت بسلسلۂ سیاست قائم کی گئی جو نصرت و عقوبت اور دیکھ بھال کا کام انجام دے اس محکمہ کے ذمہ دار حضرت اسرافیل صاحب الصُّور ہیں گویا سابقہ دو محکمے سول کے تھے اور یہ ملٹری کا ہے البتہ سیاسی لائن میں پہنچ کر تمام محکمے ملٹری کے زیر اثر دے دیے جاتے ہیں کیونکہ حکومت کی قوت وزیر سیاسیات ہی کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے تعلیم و تربیت سے صرف بادشاہ کا کمال حاصل ہوتا ہے قوت نہیں کھلتی اور حکومت نام قوت ہی کا ہے اور یہ قوت محکمہ سیاست سے نمایاں ہوتی ہے اس لیے تمام محکمے حقیقتاً وزیر سیاسیات ہی کے ماتحت ہوتے ہیں اور اس کے اشاروں پر چلتے ہیں حتیٰ کہ دوسرے وزراء بھی گو بلحاظ منصب وزیر سیاسیات سے بالاتر بھی ہوں مگر اس وزیر سے مرعوب ضرور ہوتے ہیں جس کے ہاتھ میں ملک کا فوجی نظام ہوتا ہے۔ یہ وزیر عسکریت حضرت اسرافیل علیہ السلام صاحب الصُّور ہیں۔

چنانچہ آنحضرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب اسرافیل آئے ہیں تو آپ نے جبریل سے اسرافیل کی نسبت فرمایا۔

فَقُلْتُ یَا جِبْرِیْلُ نَزْکُنْتَ اَرَدْتُ عَنْ اَسْئَلَکَ عَنْ هٰذَا نَرَائَیْتَ مِنْ حَالِکَ مَاشَغَلَنِیْ عَزِ الْبَسْنَتِه فَمَنْ هٰذَا یَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ هٰذَا اِسْرَافِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَلَقَهُ اللّٰهُ یَوْمَ خَلَقَهُ بَیْنَ یَدَیْهِ مَافاً تَدَمْبِیرِ لَابَرْفَعُ طَرْفَه بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الرب سَبْعُوْنَ نوراً مَا مَنْهَا مِنْ نَوْرٍ یَکَادُ یَدْنُو مِنْهُ اِنَّ اَحَلَذِقَ بَیْنَ یَدَیْهِ لَوْحٌ فَاِذَا اِذَّنَ اللّٰهُ فِیْ شَیْءٍ مِنَ السَّمَآءِ اَوْفِیْ الْاَرْضِ ارْتَفَعَ ذَالِکَ اللَّوْحُ نَضْرَبَ جَبْهَتَهَا فَیَنْظُرُ فَاِنْ کَانَ مِنْ عَمَلِیْ اَمْرَنِیْ بِهٖ وَاِنْ کَانَ مِنْ عَمَلِ مِیْکَائِیْلَ اَمْرَهٗ بِهٖ وَاِنْ کَانَ مِنْ عَمَلِ مَلَکِ الْمَوْتِ اَمْرَهٗ

Marfat.com

بَہٖ (البدایہ ص 46 جلد 1)

میں نے کہا اے جبریل میں ارادہ کر رہا تھا کہ تم سے اس فرشتے (اسرافیل) کی بابت دریافت کروں مگر میں تمہارے مرعوب ہونے کی حالت دیکھ کر سوال سے رک گیا اب جبکہ وہ فرشتہ جاچکا ہے تو پوچھتا ہوں کہ یہ کون فرشتہ تھا؟ (جس سے تم بھی لرز رہے تھے حالانکہ تم تمام ملائکہ میں افضل ترین اور بالا دست ہو) جبریل نے کہا کہ یہ اسرافیل تھے انہیں خدا نے جس دن پیدا کیا تو اس شان سے پیدا کیا کہ وہ قدموں کو سیدھا کیے ہوئے تھے پلک تک نہ جھپکاتے تھے ان کے اور اللہ کے درمیان جلال کے ستر نور تھے ان میں سے کوئی نور بھی ایسا نہ تھا کہ قریب ہونے والے کو پھونک نہ دے ان کے سامنے ایک تختی۔ (یادداشت) رہتی ہے جب اللہ تعالیٰ زمین و آسمان میں کسی چیز کی اجازت دیتے ہیں تو یہ لوح بلند ہوکر ان کی پیشانی سے لگ جاتی ہے اور وہ دیکھتے ہیں۔ پس اگر کام میرے (جبریل) سے متعلق ہوتا ہے تو مجھے حکم دیتے ہیں اور اگر میکائیل سے متعلق ہوتا ہے۔ تو انہیں حکم دیتے ہیں اور اگر ملک الموت کے عمل سے متعلق ہوتا ہے تو انہیں حکم دیتے ہیں۔ 1

اس سے واضح ہے کہ محکمہ تعلیم اور محکمہ غذاء اس محکمہ سیاسیات کے زیر اثر رکھا گیا۔ کیوں کہ یہ شعبے محض اخلاقی ہیں اور محض اخلاقیات سے طاقتور نظام قائم نہیں ہوسکتا پھر جیسے بغاوت عامہ کے وقت سخت قسم کے آرڈیننس جاری کردیے جاتے ہیں اور صوبہ یا پورا ملک فوج کے ہاتھ میں دے کر ایک دم مارشل لاء نافذ ہوجاتا ہے کہ اک دم سارے شہر کو توپ دم یا بمباٹ کردیا جائے

1۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' مکتوب 100 دفتر سوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا مفہوم یوں ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی تخلیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ظل اوّل ہے بلکہ اصالت سے ہے۔ اسی طرح حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ ابوبکر بھی میرے نور کا ظلِ اوّل اور اصالت سے ہیں۔ (مولف جیبی)

Marfat.com

اسی طرح یوم قیامت میں جب کہ صرف شرار خلق اور باغی سرشت انسان رہ جائیں گے تو وزیر سیاست اسرافیل نفخ صور کریں گے جس سے تمام زمین و آسمان گویا توپ دم ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاء گا اور ملک سب کا سب ویران کر دیا جائے گا پس یہ خدمت اسرافیل سے متعلق ہو گی اس سے واضح ہے کہ حضرت اسرافیل وزیر سیاست ہیں جس کے ہاتھ میں ملکی نظام کی قوت دی گئی ہے اس لیے ان کی سرشت جلالی انوار سے کی گئی ہے جیسا کہ حدیث گذشتہ سے واضح ہوا ہے۔

وزیر سیاست کے کارکن اور وسائل کار

فوجی قوت

پھر جیسے صوبوں اور دور دراز قلمرو میں جدا جدا لشکر اور میگزین ہوتے ہیں اور مختلف مقامات پر چھاؤنیاں ڈالی جاتی ہیں تاکہ اگر کہیں بغاوت ہو تو وہیں کے مقامی لشکر سے اس کا سر کچل دیا جائے۔ اسی طرح اس آسمانی بادشاہت کی بھی مختلف چھاؤنیاں ہیں جو وقتاً فوقتاً مہم پر بھیجی جاتی رہی ہیں۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (المدثر آیت 31)

اور تمہارے رب کے لشکروں کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

حیوانی لشکر

اصحاب فیل ابھرے اور مکہ پر کعبہ کے انہدام کے لیے حملہ آور ہوئے جو سرکاری عمارت اور حقیقتاً پوری دنیا کا باب الحکومت اور دارالخلافہ تھا تو طیراً ابابیل کی بمبار فوج بھیجی گئی جو چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی شکل میں تھی جس نے منٹوں میں ابرہہ کی ہاتھی نشین فوجی کا استیصال کر دیا۔ اور اس کا مکر و کید تباہ کر کے رکھ دیا یہ چھوٹی چھوٹی چڑیاں گویا شکاری ہوائی جہاز تھے جن کی چونچ اور پنجوں میں تین تین بنی ہوئی کنکریاں تھیں گویا یہ زہریلے بم تھے ان لاتعداد طیاروں نے بمباری کی اور باغیوں کے اس لشکر جرار کا خاتمہ کر دیا۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ. اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ o وَّ اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ o تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ

Marfat.com

مِّنۡ سِجِّيۡلٍ o فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ o

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا۔
کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا اور بے اثر غول کے غول پرندے
بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے سو اللہ نے ان کو کھائے ہو
بھوسہ کی طرح کر دیا۔

نمرود اور قوم ابراہیم نے بغاوت کی تو مچھروں کے ذریعہ اس کو تباہ کر دیا گیا۔ فرعون نے سرکشی شروع کی تو مینڈکوں اور جوؤں کے ذریعہ اس کی عافیت تنگ کر دی گئی۔

عنصریاتی لشکر

پھر کسی سرکش قوم پر ٹڈیاں بھیج دی گئیں۔ جنھوں نے ان کے کھیت اور پیداوار کو چاٹ ڈالا اور وہ قوم فاقوں سے تباہ کر دی گئی۔ یہ عذاب حیوانات کی صورت میں آیا جس سے واضح ہے کہ اللہ کے لشکروں میں حیوانات کے سلسلہ کا بھی ایک عظیم لشکر ہے جس سے متمرد اور سرکش اقوام کو عذاب دیا گیا ہے۔ اقوام تباہ کی گئی ہیں۔ قوم عاد کو ہوا سے تباہ کر دیا گیا قوم نوح کو پانی کے طوفان سے برباد کر دیا گیا قوم شعیب پر بادلوں سے آگ کے انگارے برسا دیئے جس سے وہ تباہ ہو گئی۔ قوم لوط کی بستیاں اُلٹ کر زمین بُرد کر دی گئیں۔ غرض آگ' پانی' ہوا' مٹی جیسے منفرد عناصر بھی اس کے جنود و عساکر ہیں جن سے باغیوں کی سرکوبی میں کام لیا جاتا ہے۔

غرض انبیاء کے دشمن جب بھی کھلی بغاوت پر آئے تو بادشاہ حقیقی نے اپنے نائبین کی حمایت میں دشمنوں کے بڑے بڑے لشکروں کا اپنے ایک معمولی سے لشکر کی ذرا سی جنبش سے استیصال فرما دیا کسی کو ہوا سے اڑا دیا گیا کسی کو ہولناک گرج سے تباہ کر دیا گیا کسی کو زمین بُرد کر دیا گیا۔ کسی کو دریا بُرد کر دیا گیا کسی کو طوفان کی نذر کر دیا گیا کسی کو آگ کے شعلوں سے بھسم کر دیا گیا۔

القرآن : فَكُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ
اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ
اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ

Marfat.com

تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو ان میں سے بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں سے بعضوں کو ہولناک آواز نے آدبایا اور ان میں بعضوں کو ہم نے زمین میں دھنسایا اور ان میں سے بعضوں کو ہم نے ڈبو دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا۔ لیکن یہ ہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے ہیں۔

بہر حال یہ سب آسمانی بادشاہت کے جنود وعساکر ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً حکومت مختلف مہمات پر بھیجتی رہتی ہے تاکہ دشمن دبے رہیں اور زیادہ سر نہ اٹھائیں۔

القرآن : وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ط

(المدثر 31)

تیرے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ لشکر بجز نوع بشر کی تنبیہ وتذکیر اور کسی کے لیے نہیں ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں اللہ کی یہ حکومت یورپ کے باغیوں کو سزا دے رہی تھی۔ جب کہ انہوں نے علانیہ مالک الملک سے بغاوت شروع کر دی تھی اور کھلے بندوں گستاخیوں پر اُتر آئے تھے۔ رسیا (روس) کے ایک ذمہ دار اعلیٰ افسر نے کہا تھا کہ ہم نے حدود روس میں خدا کا داخلہ بند کر دیا ہے۔ خدا اب یہاں نہیں داخل ہو سکتا۔ جرمنوں نے کہا تھا کہ اگر خدا جرمن ہوتا تو ہم اس کی بات مان سکتے تھے۔ برطانیہ کے ذمہ داروں نے کہا تھا کہ اب خدا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اگر وہ آسمان کو بھی نیچے گرا دے تو ہم اسے اپنے سنگینوں کی نوک پر روک لیں گے جاپانیوں نے اپنے بادشاہ ہی کو خدا ماننا شروع کر دیا تھا۔ ان کھلی گستاخیوں پر خدائے لم یزل ولایزال نے اپنی قدرت کو ہلکی سی جنبش دی۔ اور ہر ملک کو اس کی گستاخی کی حد تک اس کے کرتوتوں کا مزا چکھا دیا۔ جاپان الٹ گیا۔ جرمنی ختم ہو گیا برطانیہ کی چودھراہٹ ختم ہو گئی اس کا غرور ٹوٹ گیا۔ اور اس نے معاہدہ میں دعائیں مانگنے کی خود اپنی رعایا سے التجا کی۔ غرض ان سرکشوں کو خدا نے خود انہی اسباب و وسائل کے ہاتھوں سزائیں دیں جن پر انہیں ناز تھا یعنی عناصر اربعہ اور موالید ثلاثہ چنانچہ اسی جنگ میں کسی موقعہ پر عناصر کی معدنی طاقتوں سے بمباری کرادی گئی۔ یہ فوجیں جہازوں میں ہی

Marfat.com

دریا برد ہوئیں کہیں بموں کے ذریعہ زمین بُرد ہوئیں کہیں بارودی سرنگوں سے تہ آب ہو گئیں کہیں گیسوں سے جھلس دی گئیں کہیں بارود کی گرج سے برباد ہوئیں۔

غرض کائنات کے مختلف جنود جمع ہے جُندؔ کی جمع جنود۔ اِن دشمنوں پر مسلط کر دیے گئے کچھ تو ان میں صرف خدا کے منکر تھے خود خدائی کے مدعی نہ تھے جیسے روس و برطانیہ اور کچھ انکار خدائی کے ساتھ اپنے حق میں خدائی کے دعویدار تھے جیسے جاپان کی بادشاہت۔

چنانچہ شاہ جاپان کو قوم خدا اور خدا کا مظہر اتم جانتی تھی اور وہ بھی اسے مانتا تھا جرمن اپنی قوم میں خدائی طاقتوں کے مدعی تھے۔ غرض ان میں سے ہر اک کی بغاوت کا ایک نیا رنگ تھا۔ پس جاپان کی فرضی خدائی کا تختہ تو صرف ایک ایٹم بم سے الٹ دیا گیا۔ برطانیہ کی سیادت جنگ کی ایک الٹ پھیر ہی میں ختم کر دی گئی اس کی سرکوبی جرمنی سے کرا کر اُس سے دعائیں منگوادی گئیں اٹلی کا غرور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ دیا گیا غرض جتنا جس کا جتنا تمرّد تھا اتنا ہی عذاب اس پر نازل کیا گیا اور انہیں انہی وسائل کے ذریعہ جن پر انہیں ناز تھا بلکہ ان کے پروردہ تھے اور ان کی درخشاں ایجادات تھے سے سزا دی گئی۔ پس یہ اس کی تنبیہہ عظیم تھی جو آج کی اقوام کو کی گئی اس پر بھی اگر یہ اقوام اپنی ڈھٹائی پر قائم رہیں تو وہ وقت دور نہیں ہے کہ آسمانی بادشاہت کی فوجیں پھر حرکت میں آئیں اور سرے سے ہی ان اقوام کا تختہ الٹ دیا جائے اور ان کی سیادت و قیادت کا تاج دوسری مغلوب اقوام کے سر پر رکھ دیا جائے۔

وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُم اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ.

اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کو مالک بنائیں اور ان کو زمین میں حکومت دیں۔

غرض امم ماضیہ اور امم حالیہ میں سے جس نے بھی حدود سے تجاوز کیا اسے فوراً ہی خدائی جنود و عساکر سے سزا دی گئی کبھی آسمانی لشکر سے اور کبھی زمینی فوج سے جس سے واضح ہے کہ شاہی

Marfat.com

قلعہ کے عسا کر قاہرہ جدا ہیں یعنی آسمانی طاقتیں اور صوبوں کے عسا کر وافواج الگ ہیں یعنی زمینی فوجیں خواہ وہ انسانی ہوں یا حیوانی یا نباتاتی اور جمادی البتہ کبھی مرکز سے بھی طاقت بھیج دی جاتی ہے۔ جیسے آسمانی ملائکہ کی چنگھاڑ سے یا ملائکہ کے ذریعہ بعض اقوام کی بستیوں کے اُلٹ دینے سے زمینی اقوام ہلاک کی گئیں یا بارشی طوفان سے ہلاکت عمل میں آ گئی وغیرہ۔

انسانی لشکر

اور کبھی زمین کا قصہ زمین ہی پر ختم کر دیا جاتا ہے اور انسانوں کے ذریعہ انسانوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

القرآن : وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوفَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ.

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کے ذریعہ بعض کو دفع کرتے رہا کرتے ہیں تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن...... اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر

چنانچہ خود انسانوں میں بھی حزب اللہ اور جنود الٰہی ہیں جو سرکش انسانوں کے لیے بطور مصلح استعمال کیے جاتے ہیں کبھی مقبولین کی جماعت کفار سے جہاد کر کے انہیں پست کر دیتی ہے جیسے غزوۂ بدر میں ہوا اور کبھی مقبولوں کی غفلت توڑنے کے لیے کفار کے ذریعہ سزا دے کر انہیں زجر و توبیخ کر دی جاتی ہے جیسے مسلم سلطنتوں پر کفار کے ذریعہ آفات نازل ہوئیں یا جیسے بنی اسرائیل پر بخت نصر جیسے مشرک کو دسترس دی گئی اور ان مشرک افراد نے سیہ کار مومنوں کے گھر میں گھس گھس کر انہیں سزائیں دیں اور ذلیل کیا۔

القرآن : فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا . ط

پھر جب ان دو بار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی ہم تم پر ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگجو ہوں گے پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں

Marfat.com

گے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو رہے گا۔

ملکی لشکر

پھر کبھی سرکشوں کے مقابلہ میں مطیعوں کی مدد ملائکہ کے غیبی لشکر سے کر دی گئی جیسے غزوۂ بدر میں مہاجرین کی اولین کی امداد کے لئے پانچ ہزار ملائکہ بھیجے گئے۔

القرآن: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔

یہ بات محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سرو سامان تھے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکر گزار ہو۔ جب آپ مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ اتارے جائیں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل ہوئے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں گے۔ تو تمہارا رب تمہاری امداد فرما دے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع سے بنائے ہوں گے اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لیے کی کہ تمہارے لیے بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں حکیم ہیں۔

اسی طرح حضرت فرشتوں کے ذریعہ قوم لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ بہرحال جمادات، عنصریات، حیوانات، انسان اور ملائکہ سب ہی اللہ کے جنود و عساکر میں ملے ہوئے ہیں۔ جو آسمانی بادشاہت کے سپاہی کی حیثیت سے اسی وقت اپنی ڈیوٹی بحکم الٰہی انجام دیتے ہیں جب

Marfat.com

کوئی دشمن سر ابھارتا اور حد سے گزر جاتا ہے تا آنکہ اسے مغلوب کر کے ہی چین لیتے ہیں۔

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْن ۔

خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ غالب ہونے والا ہے۔

خاص اسلحہ اور مخصوص میگزین

پھر جس طرح عام اسلحہ اور فوجی طاقتوں کے ساتھ شاہی قلعہ پر دمدمے اور مورچے ہوتے ہیں جن میں بڑی بڑی مار کی توپیں رکھی جاتی ہیں کہ اگر کہیں ملک میں عام بغاوت پھیل جائے اور رعیت سرتابی کرنے لگے تو اس زبردست توپ سے جس کا دہانہ آبادی کی طرف ہی ہوتا ہے۔ سارے شہر کو توپ دم کر دیا جائے ایسے ہی حملہ عرش میں سے حضرت اسرافیل کو صور دے کر کھڑا کیا گیا ہے جو تمام آسمان وزمین کی چوڑائی کی قدر ہے اور جس کا دہانہ ارضی وسماوی آبادی ہی کی طرف ہے۔ اسرافیل ہر آن عرش کی طرف نگراں ہیں کہ اگر ذرا اشارہ ہو جائے تو سارے مما لک کو ایک دم میں پھونک دیں اور توپ دم کر دیں۔

الحدیث: عَنْ اَبِی سَعِیْدَانِ الْخُدْرِیُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ کَیفَ اَنعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنَ قَدَ الْتَقَمَ الْقَرْن وَجَشیٰ جَبْھَتَہٗ وَانْتَظَرَ اَنْ یُّوْذَنَ کہ (معہ احمد)

ابو سعید خزری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیوں کر چین سے بیٹھوں جبکہ بگل والا (اسرافیل) بگل (صور) منہ میں لے چکا ہے اور پیشانی جھکا چکا ہے اور صور پھونکنے کے لیے بس اجازت کا منتظر ہے جس کی ہیبت ناک گرج سے یہ سارا کارخانہ درہم برہم ہو جاۓ گا۔

یعنی قیامت قائم کر دی جائے۔

بہر حال یہ وزارت زجر وسیاست کا ایک مختصر اور اجمالی خاکہ تھا جس کی فروعی تفصیلات چھوڑ کر محض اصولی امور سے اس محکمہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

وزارت تذکیرواشاعت

اسی کے ساتھ آسمانی بادشاہت کا ایک بڑا محکمۂ دعائیہ واشاعت کا بھی ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں پروپیگنڈا کا محکمہ کہتے ہیں اس شعبہ کا کام یہ ہے کہ حکومت کے قوانین کے احترام اور اس کی اطاعت کی طرف رعایا کو توجہ دلاتا رہے اور بار بار یاددہانی کرائے تاکہ لوگ انجام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس سلسلہ میں آسمانی بادشاہت نے تکوینی طور پر بہت سے واعظ اور ہادی مقرر فرمائے ہیں جو اپنے اپنے مقررہ اوقات پر انسان کو اس کی آخرت یاد دلاتے ہیں اور شاہنشاہ حقیقی کے روبرو حاضر ہوکر جواب دہی کے دہشت ناک وقت سے ڈراتے ہیں تاکہ آدمی موت سے پہلے موت کی استعداد پیدا کرلے نیز حاضری عدالت شاہی کے لیے عمر بھر سامان فراہم کرتا رہے تاکہ اس بندہ کا انجام جو کچھ بھی ہو خواہ نجات ہو یا معاذ اللہ ہلاکت اتمام حجت کے ساتھ ہو اور سلطنت پر یہ الزام نہ آئے کہ اس نے ایسے ہیبت ناک نتائج پر پہلے سے کیوں نہ مطلع کردیا کہ ہم تیاری کرلیتے۔

وزیر تذکیر کے وسائل کار

ملک الموت کے قاصد

پس اس وعظ و پند اور اقنون ملکی اشاعت و دعایۃ کے لیے ایک مستقل محکمہ بلکہ مستقل وزارت قائم ہے۔ جس کا کام حضرت عزرائیل علیہ السلام انجام دیتے ہیں جو مخلوق کی نگرانی بھی کرتے ہیں اور انہیں روحانی طور پر تذکیر بھی کرتے ہیں نیز ان کے ماتحت مستقل واعظ اور قاصد ہیں جو رعایا کو پند و نصیحت سے آخرت کی یاد دلاتے ہیں اور عذاب خداوندی سے ڈراتے ہیں۔

طولِ عمر اور بڑھاپا

مثلاً بڑھاپا جو قرب موت کی علامت ہے اسی وزارت کے کارکنوں میں سے ایک کارکن ہے ارشاد ربانی ہے۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَايَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيْرُ

Marfat.com

کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہو وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔

یعنی یہ عمر طویل اور بڑھاپے کا زمانہ ایک مستقل نذیر اور ڈرانے والا ہے کہ موت کے قریب ہونے کی علامت ہے جو آخرت کی پہلی منزل ہے۔

شیب یعنی سفید بال

سفید بال بھی نظیر ہیں اور علامت موت ہیں جو موت کی یاد دہانی کرتے ہیں پس یہ بھی آیت کی تفسیر میں شامل اور نظیر کا مصداق ہیں۔

حدیث : رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعِکْرَمَةَ وَاَبِیْ جَعْفَرا لبَاقِر 'قَتَادَہ وَسُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَه اَنَّهُمْ قَالُوْا یَعْنِی الشَّیْبَ وَقَرَا اِبْنُ زَیْدٍ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی . (تفسیر ابن کثیر جلد سابع ص 73)

اس سلسلہ میں ابن عباس عکرمہ ابو جعفر الباقر قتادہ اور سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ ڈرانے والے سے مراد بڑھاپا ہے (جو موت کے قرب کو دیکھ کر گویا عذاب آخرت سے ڈراتا ہے)

اور ابن زید نے پڑھا یہ بڑھاپا بھی ڈرانے والا ہے ڈرانے والوں میں سے۔

اولاد کی اولاد

بعض تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اولاد کی اولاد یعنی پوتے اور نواسے بھی نذیر اور ڈرانے والوں میں شامل ہیں جو آیت میں لفظ نذیر کا مصداق ہیں۔

امراض

پھر اسقام (سقم کی جمع ہے جس کا معنی کمزوریاں ہیں) و امراض وغیرہ بھی انہیں واعظوں میں سے ہیں جو موت کی یاد دہانی کرتے ہیں۔

حدیث: اَخْرَجَ اَبُو نعیم فِی الْحُلْیَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا مِنْ مَرَضٍ

Marfat.com

يَمْرَضُهُ الْعَبْدُ اِلَّا وَرَسُوْلُ مَلَكِ الْمَوْتِ عِنْدَهُ الخ۔

ابونعیم نے لیتہ الاولیاء میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ کوئی مرض ایسا نہیں ہے جو بندہ کو لگے اور وہ ملک الموت کا قاصد نہ ہو جو اس کے پاس آیا ہو (مرض کے وقت کوئی نہ کوئی قاصد موت کے فرشتہ کا اس کے بندہ کے پاس نہ ہو)

حدیث : قَالَ الْقُرطَبِیّ وزَدفِی الْخَبَرِ اَنَّ بَعْضَ الْاَنْبِیَاءِ قَالَ لِمَلَکِ الْمَوْتِ امالَکَ رَسُوْلٌ تُقَدِّمُهُ بَیْنَ یَدَیْکَ لِیَکُوْنَ النَّاسُ عَلٰی حَذَرٍ مِنْکَ.

قرطبی کہتے ہیں کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے ملک الموت سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی قاصد نہیں ہے کہ تم اپنے آگے آگے اسے بھیج دیا کرو تا کہ لوگ تم سے ڈرتے رہا کریں ورا پنا بچاؤ معاصی وغیرہ سے کرلیں یعنی توبہ کرلیا کریں۔

اختلال حواس

حدیث : قَالَ نَعَمْ لِیْ وَاللّٰهِ رُسُلٌ کَثِیْرَةٌ مِّنَ الْاَعْمَالِ وَالْاِمْرَاضِ وَ الشَّیْبِ مَالْهَدَامِ وَتَغْیِرِ السَّمعِ وَالْبَصَرَ فَاِذَ الَمْ یَتَذَکَّرْ مَنْ نَزَل بِهٖ ذٰلِکَ وزلَمْ یَتُبْ نَادَیْتُه' اِذَا قَبْضَة لَمْ اُقَدِّمُ اِلَیْکَ رَسُوْلًا بَعْدَ رَسُوْلٍ وَّنَذِیْرًا بَعْدَ نَذِیْرًا فَاَنَا الرَّسُوْلُ لَیْسَ بَعْدِیْ رَسُوْلٌ وَاَنَا النَّذِیْرُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَذِیْرٌ . (شرح الصدور للسیوطی)

کہا کیوں نہیں ہے واللہ میرے قاصد تو بہت ہیں یہ علتیں امراض بڑھاپا بالوں کی سفیدی سمع و بصر (حواس) کا متغیر ہو جانا یہ سب میرے قاصد ہی تو ہیں جو میرے جلد پہنچنے کی خبر دیتے ہیں پس جب کوئی ان تنبیہی چیزوں سے متنبہ نہیں ہوتا اور توبہ نہیں کرتا تو میں قبض روح کے وقت اسے جتاتا

Marfat.com

ہوں کہ کیا میں نے آگے آگے تیرے پاس قاصد پر قاصد اور آگے پیچھے ڈرانے والے نہیں بھیجے! سواب میں خود وہ قاصد ہوں کہ میرے بعد کوئی قاصد نہیں اور میں خود وہ ڈرانے والا ہوں کہ میرے بعد اب کوئی ڈرانے والا نہیں۔

موت

خود موت کی ایک یاد مستقل واعظ ہے جو انسان کے عبرت پکڑنے کے لیے حیات کے ساتھ ساتھ رکھی گئی ہے ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ سارے انسان دنیا میں صرف پیدا ہی ہوتے رہتے' اور ایام قیامت میں ایک دن کی ایک ساعت میں ایک دم موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے۔ لیکن اس میں ایک کی موت سے دوسرے کو عبرت پکڑنے کا موقعہ نہ ملتا اس لیے حیات اور پیدائش کے ساتھ ساتھ موت کا سلسلہ قائم رکھا گیا تا کہ یہ موت واعظ کا کام بھی دے۔ ارشاد نبوی ہے۔

کفٰی بالموت واعظاً

آدمی کے وعظ و نصیحت کے لیے ایک موت ہی کی یاد کافی ہے۔

قبر

انسان کی قبر بھی روزانہ موت کی یاد دہانی کرتی ہے اور تنبیہ اور توبہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

حدیث: اخرج الدَّیلمی عَنِ ابنِ عبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تجھزُوا القُبُورِ کُمْ فَاِنَّ القَبْرَ لَہٗ فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعُ مرات یَقُوْلُ یَا اِبْنَ اٰدم الضَّعِیْفَ تَرَحَّمَ حَیٰوتک عَلٰی نَفْسِکَ قَبْلز اَنْ تَلْقَا فِیْ اَتَرَحَّمُ عَلَیْکَ وَتُکْفٰی مِنِّی الرَّدٰی

(شرح الصدور ص 45)

دیلمی نے روایت کی ہے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لوگو اپنی قبروں کے لیے تیاری کرو بہ تحقیق قبر کی ہر دن میں سات ندائیں ہیں وہ کہتی ہیں کہ اے کمزور انسان اپنے اوپر اپنی زندگی ہی

Marfat.com

میں میرے آنے سے پہلے رحم کر تو میں بھی تجھ پر رحم کروں گی اور میری ہلاکت آخر میں اور تباہ کاری سے تو بچا رہے گا۔

ملک الموت

خود ملک الموت بھی روزانہ انسان کو اپنی روحانی اور معنوی آواز سے متنبہ کرتے اور آخرت سے ڈراتے ہیں۔

حدیث : عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ نظر رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَلَکِ الْمَوْتِ عندرا مِنْ رَجُلٍ مگنْ آلانْصَارِ فَقَالَ یَا مَلَکُ الْمَوْتَ اِذْفَقْ بِصَاحِبِیْ فَاِنَّهُ مُوْمِنٌ فَقَالَ مَلَکِ الْمَوْتِ یَا مُحَمَّدُ طِبْ نَفْسًا وَّتَرِ عَیْنًا فَاِنِّی بِکُلِّ مُوْمِنٍ رِفُیْقٌ وَاعَلَمْ اَنَّ ما فِیْ الْاَرْضِ بَیْتَ مَدْرٍو لَاشَعْر فگی بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ اِلَّا وَاَنَا اَتَفَحَصُهُمْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّتٍ حَتّٰی اَنْ اَعْرِفَ بِصَغِیْرُ هُمْ وَکَبِیْبَرِ هُمْ بِاَنْفُسِهِمْ.

(البدایت ص 47)

جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت کو ایک انصاری کی روح قبض کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے ملک الموت میرے صحابی کے ساتھ نرمی کرو اس لیے کہ وہ مومن ہے تو ملک الموت نے عرض کیا کہ خوش ہو جیے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھئے کہ میں ہر مومن پر مہربان (نرم) ہوں اور یہ جان لیجئے کہ روئے زمین پر کوئی اینٹ اور کپڑے کا گھر و بحر میں ایسا نہیں کہ میں روزانہ اس کا کھوج پانچ دفعہ نہ لگاتا ہوں تا آنکہ میں انسانوں کے ہر چھوٹے اور بڑے فرداً فرداً خوب پہچانتا ہوں۔

بہرحال یہ سب مذاکرات ہیں جو دنیا والوں کے انتباہ کے لیے رکھے گئے اور ان

Marfat.com

ضابطہ میں لانے کے لیے انہیں عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا۔

غرض اس وزارت تذکیر و اشاعت کے یہ سینکڑوں کارکن ہیں جو انسان کے حق میں واعظ ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں دیکھو
ذرّہ ذرّہ سے صدا آتی ہے: مافہم فافہم

(حضرت شیخ الہند)

بہر حال آسمانی بادشاہت کی یہ چار وزارتیں ہیں۔ وزارت تذکیر و اشاعت جو ملک الموت کے تحت میں ہے وزارتِ تعلیم و ہدایت جو جبریلؑ کے تحت میں ہے۔ وزارت ارزاق و زراعت جو میکائیل کے تحت میں ہے۔ وزارت زجر و سیاست جو اسرافیل کے تحت میں ہے اور کسی سلطنت کے لیے یہی اساسی حیثیت رکھتی ہیں جن پر عادتاً ایک ملک کی ترقی اور اس میں قیام و امن و سکون کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اگر رعایا تعلیم یافتہ نہ ہو اور ملک جاہل رہ جائے تو وہ کبھی اندرونی اور بیرونی آفات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر روٹی کا مسئلہ حل نہ ہو تو ملک میں سکون نہیں رہ سکتا اور اس کی بے چینی رفع نہیں ہو سکتی۔ اگر تعلیم و تمول دونوں ہوں مگر تنبیہہ و سیاست نہ ہو تو ملک میں شائستگی اور تہذیب پیدا نہیں ہو سکتی اور اگر نیک کردار بھی بنا دیا جائے مگر محض سیاست اور جبری طور پر اور اس میں حقیقی نیکی نہ ہو اور نہ وہ عبرت و نصیحت اپنی ذات سے قبول کرتا ہو تو اس کے دل میں علم قانون اور لائحہ عمل متحضر نہیں رہ سکتا جس کے استحضار ہی سے کردار کی بلندی قائم ہوتی ہے غرض یہ چاروں مہمات ہی ایک ملک کی بقاء و تحفظ کے ضمانت دار ہیں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے ان چار مخصوص اور مقرب ملائکہ جبریل و میکائیل اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کا انتخاب فرما کر ان چار وزارتوں کو ان قوی اور امین ملائکہ کے سپرد فرما دیا گویا عالم کائنات کو ان چار کے ہاتھوں میں دے دیا تاکہ یہ چاروں مقرب بندے منشاء خداوندی کو ہمہ وقت سامنے رکھ کر بطور جارحہ حق عالم کا نظام قائم رکھیں۔ اس سے تقسیم خدمات و عمل کا اسوہ پیدا ہوتا ہے جس پر ملکی خدمات کا دارومدار ہے اگر کسی ملک میں صحیح تقسیم عمل اور رجال کار کا صحیح اور موزوں انتخاب نہ ہو تو اس ملک کا نظام کبھی برجا

Marfat.com

نہیں رہ سکتا ہاں پھر تقسیم مناسب وخدمات کے بعد ان چاروں اساسی وزارتوں کے تحت ہزار ہا فروعی شعبے اور محکمے اور ان سے متعلقہ دفاتر ہیں جن میں ان گنت کارکنوں کے عملے ہیں جو سول اور ملٹری دونوں قسم کے امور انجام دیتے ہیں پھر ان عملوں کے لیے وسائل کار ہیں جن کے ذریعہ ملک کی مختلف خدمات انجام پا رہی ہیں اور اس طرح رعایا کی نگہداشت پرورش اور انضباط کار کا نظام بے مثال طریق پر چل رہا ہے۔

Marfat.com

وزارتوں کے ماتحت اہم شعبہ جات

حفاظتی پولیس

مثلاً ہر بیدار سلطنت کے لیے رعایا کی حفاظت ونگہداشت اور امن عامہ کے وسائل کا قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے سو آسمانی بادشاہت نے بھی اپنی نوعیت کے مناسب حفظان رعایا کے وسائل کار مہیا فرمائے تا کہ انسانوں کے ان گنت دشمن اس پر قابو نہ پا جائیں اور انسان بے وجہ نہ مارا جائے ان وسائل کار میں سے تو حفظان رعیت کے لیے حفاظتی پولیس کا انتظام ہے جس پر انگنت سپاہی کام کرتے ہیں اور سوتے جاگتے ہر وقت رعایائے ملک کی محافظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

حدیث: لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ (قـال مُجـاهِـدٌ) مَامِنۡ عَبۡدٍ اِلَّا وَمَلَكٌ مُوَكَّلٌ يَحۡفَظُهٗ فِيۡ نَوۡمِهٖ وَيُقۡظَتِهٖ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَّالۡهَوَامِ وَلَيۡسَ شَيۡءٌ يَاتِيۡهِ يُرِيۡدُهٗ وَاِلَّا قَالَ وَرَاءَ اِلَّا شَيۡءٌ يَاذَنَ اللّٰهُ فِيۡهِ فَصِلِيۡبُنَهٗ۔

(البدایہ ص 50)

ہر شخص کے لیے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (مجاہد نے فرمایا) کہ کوئی بندہ نہیں ہے کہ اس کی حفاظت پر فرشتہ مقرر نہ ہو جو سوتے اور جاگتے ہیں اس کی نگہداشت کرے شیاطین سے انسانوں سے کیڑے مکوڑوں سے ان میں سے کوئی شے بھی انسان پر آتی ہے تو وہ کہتا ہے پرے ہٹ ہاں بجز اس کے کہ اللہ ہی کا ارادہ اس مصیبت کے ڈالنے کا ہو تو وہ پہنچ کر رہے گی۔

خفیہ پولیس اور رعیت کے عمل کی نگرانی

ہاں پھر اسی طرح ہر حکومت کے لیے سی آئی ڈی کا محکمہ لازمی ہے جو حکومت کو خبریں

Marfat.com

پہنچائے اور بسنے والوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھے گو حکومت کو ذاتی علم بھی ہے مگر پھر بھی طریق حکمرانی کا یہ ایک ناقابل انکار اصول ہے اور اس لیے ہے کہ خفیہ کے ذریعہ ہر ہر فرد بشر کا ریکارڈ محفوظ رہے اور اس اعمال نامہ کے ذریعہ ہر شخص پر سزا و جزا کے وقت حجت قائم کی جاسکے حکومت الٰہی کے خفیہ پولیس کراماً کاتبین ہیں جو ہر شخص کی خفیہ نگرانی کرتے ہیں اور ہر وقت اس کے کندھوں پر سوار ہیں۔

قرآن : وَاِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ کِرَامًا. کَاتِبِیۡنَ o یَعۡلَمُوۡنَ مَاتَفۡعَلُوۡنَ o
(الانفطار 10-11-12)

اورتم پر یادرکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قرآن : اِذۡیَتَلَقَّی الۡمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ ما یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ.

جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔

رعایا کے اعمال نامے اور دفتری ریکارڈ

پھر اس خفیہ پولیس کی رپورٹیں اس قدر مکمل ہوتی ہیں کہ عمل کی ہیئت مکان، وقت اور مجلس کا نقشہ حتیٰ کہ آوازیں تک محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ جیسے آج سی آئی ڈی کے کارکن مختصر کیمرے رکھتے ہیں جس سے آدمی ہی نہیں اس کی نقل و حرکت کے مواقع تک کے فوٹو اتار لیتے ہیں ٹیپ کی مشین رکھتے ہیں اور اس سے آوازیں تک ریکارڈ کر لیتے ہیں اسی طرح الٰہی حکومت کے سی۔ آئی۔ ڈی بھی ہر ہر انسان کے اعمال نامے اور زندگی کے ریکارڈ یوم جزاء میں ہر شخص کے سامنے پیش کر دیں گے اور کہا جائے گا کہ۔

قرآن : اِقۡرَاء کِتَابَکَ بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا.

Marfat.com

اپنا نامہ اعمال پڑھ آج تو اپنا آپ ہی محاسب کافی ہیں

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قرآن : فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَیَقُوْلُ هَاؤُمُ اقْرَءُ وْ کِتَابِیَہْ

(الحاقہ 19)

پھر جس شخص کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو کہے گا کہ لو میرا نامہٗ اعمال پڑھ لو۔

اور فرمایا گیا۔

قرآن: وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِشِمَالِہٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَہْo

(الحاقہ۔25)

اور جن کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا مجھ کو میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا۔

دفاتر محکمہ جات

پھر ان تمام دفتری اندراجات کے لیے دفاتر کی ضرورت تھی تو عرش الہی اور مستویٰ (جائے استواء اور وہ عرش ہے) کے قریب صدر دفتر عالم ہے جس کے کلرک ملائکۃ الرحمٰن ہیں جو عالم کے تمام حوادث اور احکام اور تقدیر کے سارے قضاء یا اور فیصلے اس عظیم الشان صدر دفتر میں درج کرتے ہیں یہ صدر دفتر عرش عظیم کے پاس ہے جیسے سیکرٹریٹ کے تمام دفاتر شاہی مستقر کے قرب وجوار ہی میں رکھے جاتے ہیں چنانچہ معراج کے موقعہ پر ان دفاتر کو آپ نے ملاحظہ فرمایا حضرت ثابت بنانی کی طویل حدیث میں ہے۔

حدیث: ثُمَّ عفرُجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ

(مشکوٰۃ باب صفت المعراج ص529)

اور پھر مجھے اونچا لے جایا گیا (یعنی تمام آسمنوں سے گزر کر) تو مستویٰ (عرش عظیم) ظاہر ہوُا اور میں نے قلموں کے صریر آواز سنی۔

Marfat.com

کاغذات کی روزانہ پیشی

پھر ان شاہی دفاتر کے اوقات صبح و شام رکھے گئے ہیں جن میں کاغذات جاتے ہیں اور بادشاہ حقیقی کے سامنے ان کی روزانہ پیشی ہوتی ہے۔

مِنْ اَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّم مَامِنْ حَافِظَیْنِ یَرْفَعَانِ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَ مَا حَفِظَا فِیْ یَوْمٍ فَیَرَیٰ فِیْ اَوَّلِ الصَّحِیْفَتِهٖ وَفِیْ اٰخِرِهَا اِسْتِغْفَارًا اِلَّا قَالَ عَفَرْتُ مَابَیْنَ کَرِفِیْ الصَّحِیْفَتِهٖ. (البدایہ ص 51)

انس فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یہ دونوں محافظ (کراما کاتبین) جب بھی روزانہ عروج کر کے اللہ تک پہنچتے ہیں تو جس کے نامہ اعمال میں اول وآخر استغفار ہوتا ہے حق تعالیٰ فرما دیتے ہیں کہ اس صحیفے کے دو طرفہ جتنی بھی کوتاہیاں ہیں میں نے سب بخش دیں۔

اوقات پیشی

اس روزانہ پیشی کے سلسلہ میں اوقات دفتر کے متعلق حدیث ابی موسیٰ میں ارشاد ہے۔ کہ وہ صبح و شام رکھے گئے ہیں۔

یَرْفَعُ اِلَیْهِ عَمَلَ اللَّیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارَ وَعَمَلِ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّیْلِ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر ص 21)

اس کے حضور میں رات کے اعمال دن کے عملوں سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے عملوں سے پہلے پیش ہو جاتے ہیں (گویا دن میں بھی پیشی ہوتی ہے اور رات میں بھی۔)

تبادلہ اور چارج

پھر اس صبح اور شام کی پیشی کے سلسلہ میں ساعتیں تک متعین ہیں کہ وہ نماز فجر اور نماز عصر کے اوقات ہیں حدیث ابی ہریرہ میں اس کی تعین کی گئی ہے ارشاد نبوی ہے۔

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلَا
ئِکَتُه یَتَعَاقَبُوْنَ مَلَائِکَۃِ النَّهار الَّیْلِ وَمَلَائِکَتُه النَّصَارِ وَ
یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ الصَّلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ. (البدایہ ص 51)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یہ رات اور دن کے نگراں ملائکہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے رہتے ہیں اور نماز فجر عصر میں جمع ہو جاتے ہیں یعنی دن کے ملائکہ طلوع فجر پر آ کر رات والوں سے چارج لیتے اور نماز فجر میں جمع ہو جاتے ہیں اور رات کے ملائکہ دن والوں سے قبل مغرب چارج لیتے ہیں اور نماز عصر میں جمع ہو جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اعمال کی پیشی کا یہ سلسلہ حق تعالیٰ کے علم میں لانے کے لیے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تو خود عالم الغیب ہے بلکہ یہ سارا سلسلہ اولاً نظام حکومت کی تشکیل کے لیے ہے ثانیاً بندوں کی تعلیم کے لیے ہے اور ثالثاً اس لیے ہے کہ ان میں تحریری نوشتوں سے ہر بندہ پر اتمام حجت کے بعد ہی اسے سزا و جزا دی جائے جسے وہ بھی تسلیم کرلے اور مسلمہ حجت و برہان سے اس کے یہ دونوں استحقاق ثابت ہوں اور اس طرح ہر ایک مخلوق کو اس عادلانہ نظم کے ماتحت بتدریج اس کی حد کمال پر پہنچا کر اس مقام تک پہنچا دیا جائے جس کا وہ اہل ہے اور جس کی طرف طبعی میلان اپنے خمیر اور خلقت میں رکھتا تھا یعنی مطیع مقام عفوان و ریحان تک اور مجرم مقام خسران و حرمان تک پہنچا دیے جائیں اور ہر ایک اپنے کردار و افعال سے آہستہ آہستہ چل کر مناسب مقام حاصل کرلے کوئی مورد رحمت بنے اور کوئی مورد غضب تا کہ ایک طرف تو مخلوق کے وہ مخفی جوہر کھل جائیں جو بد خلقت سے اس میں ودیعت کیے گئے تھے اور ایک طرف حکیم مطلق کی وہ مخفی حکمتیں اور مکنون کمالات و صفات کھل جائیں جن کے ظہور کے لیے اس کائنات کا یہ طلسم رنگ و بو بنایا گیا تھا۔

در کار خانہء عشق از کفر ناگزیر است
دوزخ کرا بسوزد گر بو لہب نہ باشد

Marfat.com

عطایائے صلہٗ واعزاز

تقسیم جاگیرات واعزازات

رجال کار کا انتخاب اور تقسیم عہدہ جات کے بعد جبکہ کارکن اپنی اپنی کارگزاری دکھلانے لگیں اور اپنی اپنی قابلیتوں کے جوہر نمایں کر کے صلہٗ وانعام کا استحقاق ثابت کر دیں تو موقعہ آتا ہے کہ ان وفاداران حکومت کو مختلف مناصب اور اعزازات اور جاگیرات دیے جائیں تا کہ وہ اپنی خدمات حوصلہ اور امنگ سے انجام دیں اور بادشاہ کے مخلص اور وفادار رہیں پس کسی کو کسی ملک کی گورنری اور افسری دی جاتی ہے کسی کو جاگیریں دی جاتی ہیں کسی کو خطاب ملتا ہے اور کسی کو بھرے مجمع میں حوصلہ افزائی کی جاتی ہیں غرض مختلف انواع کے انعامات سے وفاداروں کو نوازا جاتا ہے اس کے بالمقابل کام چوروں باغیوں اور پشتینی دشمنوں کی رسوائی کے لیے یا انہیں کسی بدترین قوم کی قیادت دی جاتی ہے تا کہ وہ ناکام واپس ہوں اور انجام کاران پر حجت تمام ہو اور وہ سزا کے مستحق ہو جائیں اور کسی کا اعزاز ومنصب بحق سرکار ضبط کر لیا جاتا ہے جیسے ابلیس کا منصب سرداری ملائکہ ضبط ہوا کسی گمراہ قوم میں سے خاندانی عزت وفضیلت ختم کر دی جاتی ہے جیسے بنی اسرائیل کی قیادت وفضیلت عامہ ختم کر دی گئی یا آج جیسے اقوام عالم میں سے کسی قوم کو ملک دیا جا رہا ہے جوں جوں وہ صلاح ورشد کی طرف آ رہی ہے اور کسی سے ملک چھینا جا رہا ہے جوں جوں وہ طغیان وسرکشی کی طرف جا رہی ہے چنانچہ اس شاہی عطاء وسلب کے بارے میں قرآن حکیم میں فرما دیا گیا ہے۔

قرآن : قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ (اٰلِ عِمْرٰن. 26)

آپ یوں کہیے کہ اللہ مالک تمام ملک کے آپ مالک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

عطاء خطابات

پھر اعیان ملک کو جو وفاداری میں ہر وقت سرگرم رہتے ہیں خطابات عطاء کیے جاتے ہیں جیسے ملائکہ مقربین انبیاء علیہم السلام اور نائبان انبیاء کو اپنے اپنے وقت میں مختلف خطابات دیے گئے ہیں جو ان کی نوعیت کارگزاری اور شخصی اوصاف کے مناسب حال تھے بالکل اسی طرح جیسے سلاطین دنیا مثلاً طبقہ علماء کو تو ان کے انداز کے مناسب خطاب دیتے ہیں جیسے شمس العلماء یا ملک العلماء اور طبقہ امراء کو ان کے طرز کے خطابات جیسے خان خاناں اور امیر الامراء وغیرہ مثلاً حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ اور صدیق کا خطاب ہوا۔

قرآن : وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ ط كَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا o وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا o (مریم آیت 41)

اور بنا لیا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو دوست وہ بڑے راستی والے (صدیق) پیغمبر تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کو نجی اللہ اور مخلص اور کلیم اللہ کا خطاب ملا۔

قرآن : وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا o اِنَّهٗ كَانَ مُخْلِصًا o وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا o (النسا 164)

اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لیے مقرب بنایا اور وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کیے ہوئے تھے اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا۔

عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کا خطاب ملا۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ o (النسا 1)

مسیح عیسیٰ ابن مریم اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف سے ایک جان ہیں۔

ادریس علیہ السلام کو صدیق کا۔ اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد کا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبداللہ کا خطاب ہوا جو تمام خطابات میں سب سے اونچا خطاب ہے کیوں کہ بارگاہ الوہیت میں عبدیت سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ جو رفعت عبدیت سے ملتی ہے وہ اور کسی مقام سے نہیں ملتی۔ اس لیے بیان معراج میں امتنان اور بیان فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام پر حق تعالیٰ نے آپ کو عبد کے لفظ سے یاد فرمایا اور اسے بھی اپنی طرف نسبت دے کرتا کہ آپ کی اعلیٰ ترین بزرگی دنیا پر واضح کر دی جائے۔ فرمایا۔

قرآن : سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی . (بنی اسرائیل آیت 1)

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندے کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

پھر انبیاء کے بعد نائبان انبیاء ان کے صحابہ اور بعد کے ورثاء نبوت کو بھی حسب حیثیت خطابات عطا ہوتے ہیں جیسے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب حلیم اور صدیق تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فروق اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذوالنورین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتضیٰ اور اسد اللہ۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیف اللہ۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امین الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حُبر الامت حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حواریٔ نبی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سید۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سید الشہداء اسی طرح اولیاء کرام کے خطابات عالم مثال میں ان کے حسب حال ہوتے ہیں جیسے عظیم یا ابدال یا قطب اور غوث وغیرہ جو روایات حدیث سے ثابت ہیں۔ ہاں پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو بمنزلہ وزیر اعظم کے ہیں صرف ایک ہی خطاب عبدیت کا نہیں ملا بلکہ تقریباً 99 خطابات عطاء ہوئے جن میں سے اعلیٰ ترین خطاب تو عبداللہ ہے کہ مقام عبدیت سب مقامات خلت تکلیم۔ رُوحیت وغیرہ پر فائق ہے بقیہ خطابات آپ کی مختلف شانوں اور صفات کمال

Marfat.com

کے اعتبار سے عطا ہوئے حتیٰ کہ بعض شاہی القاب تک سے حضور کو ملقب کر دیا گیا یعنی حق تعالیٰ نے خود اپنے بعض اسماء آپ کو بطور خاص خطاب میں عطا فرمائے جن میں سے بعض کا قرآن کریم میں بھی ذکر موجود ہے جیسے روف و رحیم وغیرہ ان ننانوے خطابات میں سے 30 خطاب خصائص کبریٰ میں منقول ہیں اور بقیہ دوسری کتب حدیث کی روایات میں موجود ہیں۔

اسی طرح ملائکہ بھی شاہی خطابات سے نوازے جاتے ہیں جیسے جبریل کا خطاب امین اور روح القدس ہے اسرافیل کا خطاب امین اور روح القدس ہے بہر حال عطاء خطاب و اعزازات چوں کہ لوازم سلطنت میں سے ہے جس سے اعلیٰ ترین خدمت گزاروں کی حوصلہ افزائی اور توقیر مقصود ہوتی ہے اس لیے آسمانی بادشاہت میں یہ شعبہ اپنی انتہائی برتری کی شان سے قائم ہے حتیٰ کہ بعد کے اولیاء کرام بھی عطاءِ خطابات سے نوازے جاتے ہیں جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

31-10-2002

....

Marfat.com

معاہداتِ سلطنت اور ان کی دفعات

رعایا سے شاہی عہد و میثاق

سلطنت کا اندرونی نظم مکمل ہو جانے کے بعد مستقبل کی بہبود و فلاح اور باہمی اعتماد قائم رکھنے کے لیے سلطنتیں دوسری سلطنتوں نیز خود اپنی اندرونی ریاستوں، صوبوں اور رعایا کے بڑے طبقات اور افراد سے معاہدے کرنے کی خوگر ہوتی ہیں جن کا تعلق سلطنت کی داخلی اور خارجی پالیسی اور بین الاقوامی سیاست کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ معاہدے ضابطہ میں منضبط ہو کر اور قیدِ تحریر میں آ کر بصورتِ دستاویزات سرکاری خزانہ میں محفوظ کر دیے جاتے ہیں تا کہ حکومت اور ریاست ہائے حکومت نیز راعی اور رعایا ایک دوسرے سے مطمئن ہو کر ملک کی ترقی میں مصروف رہیں۔

اس اصول پر آسمانی بادشاہت نے بھی رعایا کے اعلیٰ ترین طبقات اور افراد بنی آدم سے ایک باہمی معاہدہ کیا جو درحقیقت سلطنت کے نصب العین اور سرکاری پالیسی کو تسلیم کرانے کے بارہ میں ہوا اس معاہدہ کو حکومت کی زبان میں عہدِ الست کہتے ہیں۔ 1

---

1 عہد الست سے پہلے دو عہد ہیں۔ پہلا عہد تمام انبیاء علیہم السلام سے اس وقت لیا گیا۔ جب کائنات کے عالم ارواح کے مرکزی مقام افق مبین پر تمام انبیاء کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کی توثیق کرائی گرائی۔ دوسرا عہد تمام فرشتوں سے اس وقت لیا گیا جب کائنات کے عالم اجسام کے مرکزی مقام عرش عظیم پر تمام انبیاء اور فرشتوں اور شیطان کی موجودگی میں حضرت آدم علیہ السلام کو بحیثیت وزیراعظم کائنات تسلیم کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو تمام اختیارات حکومت الٰہیہ (تکوینی حکومت) کے حضرت آدم علیہ السلام کو سپرد کر دیئے گئے اور شیطان کو عبوری وزیراعظم کے عہد سے معزول و برطرف کر دیا گیا تھا اس لئے کہ اُس نے اپنے اختیارات حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دیگر قابل غور بات یہ ہے کہ نبی سے مراد روح اور جسم کا جامع وجود ہے۔ گویا تمام انبیاء وجود عبدیت کے ساتھ میثاق انبیاء میں موجود تھے نہ کہ ان کی صرف ارذاح موجود تھیں۔

اور یہ تیسرا معاہدہ (عہد الست) کے بارے میں جب مذکورہ آیت کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے۔ تو بات اس طرح واضح ہوتی ہے کہ اولاد آدم کی پشتوں سے عہد لیا گیا اس میں آدم علیہ السلام شامل نہیں ہیں۔ گویا انبیاء اس معاہدہ میں بطور مقتدایان (مقتدا جمع ہے) شامل تھے۔ نیز عہد الست کا مقام تکوینی اصول کے مطابق جنت میں طے پانا چاہئے کیونکہ جنت ہی آخری قیام گاہ ہے۔ جس میں جانا مقصود ہے۔ (مؤلف) (کائنات کا نقشہ فائنل پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

اس میں عالم کی تمام اقوام ان کے زعماء' ایمان و عمائدین' سربر آوردہ اشخاص اور سرگروہوں یعنی انبیاء و اولیاء حکماء و فقہا سے عہد لیا گیا ہے کہ وہ اس حکومت کو تسلیم کریں اس کے نصب العین کو اپنا نصب العین سمجھیں اور اس کی پالیسی کے سامنے سر جھکائیں اس معاہدہ کا مسودہ اور شاہی گفتگو جو راعی اور رعایا کے آمنے سامنے ہوئی ہے قرآن حکیم نے نقل فرمائی ہے ارشاد ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِ هِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا الاعراف 1720

اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ اَوْتَقُوْلُوْ اِنَّمَا اَشْرَکَ اٰبَآءُ نَامِنْ قَبْلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّتَهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ تَهْلِکُنَا لِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ. (   )

اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جوا دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے۔ سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں۔

دفعات معاہدہ

اس آیت سے معاہدہ کی دو دفعات واضح ہوئیں جو منجانب رعایا کیا گیا ہے۔

1- ایک مالک الملک کی ربوبیت عامہ کا اعتراف

2- دوسرے اس کی وحدانیت کے عقیدہ پر دل و جان سے جمنا اور جمع ہو جانا یعنی تنہا اسی کو حاکم و آمر اور واضع قانون تسلیم کرنا۔

Marfat.com

-3 تیسری دفعہ ذیل کی آیت میں ہے کہ اس کے باغیوں اور دشمنوں سے کبھی ساز باز نہ کرنا اور نہ کبھی اس کے بارہ میں ان کی بات ماننا ارشاد حق ہے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِىْ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِىْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۔ (یٰس۔40-41)

اے اولادِ آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

حاصل عہد وہی ربوبیت و ہدایت عامہ کا تسلیم کرانا ہے جو اس سلطنت کا نصب العین ہے۔

بادشاہ کا عہد نامہ

اس کے ساتھ خود مالک الملک نے بھی اپنی پروردہ رعایا سے ایک عہد کیا جس کا بنیادی جزو وہ حکمت عملی ہے جس کو سلطنت کی پالیسی قرار دیا گیا ہے یعنی رحمت عامہ جس کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ میری طاعت مطلقہ کرو اور میں رحمت عامہ سے تمہاری اعانت و نصرت اور حمایت کروں گا اور اگر بمقتضائے بشریت کبھی تم سے نادانستگی میں اس دفعہ کی خلاف ورزی ہوگئی ہو تو توبہ اور اظہار پشیمانی پر میں اسے معاف بھی کروں گا۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْءً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔ (الانعام 54)

تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت والے ہیں۔

چنانچہ تخت شاہی پر اس عہد کی دستاویز لکھ کر رکھ لی گئی اور وہ بھی تخلیق عالم سے

Marfat.com

ہزاروں سال پہلے جیسا کہ حدیث گزر چکی ہے۔

اس دوطرفہ معاہدہ کو جامع ترین الفاظ میں حق تعالیٰ نے یوں واضح فرمایا ہے کہ ایک کام رعایا کے ذمہ ہے اور ایک ہماری حکومت کے ذمہ۔ رعایا کے ذمہ سمع وطاعت مطلقہ ہے جسے عبادت کہتے ہیں اور ہمارے ذمہ رزاقی اور رعیت کی خبر گیری ہے جسے رحمت و شفقت کہتے ہیں ارشاد حق ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ٥ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ .

(الذاریات 56-57-58)

اور میں نے جن اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے رزق رسائی کی درخواست نہیں کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے ہر وقت والا ہے نہایت قوت والا ہے۔

1- بہر حال اس معاہدہ میں حکومت الٰہی نے یہ وعدہ فرمایا کہ میں تمہارے رزق کا ذمہ دار ہوں۔

2- معاہدہ کی دوسری دفعہ دوسری جگہ ارشاد فرمائی کہ تمہاری محنت رائیگاں نہیں کی جائے گی اور صلہ واجر پورا پورا دیا جائے گا ارشاد ہے۔

اِنِّیْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ

آل عمران 195

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الاعراف 170

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مُخْلِصِيْنَ ٥ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا. الکھف 30

اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کرنے والا ہو

Marfat.com

اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے کو جزو ہو یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرے بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

3- معاہدہ کی ایک تیسری دفعہ یہ بھی تھی کہ اگر تم سرکار کے وفادار اور دوست رہے تو دنیا و آخرت میں غم و تشویش حزن و ملال بھی تمہارے پاس پھٹکنے نہ پائیں گے ان سے بھی تمہاری حفاظت کی جائے گی اور یہ وعدہ اتنا حتمی کیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

اَلا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَّلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْ یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْریٰ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ. (یونس 62-63)

آگاہ رہو کہ اللہ کے وفادار دوست (جنھوں نے عہد پورا کر دکھایا ہو) نہ ان پر کوئی غم ہے نہ خوف وہ جنھوں نے ایمان اختیار کیا اور خدا سے ڈرتے رہے ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوش خبری ہے خدا کے کلمات یعنی کہے ہوئے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں۔

معاہدہ باہمی کا قول و قرار

جانبین سے جب معاہدے ہو گئے اور دفتری طور پر قلمبند بھی ہو گئے تو پھر بالا جمال ایفائے عہد کی تاکید اور یاد دہانی کی گئی مثلاً بنی اسرائیل کو خطاب ہوا تھا۔

وَاَوْفُوْ بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِ کُمْ وَ اِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ .(البقرہ 40)

پورا کرو میرے عہد کو میں تمہارے عہد کو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

مسلمانوں کو الگ خطاب فرمایا۔

Marfat.com

وَاَوْفُوْ بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَاتَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا
وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلاً اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ . وَلَا تَكُوْنُوْ
...... كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ
دَخَلاً بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ
وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ. (النحل 91-92)

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو اپنے ذمہ کر لو اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو اور تم اللہ کو گواہ بھی بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہو۔ اور تم اس عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتنے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو۔ قیامت کے دن ان سب کو تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا۔

رعایا کو عہد کی یاد دہانی اور تجدیدات معاہدہ

پھر انتہائی رحمت سے اس عہد یعنی اپنی ربوبیت اور ہدایت کا اعتراف صرف فطرتوں میں ہی خمیر نہیں کیا بلکہ اس کی مخفی جذبہ کو ابھارنے کے لیے ہادیوں اور نذیروں یعنی انبیاء و رسل اور ان کے نائبوں کا ایک طویل و عریض سلسلہ قائم فرما دیا جیسے سلطنتیں بذریعہ اشتہارات و اخبارات اور بواسطہ منادی ایک طے شدہ دفعہ کو شائع کیا کرتی ہیں تا کہ منشاء شاہی رعایا کے گھر گھر پہنچ جائے۔ انہی ہادیوں اور منادی کرنے والے افراد کا ذکر آیات ذیل میں فرمایا گیا جو قانون سلطنت اور معاہدات حکومت کو رعایا کے کانوں اور دلوں کی گہرائیوں تک میں پہنچانے والے ہیں اور یہ کہ پے در پے آتے رہے ارشاد حق ہے۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ . وَكُلِّ اُمَّةٍ رَسُوْلٌ . وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى يَبْعَثَ

Marfat.com

رَسُوْلاً وَاِن مِّن اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰی ۔

(الرعد7)

اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتے چلے آئے۔ اور ہر امت کے لیے ایک حکم پہنچانے والا ہے۔ اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا۔

پھر ان مقدس مبلغوں کے ساتھ عہد یاد دلانے والے عہد نامے بھی بھیجے یعنی خدائی کتابیں آئیں قوانین اترے اور آسمانوں سے ہدایتوں کا نزول ہوتا رہا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمُ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۔ (الحدید . 25)

کُلُّ اُمَّۃٍ تُدْعٰی اِلٰی کِتَابِھَا اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ھٰذَا کِتَابُنَا بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا ذَرْتَنْلُخَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (الجاثیہ . 29)

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں۔

ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج تم کو تمہارے کیے کا بدلہ ملے گا یہ ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک بول رہا ہے ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے۔

بادشاہ کی طرف سے وفائے عہد

اب دنیا دیکھ لے کہ خدا نے تو اپنا عہد پورا کیا کہ رزق کی تو بارش ہے جس میں دوست دشمن کا کوئی امتیاز نہیں مغفرت و رحمت کا غلبہ ہے کہ باوجود انتہائی معاصی و نافرمانی کے آسمان سے رزق کے دروازے بند نہیں کیے جاتے کسی کی محنت ضائع نہیں ہوتی جو محنت

Marfat.com

کرتا ہے وہ پاتا ہے حتیٰ کہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی اس کے ثمرات محسوس کرنے لگتا ہے۔

رعایا کی بدعہدی اور اکثریت کا غدر

ہاں یہ انسانی رعایا غور کرے کہ آیا اس نے بھی وہ عہد پورا کیا ہے جو بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر باندھا تھا یا نہیں آیا رعایا نے بھی حسب قرارداد صرف اسی کو حاکم و آمر مان کر نفس وشیطان وانس وجن کے احکام سے کنارہ کشی کر لی آیا کفار و منافقین کے وعدوں سے بے اعتماد ہو کر تنہا خدا کے وعدوں پر اعتماد کیا؟ آیا لذات فانیہ سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی اطاعت و عبادت کے لیے وقف کر دی؟ اور اس ایک سے جڑ کر سب سے کٹ گیا یا نہیں؟ اس ناشکری رعایا اور اس میں بھی طبقہ اعلیٰ یعنی انسان کے ایفائے عہد کا تو یہ حال ہے کہ۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ. (طٰہٰ 115)

اور اس سے پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔ اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفا عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔

مگر اس نقض عہد کا بالآخر وہی ثمرہ نکلتا رہا جو غداروں کے حق میں نکلا کرتا ہے کہ اس کی حیثیت گر جاتی ہے اس سے معاملات قطع کر لیے جاتے ہیں اور اسے بالآخر پھٹکار (ودود) دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ. (المائدہ آیۃ نمبر 12)

صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا وہ لوگ کلام کو اس کے

Marfat.com

مواقع سے بدلتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک اپنا بہت بڑا حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی ہے بجز ان میں کے معدودے چند شخصوں کے۔

پس اس عہد شکنی کے بعد اگر خدائی حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً غداروں پر عذاب بھیجے گئے اور دنیا کی سرکش اقوام پر گاہے بگاہے مصیبتیں نازل ہوئیں یا آج ہوتی ہیں تو نہ یہ اس رحمت عامہ کے خلاف ہے جو سرکاری پالیسی ہے اور نہ اس عہد کے خلاف ہے جو نصرت وحمایت کے لیے سرکار الٰہی کی طرف سے کیا گیا تھا کیوں کہ قانون الٰہی کی ایک مسلمہ دفعہ یہ بھی ہے کہ اس عالم کے معاملات قانونِ مکافات پر رکھے جائیں گے جو معاملہ اِدھر سے ہوگا وہی اُدھر سے ہوگا اگر اِدھر سے وفائے عہد ہوگا تو اُدھر سے بھی ہوگا ورنہ نہیں چنانچہ اس قانون مکافات کی طرف قرآن حکیم نے چند جگہوں میں اشارے اور تصریحات فرمائیں ارشادِ حق ہے۔

قانون مکافات

اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِكُمْ اِنْ تَنْصُرُ اللّٰہَ یَنْصُرْكُمْ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ . (سورہ ...... آیت ......)

اگر تم اللہ تعالیٰ کا ساتھ دو اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ پورا کرو تم میرا عہد پورا کروں گا میں تمہارا عہد۔

پھر منفی پہلو کی بھی صراحت فرمائی کہ اگر ادھر سے نقص عہد ہوگا تو ادھر سے بھی پابندی عہد ضروری نہ ہوگی چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَیْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ . (الانفال 19)

اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَھَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا. (الاسراء.8)

Marfat.com

اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا رکھا ہے۔

بہر حال آسمانی بادشاہت کے اصولِ انتظام کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں اصولی طور پر کلی دفعات پیش کی گئیں ہیں یہ دفعات گنتی میں تھوڑی سی ہیں مگر اپنے وسعت اور معنویت کے لحاظ سے وہ بہت وسیع اور ہمہ گیر ہیں جن میں سے اہم ترین دفعات حکومت کا نصب العین سرکاری پالیسی راعی اور رعایا کے باہمی تعلقات عہد نامہ جات رعایا کا عہد اور وفائے عہد پر حوصلہ افزائی اور عہد شکنی پر سزا وغیرہ ہیں ان کے تحت تمام ملکی انتظامات کا نقشہ آ جاتا ہے جو انہی اصول کے نیچے چلتا ہے اور اس میں روشنی انہی اصول کی ہوتی ہے۔

Marfat.com

آسمانی بادشاہت کی تربیت عامہ
اور
تصرفات ملوکی کا نقشہ

قانون شاہی اور اس کی حیثیت

ان سب اصولی نقشوں میں سب سے اہم اور اساسی چیز جس کو حکومت کی بنیاد بلکہ جوہرِ حکومت کہنا چاہیے۔ وہ قانون سلطنت ہے۔ جو حقیقتاً ملک پر حکمرانی کرتا ہے۔ اگر رجال کار (عہدیداروں) کو قانون سے الگ کر کے دیکھا جائے تو ان کی کوئی پوزیشن باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ سلطنتوں میں بڑے بڑے وزراء امراء عہدیدار جب ریٹائرڈ یا پنشیرز ہو جاتے ہیں تو پھر ان کا کوئی حکم نہیں چلتا تنفیذ (نفاذ) حقیقتاً قانون کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کے خیالات و نظریات کی۔ بادشاہ حقیقی نے بھی اپنے ملک پر حکومت اپنے قانون کی رکھی ہے یہ جداگانہ بات ہے کہ چوں کہ وہ خود قانون ساز ہے اور قانون عدل کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کا کہا ہوا اور اس کا کیا ہوا ہو اس لیے یہاں قانون پر وہ خود حاکم ہے قانون اس پر حاکم نہیں ہاں اس کے سوا کسی کا بھی ذاتی قول و فعل قانون نہیں جب تک کہ اس کا اسناد قانونِ الٰہی کی کسی دفعہ سے نہ ہو رہا ہو پس اللہ بالذات حاکم بادشاہ اور مطاع مطلق ہے اور اس کے سوا سب کے سب اس شرط سے مطیع و متبوع ہیں کہ وہ اس کے قانون پر چلیں۔ اس کے قانون سے بولیں اور اس سے حجت پکڑیں یعنی بالذات اس کے سوا کوئی حاکم و مطاع نہیں اسی لیے قرآنِ حکیم نے مطاعیت کے ان مراتب و درجات کو آیت ذیل سے واشگاف کر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۔ (النسا۔ 59)

Marfat.com

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہلِ حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ پر اور یومِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔

اطاعتِ قانون کے تین مراتب

آیت بالا میں اطاعت خداوندی کے سلسلہ میں تو لفظ اللہ لایا گیا ہے جو اسم ذات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تو بالذات اور ذاتی طور پر مطاع ہے کسی وصف کی وجہ سے نہیں کیوں کہ یہاں ذات بابرکات خود سرچشمہ اوصاف و کمالات ہے یعنی ذات کو صفاتِ کمال سے بزرگی حاصل نہیں ہوئی بلکہ صفات کمال اس لیے کمالات میں شمار ہوئیں کہ وہ اس ذات بابرکات سے وابستہ ہیں اس لیے اللہ کی مخدومی اور مطاعی صفات کی وجہ سے نہیں اس کے بعد پیغمبروں کی اطاعت کے سلسلہ میں کسی پیغمبر حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی اسمِ ذات ذکر نہیں کیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ **اطیعو المحمدا** بلکہ **اَلرَّسُوْل** کا لفظ لایا گیا ہے جو اس کی صاف دلیل ہے کہ انبیاء بالذات مطاع نہیں ہیں بلکہ وصف رسالت کی وجہ سے مطاع قرار پائے ہیں یعنی بحیثیت رسول ہونے کے واجب الاطاعت ہیں۔ چنانچہ جس دور میں وہ وصف رسالت سے متصف نہیں ہوتے واجب الاطاعت بھی نہیں ہوتے جیسے قبل از بعثت حضور اپنی چالیس سالہ عمر میں واجب الاطاعت نہ تھے۔ ہاں مگر جوں ہی رسالت الٰہی کا عہدہ عطاء ہوا آپ کی اطاعت فرض ہوگئی اب اگر غور کیا جائے تو اس رسالت کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت مطلوب ہوئی کیوں کہ رسالت اسی کی طرف سے تو دی جاتی ہے اس کے بعد نائبان نبوی کی اطاعت تو بطریق اولیٰ ذاتی طور پر نہیں کی جاسکتی کہ نبی تو معصوم بھی ہوتے ہیں یہاں عصمت بھی نہیں اور جب عصمت کے باوجود انبیاء کی بھی ذاتی اطاعت نہیں تو غیر انبیاء کی عدم عصمت کے ساتھ بالذات اطاعت

Marfat.com

کیسے ہو سکتی تھی۔ اس لیے ان کی اطاعت کے سلسلہ میں کسی نائبِ نبی کا نام تو کیا آتا ان کا عرفی لقب بھی نہیں لایا گیا اور نہیں کہا گیا کہ **اطیعوا علماء** یا **اطیعو صوفیا** وغیرہ بلکہ **الوالامر** کا لفظ لایا گیا جس کے معنی یہ ہیں کہ علماء ذاتی طور پر تو مطاع ہیں ہی نہیں محض عالم ہو جانے سے ہی واجب الاطاعت نہیں ہوتے جب تک کہ امر دین میں اولو الامر کا درجہ اختیار نہ کرلیں یعنی وہ علم میں راسخ ہو کر اور علم ان میں راسخ ہو کر دونوں ایک ذات نہ ہو جائیں اور عالم کے بجائے امیرِ علم نہ بن جائیں اور علم ان پر چھا نہ جائے جس سے ان میں علمی بصیرت و فراست اور تفقہ فی الدین کی روشنی پیدا ہو جائے اور وہ اس حد پر آ جائیں کہ ہر طرز و انداز پر اور ہر نقل و حرکت پر علم الٰہی کی حکمرانی اور اس کا غلبہ و استیلا ان میں راسخ نظر آنے لگے غور کرو تو یہاں بھی اطاعت اللہ ہی کی نکلی کیوں کہ جس امر کے وہ اولو الامر ہیں وہ امرِ الٰہی تو ہے جس کے معنی امر دین کے ہیں چنانچہ احادیث میں دین کے لیے لفظ امر ہی استعمال کیا گیا ہے جیسے وغیرہ' بہر حال عالم امر اللہ ہی کا ہے اس لیے امر دین کے بارے میں جو بھی اطاعت ہو گی وہ بالواسطہ اللہ ہی کی ہو گی اس لیے دینی حکومت کے ذمہ دار کا لقب بادشاہ یا حاکم نہیں بلکہ خلیفہ یا امیر ہے کہ وہ نیابتاً امر الٰہی کا **جاری کنندہ** ہے خود حاکم نہیں۔ اسی لیے قرآن نے اطاعت کے سلسلہ میں تو یہ تین اطاعتیں رکھیں جن کی تفصیل ذکر کی گئی لیکن حکومت کے سلسلہ میں تین حکومتیں نہیں رکھیں بلکہ صرف **ایک اللہ** کی کہ۔

اِنَ الُحُکُمُ اِلاَّ لِللّٰہ یَحُکُمُ مَایَشَاءُ فا الُحُکُمُ اِلاّ لِللّٰہ الُعَلِی الُکَبِیُرِ .

(الانعام . 57)

مگر حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ حکم اللہ کے لیے ہے جو بلند و بالا بزرگ تر ہے۔

بہر حال حکم کی اصل بنیاد قانون ہے اسی پر ملک چلتا ہے اور وہی سارے نظام کی روح ہوتی ہے گویا حقیقتاً عمالِ حکومت حکمراں نہیں ہوتے بلکہ قانون حکومت کرتا ہے اس لیے ہر جھگڑے اور نزاع میں بالآخر قانون ہی کی پناہ پکڑی جاتی ہے کہ گویا اصل بادشاہ قانون ہوتا ہے۔

Marfat.com

قانون شاہی کی انواع

پس مذکورہ بالا لوازم حکومت یعنی اعلان بادشاہت حلف وفاداری' سرکاری پالیسی' اور تقسیم خدمات و مناصب اور معاہدات اور تدابیر ملکی وغیرہ کے خاکے قائم کر دینے کے بعد جب بادشاہ کی توجہات نظم مملکت اور تدابیر ملکی کی طرف مبذول ہوتی ہیں تو سب سے پہلے شان حکومت کی اساس کے طور پر قانون شاہی کی ضرورت کا سوال پیدا ہوتا ہے تاکہ رعایا اس پر چل کر امن و عافیت کی زندگی بسر کرے اور پھر اسی قانون کی رو سے اس پر مواخذہ' گرفت اور اعزاز وتعزیر کا معاملہ کیا جا سکے۔ نیز سرکاری عمال کے مراتب و درجات کی ترقی' تنزلی کا معیار بھی وہی قانون ہو ظاہر ہے کہ جب اس خدائی قلمرو کی رعایا بیشمار انواع پر مشتمل تھی اور ہر ایک نوع کی رفتارِ زندگی اور میلانات طبعی الگ الگ اور ان کے اندرونی تقاضے جدا جدا تھے اس لیے سوائے اس ایک مشترکہ قانون کے ہر نوع اسی ایک کی بادشاہی کو تسلیم کرے اور اسی کی وفادار رہے باقی ہر ہر نوع کے لیے قانون عمل جدا جدا درکار تھا جس طرح کہ طویل وعریض مملکتوں میں جو بہت سی اقوام اور علاقوں پر مشتمل ہوتی ہیں ہر صوبہ اور ہر خطہ کا قانون الگ الگ اور ان کی مرز و بوم کے تقاضوں کے اختلافات سے ہر علاقہ کا دستورالعمل جداگانہ ہوتا ہے البتہ قدر مشترک کے طور پر یہ چیز سب صوبوں میں قانونی طور پر لازم رہتی ہے کہ سب کے سب مرکز کے تابع رہیں۔

عالم خلق اور عالم امر

قانون طبائع

اس اصول پر ایک تو قانون طبائع تجویز ہوا جو انسان غیر انسان سب کے لیے یکساں طور پر وضع فرمایا گیا جس میں قولی امر ونہی نہیں بلکہ خلقی امر ونہی ہر جمادونبات اور حیوان انسان کی جبلت میں اس کی صورت نوعیہ کے مناسب حال ڈال دیا گیا جس سے نہ وہ نوع انحراف کر سکتی ہے نہ قانون شکنی پر قادر ہے درندوں کے لیے گوشت خوری اور بھٹ سازی چرندوں کے لیے گھاس خوری اور آخور سازی اور پرندوں کے لیے دانہ خوری اور

Marfat.com

آشیاں سازی کے دواعی ان کی سرشت میں اس طرح پیوست کر دیے گئے ہیں کہ اس تکوینی اور فعلی امر کے بعد کسی قولی اور تفہیمی امر کی ضرورت نہیں رہی کہ نہ ان کی طبائع بدل سکتی ہیں اور نہ طبائع کے یہ تقاضے تبدیل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ پیدا ہوتے ہی ایک جانور کا بچہ بلاتعلیم وتفہیم وہی کچھ کرنے لگتا ہے جو اس کے دوسرے ابنائے نوع کرتے ہوتے ہیں۔ پس یہ تکوینی طور پر ایک ربانی ہدایت و رہنمائی ہے جو کائنات کی طبائع پر بالہام الٰہی اترتی ہے اور اس کے ماتحت تمام حیوانات و نباتات اور جمادات اپنے اپنے طبعی طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں ارشاد ربانی ہے۔

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۔ (طٰهٰ . 50)

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطاء فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔

اسی وطیرہ پر دنیا کی ہر نوع کو اور اس کے نوعی امور طبیعہ کو قیاس کر لینا چاہیے۔ مثلاً جانوروں پر یہ الہام طبعی رنگ میں ہوتا ہے اور ان پر تکوینی وحی آتی ہے جس کو وہ خلقۃً سمجھ لیتے ہیں اور انہیں کسی کتاب یا معلم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شہد کی مکھی کو چھتہ بنانے اور شہد نکالنے کا الہام طبعی فرمایا گیا جو اس کے لیے نوعی قانون ہے فرمایا گیا۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۔ (النحل 69-67)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں۔ اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر۔ پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں۔ اس کے پیٹ میں سے پینے کی چیز

Marfat.com

نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کہ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں۔

یا مثلاً پہاڑوں کو ان کے مناسب حال تکوینی خطاب کے ساتھ قانون ارشاد ہوا۔

یَاجِبَالُ اَوِّبِی مَعَهٗ وَالطَّیْرَ .

اے پہاڑو داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی حکم دیا کرو۔

یا مثلاً زمین و آسمان کو ان کے مناسب شان الہام ہوا۔

یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآئَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ . (ھُود . 44)

اے زمین اپنا پانی نگل جا۔ اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا۔

یا مثلاً ابتداء آفرینش کے وقت آسمان و زمین کو ان کے مناسب حال نداوی گئی اور انہوں نے امر الٰہی پر لبیک کہا۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ . (حم السجدہ. 11)

پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا سو اس نے اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔

بہرحال ہر نوع کو اس کے مناسب طباع الہام ربانی ہوا۔ جس میں تشریع کے الفاظ وکلمات نہ تھے بلکہ تکوین کی خاموش زبان تھی یعنی ان کی جبلتوں کو فعلی وعملی آواز دی گئی گویا اُسی انداز پر انہیں بتا دیا گیا جس کو ان کی طبیعتوں نے سنا اور تعمیل شروع کر دی۔

قانون شرائع

لیکن انسان کو طبیعت کے علاوہ عقل کا جوہر بھی عطاء ہوا تھا جو اس کی طبع بشری

Marfat.com

سے بالاتر اور مافوق تھا اس لیے عام حیوانات کی طرح اس پر محض اس کی طبیعت تنہا حکمرانی نہیں کرسکتی تھی جب تک کہ عقل سے صلاح نہ لے لے۔ اور عقل اس کے کھرے اور کھوٹے کو واضح نہ کردے ورنہ انسان اور حیوان میں کوئی فرق وامتیاز باقی نہ رہتا کہ محض طبعی اشاروں پر چلنا اسی جاندار کا کام ہوسکتا ہے۔ جس میں عقل کا پتہ نہ ہو اور اس لئے اسے اپنی طبیعت کو عقل کا پابند بنانے کا مکلّف بھی نہیں ٹھہرایا جاسکتا تھا پس انسان' کہ ایک حد تک طبیعت کا محکوم ہوگا تو اس کی طبیعت اس کی عقل کی محکوم ہوگی اس لیے حقیقتاً انسان وہی ہوگا جس کی طبیعت اس کی عقل کے زیرِ اثر کام کرے گی لیکن جس طرح طبع بشریٰ سے عقل انسانی بالاتر ہونے کی وجہ سے عقل طبیعت پر حاکم بنائی گئی ہے اسی طرح انسان میں عقل سے بالاتر بھی ایک جوہر ہے جسے وجدان باطنی اور روحانیت کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا تعلق اس عالم الغیب سے بھی قائم ہے جو محسوسات سے وراء اور بالاتر ہے اور جہاں حقائق غیبیہ کی گرم بازاری ہے ظاہر ہے کہ ان ورائے عقل مغیبات تک عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی کیونکہ عقل صرف محسوسات کے دائرے میں کام کرسکتی ہے۔

حقائقِ غیب عرش وکرسی لوح وقلم جنت وجہنّم اور جن وملک وغیرہ کے علوم ومعارف تک اس کی دوڑ سرے سے کام نہیں دیتی بلکہ غور کرو تو مادیات اور محسوسات کی حقائق میں بھی عقل مستقل بالا دراک نہیں جو خاص اس کے عمل کا میدان ہے جب تک کہ علم الٰہی اور انکشافات غیب اس کی امداد نہ کریں۔ اس لیے یہ بے بس عقل بھی طبع بشریٰ کی طرح انسان پر من کل الوجوہ حکمرانی نہیں کرسکتی جب تک کہ اسے راہ دکھلانے والا اور سجل کرنے والا غیبی علم اس کے سر پر موجود نہ ہو جسے علم شرائع کہتے ہیں۔ پس انسان طبع محض کا محکوم تو یوں نہ ہوا کہ عقل کے بغیر ناکارہ ہے اور عقلِ محض کا محکوم یوں نہ ہو کہ وہ بغیر علم کے بیکار ہے اس لیے یہ نتیجہ صاف نکل آیا کہ انسان کے لیے نہ قانون طبائع کافی اور نہ قانون عقل بلکہ ان دونوں کی رہنمائی کے لیے قانون وحی کی ضرورت تھی جسے قانون شریعت کہتے ہیں اس لیے آسمانی بادشاہت کی طرف سے انسانی نوع میں نبوت کا سلسلہ جاری کر کے اس

Marfat.com

کے لیے تشریعی امر و نہی کا قانون اتارا گیا اور عالم خلق کو عالم امر سے نوازا گیا جس کو قرآن حکیم نے اس طرح واشگاف فرمایا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ (الطلاق. 12)

اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہی کی طرح زمین بھی ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تا کہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لیے ہوئے ہے۔

بہر حال اس آسمانی قلمرو میں دو قانون رائج ہیں ایک قانونِ طبیعت جو تکوین الٰہی کے ماتحت ہے اور ایک قانونِ شریعت جو تشریع الٰہی کے ماتحت ہے۔ پہلا قانون ساری کائنات کے لیے ہے مگر باختلاف انواع متفاوت ہے۔ اور دوسرا قانون صرف بنی نوع انسان اور جنات کے لیے ہے جن میں فہم و خطاب کی صلاحیت رکھی گئی ہے مگر تفادت اقوام کی وجہ سے متفادت ہے یعنی اس قانون شرعی میں فروع و احکام کی حد تک حسب مزاج اقوام اور حسب احوالِ عالم تغیر و تبدل بھی ہوتا رہا ہے مگر اصول و کلیات از اول تا آخر یکساں رہے ہیں ارشاد نبوی ہے۔

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اَبُوْنَا وَاحِدٌ وَاُمَّھَاتُنَا شَتّٰی۔

ہم انبیاء کی جماعت کا باپ (دین) تو ایک ہے مگر مائیں (شریعتیں) کئی ہیں۔

لیکن بہر حال جس طرح عالم خلق کی بھی ایک تکمیل اور انتہا تھی ایسے ہی عالم امر کے ماتحت شرائع کی بھی تکمیل و انتہا کا بھی ایک وقت تھا کہ اس کے بعد شرائع نہ تھی بلکہ آخری شریعت کافی ہوگئی جو ہر نہج سے مکمل اور مختتم ہے چنانچہ آخری شریعت اسلام کے نام

Marfat.com

سے دنیا کے ان آخری قرون میں بھیج دی گئی اور اس کے بعد نبوت اور جدید شریعت کا دروازہ اس لیے بند کر دیا گیا یہ آخری اور مکمل شریعت آخری دورہ دنیا تک کے انسانوں کے لیے کافی تھی اس کی تفصیل آئندہ ابواب میں آتی ہے۔

شاہی کونسل

قانون کی ترتیب و تدوین کے بعد اس کے دقائق کھولنے اور باہمی بحث سے منشاء خداوندی کو بروئے کار لاکر رعایا میں اسے پھیلانے اور چلانے کے لیے ایک مجلس اعیان یا دارالخواص ترتیب دی جاتی ہے۔ جسے شاہی پارلیمنٹ کہتے ہیں سو ربانی حکومت نے جو شاہی پارلیمنٹ ترتیب دی ہے اس میں ملائکہ مقربین اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے کامل ورثاء کی ارواح[1] مقدسہ بطور سرکاری پارلیمنٹ کام کرتی ہیں کائنات کے مہم مسائل اولاً مجلس میں لائے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی ہمتِ باطنی سے انہیں آگے بڑھائیں ظاہر ہے کہ اس سے شان حکومت کے لوازم کا اظہار اور مخلوق کے لیے نمونہ عمل قائم کرنا مقصود تھا۔ ورنہ حق تعالیٰ اس سے بری اور بے نیاز ہیں کہ کوئی انہیں مشورہ دے یا ان کا ہاتھ بٹائے پس جیسے اس عالمِ شہود میں اس کی قدرت بذیل اسباب ظاہرہ نمایاں ہوتی ہے ایسے ہی عالم غیب میں اس کی قدرت وحکومت بذیل اسباب باطنہ تحقیق پذیر ہوتی ہے۔ پس یہ مجلسِ اعیان ملکی انتظامات کا ایک آئینی لازمہ ہے جس کا نام سرکاری زبان میں مَلَاءِ اعلیٰ ہے۔ اس مجلس پر شاہی پالیسی اور سلطنت کے بہت سے مخفی راز آشکار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کس قوم پر لطف وکرم متوجہ کیا جائے؟ اور کس پر غیظ وغضب؟ کسے سر بلند کیا جائے اور کسے پست اور سرنگوں۔ پس جو بھی مقدر ہوتا ہے اسی کے مطابق ملاء اعلیٰ حرکت کرتا ہے اور عالم میں وہی واقعات رونما ہونے لگتے ہیں جو منشاء الٰہی ہوتے ہیں قرآن نے اسی مجلس (ملاء اعلیٰ) کے بارے میں فرمایا۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ اِنْ يُوْحٰى اِلَيَّ اِلَّا اَنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔

---

1. مولانا قاری حافظ محمد طیب قدس سرہٗ نے کامل ورثا کی ارواح مقدسہ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ کیا تمام حلقہ فکر کے علماء ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں؟

Marfat.com

مجھ کو عالم بالا کی کچھ خبر بھی نہ تھی جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے میرے پاس وحی محض اس سبب سے آتی ہے کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اثبات رسالت کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ کا علم مجھے مشاہدہ سے نہیں نقل و روایت کتب سابقہ سے نہیں کہ میں پڑھا ہوا نہیں تو پھر بجز اس کے مجھ پر بذریعہ وحی والہام اور غیب منکشف ہوتے ہیں اور کیا کہو گے! اور غیبی معلومات بغیر رسالت و نبوت کے حاصل نہیں ہوتے اس لیے تم میری رسالت سے انکار کیسے کر سکتے ہو۔

مباحث ملکی

ملاء اعلیٰ کے بحث و تمحیص کو جو فطرۃً کونسلوں اور ورکنگ کمیٹیوں میں ہوتی ہے اختصام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اختصام صورتاً ہے جیسا کہ ملاء اعلیٰ کے ارکان حق تعالیٰ سے مسئلہ خلافت میں گفتگو کر رہے تھے کہ یہ خلافت انہیں کیوں نہ مل جائے اور اس کی وجوہات اور دلائل بیان کی جا رہی تھیں ورنہ بلحاظ حقیقت نفاذ پذیر صرف منشاء خداوندی ہوتا ہے نہ اس میں کسی کا مشورہ شامل ہوتا ہے نہ اسے کسی کی فکری یا عملی اعانت کی ضرورت و حاجت ہے۔ یہ بھی بدرجہ حقیقت ارکان ملاء اعلیٰ کی معنوی تربیت ہے کہ قدرت نے جو کچھ ان کے باطن میں ودیعت کیا ہے اسے بروئے کار لانے کے لیے یہ مجلسی اختصام ان کے حق میں ایک ذریعہ بنا دیا ہے۔ ہاں چونکہ یہ ارکان مقربین خاص اور مقدمین ہیں اس لیے ان کے قلوب و السنہ پر حق کے سوا کوئی بات جاری نہیں ہو سکتی اس لیے یہ مشورہ بھی حق ہی ہوتا ہے جو حق کے سامنے آتا ہے پس ان کا مشورہ من اللہ اور الی اللہ ہے اس لیے محض صورتِ مشورہ ہے۔ ورنہ حقیقتاً الہام الٰہی ہے۔ جو ان کے قلوب سے ظاہر ہوتا ہے اس لیے اس ملاء اعلیٰ کا دوسری جگہ اس حیثیت سے ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ نہایت محفوظ مجلس ہے جس کے ارکان پر کسی کا زور اور دباؤ نہیں چل سکتا اور دشمن تو اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتے چہ جائیکہ ان کو بھٹکا

Marfat.com

سکیں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ مَارِدٍ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَھُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَۃَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ ثَاقِبٌ. (الصافات . 7)

ہم نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے شریر شیطان سے۔ وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور پھر ان کو مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگا تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ملاء اعلیٰ ملکی انتظامات کی مجلس ہے جہاں امور تکوینیہ کی خبریں زبانوں پر آتی ہیں اور انہیں رازوں کے اڑانے کے لیے غنیم کے جاسوس (یعنی ابلیس کی ذریۃ شیاطین) وہاں پہنچنے کی سعی کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں کیونکہ اول تو استماع ہی نہیں کر سکتے اور اگر کچھ اس کی کوشش بھی کرتے ہیں تو ہر طرف سے مار کر بھگا دیے جاتے ہیں اور انہیں چہار طرف سے دھکے مل جاتے ہیں اور اس پر بھی اگر کچھ سن بھاگے تو ایک شہابِ ثاقب ان کے پیچھے لگ لیتا ہے جو انہیں جلا کر بھسم کر دیتا ہے اس لیے شیاطین کے ہاتھ میں بجز افترا و بہتان اور اغواء وتسویل اور کچھ نہیں رہتا اس لیے وہ حکومتِ انہی کے خلاف صرف انہی کذاب کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں نہ کہ کسی امر حق کا۔

شاہی پرائیویٹ سیکرٹری اور واسطہ حکومت

ملکی انتظامات کے سلسلہ میں جب کہ باب حکومت میں اطراف ملک کے معاملات پیش ہوتے ہیں تو سلاطین اپنے لیے ایک پرائیویٹ سیکرٹری منتخب کرتے ہیں جو

Marfat.com

بادشاہ اور وزراء کے درمیان واسطہ کتاب و خطاب ہوتے ہیں جس سے اول بادشاہ ہم کلام ہوتا ہے اور پھر اس کے واسطہ سے دوسروں تک شاہی فرامین پہنچتے ہیں اگر چہ وزراء مرتبہ میں اس سے کہیں زیادہ بلند ہوتے ہیں مگر وہ ہر وقت کا حاضر باش اور منشاء شاہی کا امین اور معتمد خاص ہوتا ہے بادشاہ حقیقی نے بھی ملاء اعلیٰ کے ارکان میں سے اس سلسلہ کا ایک شاہی معتمد یا حاجب اور آج کی اصطلاح میں گویا پرائیویٹ سیکرٹری حضرت جبریل علیہ السلام کو مقرر فرمایا کر انہیں امین کا خطاب عطا فرمایا ہے یہی ناموسِ اعظم اور مالک الملک اور وزراء سلطنت انبیاء علیہم السلام کے درمیان واسطۂ نامہ و پیام ہے اور اس لیے وہ ہر وقت تختِ شاہی کے پاس مقیم اور حاضر باش رہتا ہے ارشادِ حق ہے۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ.

یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔ [1]

احادیث میں اس کی مزید تفصیلات بھی ارشاد فرمائی گئی ہیں جن سے واضح ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نہ صرف نوع بشر بلکہ خود ملائکہ علیہم السلام کے درمیان میں بھی واسطہ حکومت و احکام ہیں مثلاً حدیث ذیل میں فرمایا گیا ہے۔

عَنِ نواسِ بنِ سَمْعَانِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَا اَرَادَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنْ یُّوْحِی بَاَمْرِہٖ تَکَلَّمَ بِالْوَحْیِ فَاِذَا تَکَلَّمَ اَخَذَتِ السَّمٰوٰتِ مِنْہُ رَجْفَۃً اِذْ قَالَ رَعْدَۃً شَدِیْدَۃً مِنْ خَوْفِ اللّٰہِ

1۔ اس آیت میں مولانا محمد طیبؒ نے رسول کریم سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لیا ہے۔ لیکن قاضی ثنا اللہ پانی پتیؒ نے اس کے برعکس رسول کریم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیا ہے۔ اور وہ اپنے موقف میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان کی روشنی میں انکار کی گنجائش نہیں بلکہ عدل وانصاف پر قائم عام قاری بھی قاضی صاحبؒ کے موقف کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری جلد 11 اردو)

Marfat.com

عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا مِنْ سَمِعَ بِذَالِکَ اَھْلُ السَّمٰوٰتِ سَعِقُوا وَخُرُّوْا
لِلّٰہِ سُجَّدًا فَیَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یَّرْفَعُ رَاسَہٗ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ
فَیَکَلِّمُ اللّٰہُ مِنْ وَحْیِہٖ بِمَا اَرَادَفَیَمْضِیْ بِہٖ جِبْرَئِیْلُ عَلَی الْمَلَائِکَۃِ
کُلَّمَا مَرَّبِسَمَاءِ مِنَ السَّمَاءِ بِسَلَّۃٍ مَلَائِکَتُھَا مَاذَا قَالَ رَبُّنَا یَا
جِبْرَئِیْلُ فَیَقُوْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ الْحَقَّ وَھُوَا الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ
فَیَقُوْلُوْنَ کُلُّھُمْ مِثْلَ مَاقَالَ جِبْرَئِیْلُ فَیَنْتَھِیْ جِبْرَئِیْلُ بِالْوَحْیِ اِلٰی
حَیْثُ اَمَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۔

نو اس بن سمعان فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اللہ ارادہ فرماتا ہے کسی امر کی وحی کرنے کا تو اس وحی کا حکم فرماتا ہے اور جب تکلم فرماتا ہے تو اس کی ہیبت وعظمت سے آسمانوں میں لرزہ پڑ جاتا ہے۔ پس جب اسے آسمان والے سنتے ہیں تو خوفزدہ ہو کر گھبرا اٹھتے ہیں اور اللہ کے لیے سجدے میں جا پڑتے ہیں پس ان میں جو سب سے پہلے سر اٹھاتا ہے وہ جبریل علیہ السلام ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی وحی کی مراد ظاہر فرماتا ہے اسے لے کر جبریل ملائکہ کی طرف چلتے ہیں جس جس آسمان پر گزرتے جاتے ہیں تو اس آسمان کے ملائکہ پوچھتے ہیں کہ اے جبریل! ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں اس نے حق فرمایا۔ اور وہ ذات بلند و بالا اور بزرگ تر ہے تو سارے ملائکہ جبرئیل ہی کا کہا ہوا کہنے لگتے ہیں یہاں تک کہ جبرئیل زمین میں اس وحی کو پہنچانے کا ارادہ فرمایا تھا۔

(وکفار واہ ابن جریرہ ابن جلد سابع ص 29)

تخت بردار اور خدام دربار سے معلومات عامہ

یہ وہ وحی ہے کہ جو قانون شاہی اور اوامر کے سلسلہ میں ہے باقی قوانین کے

Marfat.com

علاوہ شاہی گفتگو جونجی کے طور پر ہوتی ہے بعض دفعہ خدام اور آس پاس کے خدام بھی سن لیتے ہیں اور عموماً قلعہ کے لوگوں کو تلاش رہتی ہے کہ فلاں معاملہ میں کیا ہوا اور فلاں کا معاملہ کیسا رہا؟ اور کس طرح ہوگا؟ تو ان خدام کے ذریعہ بھی بعض اوقات باتیں نکلتی ہیں اور پھیل جاتی ہیں اور بادشاہ کو بھی ان کے نکل جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی چنانچہ زمینی مخلوق کی موت وحیات یا رزق و افلاس یا صحت و مرض وغیرہ کے متعلق جونجی پالیسی ہوتی ہے اور شاہی تخت سے اس کے متعلق کچھ خبریں چلتی ہیں تو عامہ ملائکہ (حاملاں) عرش سے پوچھتے ہیں کہ کہو فلاں کے معاملہ میں کیا بات طے رہی؟ وہ بتلاتے ہیں کہ یہ طے ہوا ہے چنانچہ حدیث ابن عباس میں ہے۔

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَرُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ اِذَا كَانَ مِثْلُ هٰذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالُوْا كُنَّا نَقُوْلُ يُوْلَدُ عَظِيْمٌ اَوْ يَمُوْتُ عَظِيْمٌ قُلْتُ الزُّهْرِيَّ اَكَانَ يُرْمٰى بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ اُغْلِظَتْ حِيْنَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَا يُرْمٰى كَا الْمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحِ اِلٰى ثُمَّ يستحير اهلَ السَّماءِ الَّذِيْنَ. يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ فَيَقُوْلُوْنَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيَخْبَرُ وَلَهُمْ وَيَحِمُ اَهْلُ كُلِّ مَاءِ سَمَاءً حَتّٰى يَنْقَضِي الْخَيْرَ اِلٰى هٰذِهٖ.

ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند صحابہ کی جماعت میں تشریف فرما تھے عبدالرزاق نے کہا انصار میں

Marfat.com

سے کہ (زمانہ نبوی میں) ایک ستارہ ٹوٹا اور ایک دم روشنی پھیل گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب ایسا ہوتا تھا تو تم کیا کہا کرتے تھے! لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کہتے تھے کہ یا تو کوئی بڑا شخص پیدا ہوگا یا مرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے درمیان روایت میں ہی زہری سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں ستارے ٹوٹتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! لیکن جب سے حضور مبعوث ہوئے ہیں جب سے بڑھ گئے ہیں پھر زہری نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا شہاب ثاقب (ٹوٹنے والے ستارے) نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے ٹوٹتے ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن اس کی حقیقت یہ ہے) ہمارا پروردگار تبارک و تعالیٰ جب کسی بات کا حکم فرماتا ہے تو حاملانِ عرش سب کے سب تسبیح میں لگ جاتے ہیں پھر اس آسمان کے ملائکہ تسبیح میں لگتے ہیں جو حاملانِ عرش سے متصل ہیں یہاں تک کہ شدہ شدہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں پھر وہ عرش والوں سے متصل کے فرشتے ان سے پوچھ گچھ کرتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ انہیں بتلا دیتے ہیں اور پھر ہر آسمان والے اپنے سے متصل آسمان والوں کو بتلاتے ہیں تا آنکہ یہ خبر گشت کرتی ہوئی اس نچلے آسمان تک آ جاتی ہے۔

خبروں کے چور اور جاسوس اور ان کی درگت

اَلسِّمَاءِ وَيَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَرْمُوْنَ فَمَا جَاءَ بِهِ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ.

(رواہ احمد ابن کثیر جلد سابع ص 28)

اور شیاطین اس کے دروازوں کے آس پاس لگ کر کوئی ایک آدھ

Marfat.com

بات اچک لے جاتے ہیں۔ تو پیچھے سے یہ دہکتا ہوا ستارہ ان کو
پھینک مارا جاتا ہے۔ تو بچ بچا کر جو شیطان زمین تک آ جاتا ہے وہ
ٹھیک ٹھیک نظر نہیں کرتا جتنا لاتا ہے وہ تو حق ہوتا ہے مگر وہ اس میں
فرق ڈال دیتے ہیں اور اپنی طرف سے اضافے کر دیتے ہیں۔

اخبار تکوین و تشریع کا فرق

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اخبار خداوندی میں شیاطین کے اکاذب کا اختلاط جب ممکن ہے تو آسمانی قانون پر اعتماد ہی کیا رہا۔

جواب یہ ہے کہ قانون شریعت اور امور تکوینیہ کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے قانون شریعت کی چیزیں تو بذریعہ جبرئیل شائع کی جاتی ہیں اور تکوینی امور حاملانِ عرش اور خدام مقربین کے ذریعہ ہی شائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ ابھی زیر عنوان ''تخت بردار اور خدمہ دربار سے معلومات عامہ'' اس کی واضح تفصیل گزر چکی ہے اسی لیے پہلی روائت میں جو بظاہر ہر قانون حکومت کے متعلق معلومات ہوتی ہے۔ اراد اللہ من یوحی بامرہ تکلم بالوحی کے الفاظ ہیں جو عموماً اقوال و احکام کے لیے مستعمل ہوتے ہیں اور اس دوسری روایت میں جو بظاہر تکوینی امور کے سلسلے میں ہے اناقضی امراً کے الفاظ ہیں جو عموماً افعال اور کاروبار کے سلسلہ میں بولے جاتے ہیں۔ پس دونوں حدیثوں میں اس تعارض کا شبہ نہیں ہو سکتا کہ ایک میں اشاعت ذریعہ جبرئیل کو ظاہر کیا گیا ہے اور ایک میں حاملانِ عرش کو۔

نیز اس دوسری حدیث میں جس سے تکوینی امور اور افعال الٰہیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ شیٰطین کے استراق سمع یعنی بات اچک لینے کی گنجائش ظاہر کی گئی ہے مگر پہلی حدیث میں جو تشریعی امور اور احکام شرعیہ سے متعلق ہے کسی درمیانی خیانت کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ پہلی حدیث وحی شرعی کو ثابت کر رہی ہے اور اس وحی میں شیطان کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا وہ اللہ سے چلتی ہے جبرئیل امین پر آتی ہے اور پھر ان کے واسطے سے براہِ راست محمد الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ پس درمیان میں امانتوں اور احتیاطوں کا ایک مہتم

Marfat.com

بالشان سلسلہ قائم ہے جس میں سے بات کا نکل جانا یا مخلوط ہو جانا ہے اور اس دوسری وحی سے جو تکوینی ہے خدام اور قلعہ کے نوکر چاکر بھی مستفید ہو جاتے ہیں اور بات پھیل جاتی ہے حتیٰ کہ شیٰطین اور ان کے معتقد یعنی کاہن جادوگر۔ شعبدہ باز اور و جال و کذاب وغیرہ تک بھی جا پہنچتی ہے یہ افشا تکوینی حیثیت سے مضر نہیں پڑتا کیوں کہ اس سے زیادہ کچھ بد استعداد لوگ ساحروں کے کہے میں آ کر کافر ہو سکتے ہیں یا کفر پر باقی رہ سکتے ہیں سو تکویناً اس کارخانہ عالم میں کفر کے مقابلہ سے کھلتی رہیں اور کفر کی بے حجتی نمایاں ہوتی رہے بلاشبہ اس کی مثال سیاسی حلقوں کی وہ خبریں ہیں جو سیکرٹری یٹ کے دفاتر سے چلتی ہیں اور پھیل جاتی ہیں جن سے لوگ اچھے بُرے نتائج نکال کر رائے قائم کر لیتے ہیں اور گورنمنٹ بھی اس پر کچھ زیادہ پابندیاں عائد نہیں کرتی۔ ہاں وقت ضرورت صرف یہ ظاہر کر دیتی ہے کہ ان پر اعتبار نہ کیا جائے اور قیاس آرائیوں کے ذریعے ان سے نکالے ہوئے نتائج کو بنیاد نہ ٹھیرا لیا جائے لیکن کلیتہً اس کا سدباب کر دینا بھی ضروری نہیں سمجھتی کیونکہ ان خبروں کا تعلق زیادہ تر روزمرہ کے جزوی واقعات سے ہوتا ہے۔ سرکاری احکام اور قوانین سے نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں تک قانون اور حکومتی پالسی یا سرکاری مقاصد کا تعلق ہے ان میں حکومت انتہائی احتیاط کرتی ہے چنانچہ سرکاری اور اصولی معاملات میں فوراً افواہوں کی تردید کر دی جاتی ہے اور سرکاری بیان شائع کر دیا جاتا ہے۔

بہرحال جس طرح فطرت بشری کے نزدیک سرکاری معاملات یا قانونی امور اور جزئی حوادث میں فرق ہے کہ ایک میں سرکاری بیان کا انتظار کیا جاتا ہے اور ایک میں سنی سنائی باتوں سے بھی قیاس آرائی کی گنجائش نکال لی جاتی ہے۔ ایسے ہی سرکار الہی میں تکوینی حوادث اور تشریعی احکام میں فرق رکھا گیا ہے تکوین کے جزئی حوادث جیسے زید کی پیدائش یا موت۔ کسی کا فقر و فاقہ یا تمول۔ کسی کی غربت و امارت وغیرہ کے حادثے دوست دشمن مطیع اور باغی سب پر حسب حیثیت منکشف ہو سکتے ہیں ان میں مختلف فنون کے قواعد سے بھی لوگ قیاس آرائی کر سکتے ہیں عقلی گھوڑے بھی دوڑا سکتے ہیں شیاطین کے ذریعہ بھی کچھ الٹی

Marfat.com

سیدھی باتیں نکال لی جاتی ہیں حتیٰ کہ غیر مسلموں کی بھی بعض پیشگوئیاں چل جاتی ہیں گو حجت نہیں ہوتیں خواب و خیال کے راستہ سے بھی کچھ امور کا ادراک ہو جاتا ہے لیکن شرعی امور میں جن سے قانونِ احکام و معاملات کا تعلق ہے اس قسم کی قیاس آرائی ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ ان میں صرف سرکاری بیان کا انتظار کیا جاتا ہے جو وحی الٰہی اور الہام ربانی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے رعایا میں پھیلایا جاتا ہے جس میں شیطان کا یا قیاس آرائی کا یا ظن و تخمین کا یا خواب و خیال کا یا کسی فنی مہارت کا کوئی ادنیٰ دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بادشاہ کے علم قطعی سے چلا ہوا ایک سرکاری پیغام ہوتا ہے جو امینوں اور راست بازوں کی معرفت رعایا کو بھیجا جاتا ہے۔

بہرحال قانون' واسطہء قانون یعنی شاہی پرائیویٹ سیکرٹری (جبریل امین)' وسائل تنقیحِ قانون یعنی شاہی پارلیمنٹ (ملاء اعلیٰ)' نوعیتِ تنقیح قانون یعنی قانونِ بحث و تمحیص (اختصام ملاء اعلیٰ) جو روحِ سلطنت ہے اس ربانی سلطنت میں اعلیٰ ترین پیمانہ پر وضع فرمائے گئے ہیں جن کی چند مثالیں پیش کی گئیں۔

Marfat.com

رعایا کی ضروریاتِ زندگی کا انتظام

اور مادی زندگی کی ضروریات

اراضی مسکونہ

نظام مملکت کے اس اصولی خاکہ اور وزارتوں کی تشکیل کے بعد سب سے پہلے رعایا کی آبادکاری اور اس سے بھی پہلے رعایا کے لیے قطعہ آبادی کا سوال پیدا ہوتا ہے جس کے لیے حکمرانی کے یہ سارے نقشے بنتے ہیں پس آسمانی بادشاہت نے اس اجمالی نقشہ حکومت کے بعد چاہا کہ رعایا کے لیے قطعات فرش بنا کر ان کی وہ سطح ہموار کی جائے جس پر یہ آبادی قائم ہو۔ نیز اس میں وہ قوتیں اور وسائل مہیا کیے جائیں جن سے بننے والوں کی تعداد اپنے طبعی اور فطری منافع حاصل کر سکے۔ جن پر ان کی زندگی موقوف تھی۔ تو زمین بچھا کر (وَلْاَرْضِ فَرَشْنٰهَا) اس پر آسمان کا خیمہ تان دیا گیا۔ اور زمین میں مختلف رنگ کی قوتیں ودیعت فرمائی گئیں۔ ارشاد قرآنی ہے۔

أ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءِ بنهَا رَفَعَ سَمفكُهَآ فَسّو اهَا وَاَغْطَش لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحَاهَا وَالْاَرْضِ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءِ ها وَمَرْعٰهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلْاَنْعَامِكُمْ . (سورہ النازعات)

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے۔ یا آسمان کا اللہ نے اس کو بنایا اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔ تمہارے اور تمہارے مواشی کو فائدہ پہنچانے کے لیے۔

دوسری جگہ اس خیمہ کے تاننے کی تفاصیل اور نوعیت تخلیق ارشاد فرمائی گئی۔

قَلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ

Marfat.com

اَنۡدَادًا ذٰلِکَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَجَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِهَا
وَبٰرَکَ فِیۡهَا وَقَدَّرَ فِیۡهَآ اَقۡوَاتَهَا فِیۡۤ اَرۡبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ ط

(حٰمٓ السجدہ . 9-10)

آپ فرمایئے کہ تم لوگ ایسے خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ یہی سارے جہاں کا رب ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیے اور اس میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اس میں اس کی غذائیں تجویز کر دیں چار دن میں پورے ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔

رعایا کی آبادکاری

اس فرش زمین کے فرش ہونے کی تصریحات آیات ذیل میں فرمائی گئیں۔

اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا اَلَمۡ
نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا وَّ اللّٰهُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ۔

(النبا۔ 6 اتوح 19)

وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش وہ ذات جس نے زمین تمہارے لیے قرار گاہ بنائی کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔

فرش زمین اور سقف آسمان کے بعد قدرتی طور پر وقت آ گیا کہ اس پر بسنے والے لائے جائیں۔ جو رعایا بن کر رہیں اور بادشاہ کے اقتدار و عظمت اور اس کی حقیقی شان وشوکت کو پہچان کر اس کے احکام کی تعمیل میں سرگرم ہوں اور ان ذخیروں سے تحتِ حکم فائدہ اٹھائیں جو اس زمین و آسمان میں ان کے لیے مہیا کیے گئے۔ سو جاندار اور غیر ذی روح مخلوقات کی تکوین اور پیدائش کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ جن میں آخری مخلوق آدم تھے جو اس ساری کائنات کے چشم و چراغ اور اس ساری کھیتی کے شیریں پھل کی حیثیت رکھتے

Marfat.com

تھے۔ چنانچہ ان ساری مخلوقات کی پیدائشی ترتیب پر حدیث ذیل میں روشنی ڈالی گئی ہے جو آیات بالا کی شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے اور پھل ساری زراعتی محنتوں کے بعد سب سے آخر میں آتا ہے جس کی ترتیب یہ ہے۔

مَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِیْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمِ السَّبْتِ وَخَلَقَ الْجِبَالُ يَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ ... الْاَرْبَعَا رَبَثَّ الدَّوَآبَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ . وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اٰخِرَ خَلْقٍ خَلَقَ فِیْ آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَی الَّيْلُ . (البدایہ والنہایہ ج ص 17)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اللہ نے زمین کو شنبہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا۔ اور آفات کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو جمعرات کے دن پیدا کر کے پھیلایا اور آدم کو جمعہ کے دن آخری ساعتوں میں عصر و مغرب کے درمیان آخری مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا۔

اور اس کے بعد مستقلاً آدم کو مکتب فطرت میں بٹھلا کر تعلیم دی گئی اور پھر اس فضل و کمال کے پیکر آدم کے چھپے ہوئے علمی جوہر بھی نمایاں کر دیے گئے جس سے اللہ جل ذکرہ کی حکیمانہ مشیت و حکمت ملائکہ پر ظاہر ہو گئی اور وہ جیسے پہلے ہی سے اس کی ہر مشیت و حکمت سے راضی تھے اب اور بھی زیادہ مطمئن ہو کر وفاداری کے لیے آمادہ ہو گئے چنانچہ ملائکہ سے بیعت لی گئی کہ اس نائب کی عظمت تسلیم کرو۔ سب نے بیکدم سر جھکا دیے۔

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِيْسَ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ . (البقرہ . 34)

Marfat.com

پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے انحراف کیا اور تکبیر کیا۔ اور وہ تھا ہی کافروں باغیوں میں سے۔

پس اس شاہی پارلیمنٹ میں مطیع و نافرمان افراد نکھر گئے۔ شیاطین باغی قرار پائے کہ منشاء شاہی کے خلاف ہی نہیں بلکہ بادشاہ کے مدمقابل آ گئے اور ملائکہ مطیع و وفادار قرار پائے کہ بادشاہ کے منشاء کے سامنے اپنے سارے منصوبے ترک کر دیے اور اسی کے آگے گردن جھکا دی بالآخر چند تکوینی مراحل کے بعد آدم جن کے بارے میں یہ بحث تھی بحیثیت نائب السلطنت اور گورنر کے دنیا میں بھیج دیے گئے تاکہ قوانین حکومت کو دنیا میں جاری کریں۔ اس طرح حکومت الٰہی کے ساتھ خلافت الوہیت کی بنیاد بھی خدائی حکمت نے ڈال دی اور زمین میں حکومت الٰہی کا سلسلہء نیابت قائم ہو گیا۔

قوانینِ حکومت

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے خلیفہ تھے جس پر قانونِ آگہی کے صحیفے نازل ہوئے اور وزیر تعلیم جبرئیل کی آمدورفت دنیا میں شروع ہوگئی اور دنیا کے ہر ہر عملے اور ہر ہر قوم میں نائبان الٰہی کی آمد بھی شروع ہوگئی کوئی عرب میں کوئی عجم میں کوئی ہند میں کوئی سندھ میں کوئی موصل اور عراق میں اور کوئی فلسطین میں کوئی بنی سام میں اور کوئی بنی حام میں غرض مختلف خطوں میں مختلف قوموں میں نائبان الٰہی کی نیابتیں بن گئیں اور حسب مزاج اقوام قوانین الٰہیہ کی کتابیں اترنی شروع ہوئیں جن کی روشنی میں انسان کی تربیت کا کام جاری ہوا زمانہء آدم میں پچاس صحیفوں کی کتاب اتری زمانہ ادریس میں تیس پاروں کی کتاب نازل ہوئی اور سلسلہ کتب وقوانین مستحکم ہو گیا صحفِ ابراہیم آئے صحف موسیٰ آئے تورات کی الواح اتریں۔ زبور کی کتاب آئی۔ انجیل آئی۔ اور اس طرح امتوں کے روحانی مزاج واحوال کے مطابق ان آسمانی نسخوں کے علوم واحکام سے ان کی تکمیل وتربیت ہوتی

1. مندرجہ بالا عبادات سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ کائنات میں جتنے وزیراعظم وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو چکے ہیں یا آئندہ فائز ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب وزاراء اعظم کے صدر ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مناسب اور موزوں منصب ''صدرِ وُزراء اعظم کائنات'' ہوگا۔

Marfat.com

رہی۔ زمانہء آدم عالمِ بشریت کی طفولیت کا دور تھا جس میں طبائع بچوں کی مانند سادہ تھیں چھل فریب اور چالاکی کا ظہور نہ ہوا تھا تو فقہی احکام اور قانونی گرفتیں بہت کم اتریں احکام بالکل سادہ ہلکے پھلکے اور علوم بالکل ابتدائی تھے۔ جیسے لغت اور اسماء وغیرہ زیادہ تر ان صحف آدم میں رہائشی اور تمدنی چیزیں اتریں۔ قوم عاد وثمود اور یہود کا زمانہ گویا عالم بشریت کے شباب کا زمانہ تھا تو احکام زیادہ سخت قسم کے اترے اور ان امتوں پر عمل کا بار زیادہ ڈالا گیا۔ شباب سے گزر کر دور مسیح کے بعد سے عالم بشریت کی کہولت کا زمانہ شروع ہو گیا۔

خدا کا آخری اور لاتبدیل قانون

لیکن عالم بشریت کی استعداد عامہ کامل ہو چکی تھی اور وہ ایک ایسے قانون کی مقتضی ہوئی جو کلیۃً کامل بھی ہو اور کلیۃً تام بھی ہو۔ اس کے کلی کمال کی وجہ سے تو اس میں اضافہ کی گنجائش نہ ہو کہ اسے کچھ بڑھا کر پورا کرنا پڑے۔ اور اس کی کلی تمام کی وجہ سے اس میں کسی کمی کی گنجائش نہ ہو کہ اسے حشو و زدائد سے پاک کرنا پڑے پس دور محمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو استعدادوں کے تمام و کمال کا دور تھا قانون شاہی بھی تام و کامل اتارا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا . (المائدہ . 3)

آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔

ظاہر ہے کہ ایسے تام و کامل قانون کے لیے کتاب سماوی بھی کامل ہی درکار تھی جس میں ایک شوشہ کی بھی کمی بیشی کی گنجائش نہ ہو تو فرمایا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ .

Marfat.com

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا
ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری
سنانے والا ہے۔

اور جب کہ قانون اور کتاب انتہائی تام و کامل تھی جس کے معنیٰ اعلیٰ ترین اعتدال پر ہونے کے ہیں۔ تو اس کے احکام عبادات۔ اخلاق' معاملات' حدود' کفارات' عقوبات' سیاسیات' سب ہی میں کمال اعتدال کا نمایاں ہونا ضروری تھا۔ یعنی ناگزیر تھا کہ اس قانون کا ہر حکم اپنے دائرہ کے جمیع شقوق وحوانت اور ہر نرم و گرم پر اس طرح حاوی ہو کہ حکم میں کسی قسم کی رعایت چھوٹ نہ جائے۔ بلکہ ایک ایک حکم انتہائی جامعیت لیے ہوئے ہو اور اس طرح پورا قانون جامع مکم اور نا قابل ترمیم و تنسیخ (اَدرحک و اضافہ) ہو۔ پھر ظاہر ہے کہ ایسے جامع ترین قانون کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ کسی ایک قوم ایک وطن ایک نسل اور کسی خاص خطہ کے لیے نہ ہو بلکہ بین الاقوامی اور بین الاقوامی ہو اور دنیا کی ہر قوم کے لیے پیغام ہو۔ وہ دنیا کی قوموں کو قومیں رکھنے کے لیے نہ آیا ہو بلکہ قوم واحد بنانے کے لیے آیا ہو اس کی حکومت عام اور شمولیت تام ہو وہی قانون بنام قرآن بھیجا گیا۔ جو خاتم القوانین ہے۔ اس کا پیغمبر خاتم النبیین رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کی قوم خاتم الامم ہے۔ اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے اور وہ سارے جہانوں کے لیے پیغام ہے۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

(الفرقان ۔ 1)

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ خاص
پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔

اسی لیے اس قانون کے پیغامبر نے بحیثیت نبی الانبیاء اور رسول الامم ہونے کے دنیا کی تمام اقوام کو یکساں خطاب کیا اور اپنے کو سب کی تربیت کا یکساں کفیل بتلایا۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔

Marfat.com

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

خود ارشاد نبوی ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً (مشکوٰۃ)

زمانہ سابق میں ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں دنیا کے سارے انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

بہر حال آسمانی بادشاہت میں آسمان گویا ایک صوبہ تھا جس میں ملائکہ کی خلافت قائم ہے اور زمین ایک دوسرا صوبہ تھا جو گو جسمانی حیثیت اور رقبہ کے لحاظ سے تو آسمانوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ لیکن اپنے مخصوص باشندوں یعنی انسان جیسی جامع حقائق مخلوق کی وجہ سے بلحاظ معنویت آسمانوں سے زیادہ جامع اور شائق تھا اس لیے اس میں نائب السطنت بھی ایسے ہی مقرر کیے گئے جو تمام کمالات کے جامع اور تمام مخلوقات پر فائق اور حقیقی نائبان الٰہی تھے۔

اراضی کاشت اور پیداوار

بساؤ کے بعد ضرورت تھی کہ رعایا کی ضروریات زندگی کا انتظام ہو۔ غذا مہیا ہو۔ دوا فراہم ہو۔ صفائی عمدہ ہو۔ روشنی بروقت ہو۔ لباس حسب ضرورت ہو۔ مثلاً سب سے پہلے زمین کے ایسے قطعات کی ضرورت تھی جس سے ضروریات زندگی اگائی جاسکیں اور یہ قطعے زراعت کے لیے کارآمد ہوں۔ جس سے پھل پھول اگائے جاسکیں نہ شور ہوں نہ پہاڑوں کے پتھر ہوں۔ جس میں اگانے کی کوئی صلاحیت نہ ہو سو آسمانی بادشاہ نے ایسے قطعاتِ اراضی مہیا فرمائے جن کا ذکر قرآن حکیم نے فرمایا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔

پھر عجیب طور پر زمین کو بچھایا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور

Marfat.com

ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے۔

دوسری جگہ پیداوار کی مزید تفصیلات ارشاد فرمائیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ اِذَا اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ. (یومنون الانعام . 99)

اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر میں نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نبات کو نکالا پھر میں ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجوروں کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں خوشے ہیں نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے بلغ اور زیتون اور انار جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوئے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ چلتا ہے۔تو اس کے پکنے کو دیکھو۔ ان میں بھی دلائل توحید کے موجود ہیں کہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

آب پاشی

پیداوار کے لیے آب پاشی درکار تھی اور وہ دو طرح سے تھی آسمانی اور زمینی یعنی بارش و نہر و چشمے وغیرہ تو اس حکومت نے دونوں مہیا فرمائے پھر آسمانی پانی یعنی بارش کے بارے میں فرمایا۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ طَهُوْرًا لِّنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا. (الفرقان 49)

Marfat.com

اور ہم نے آسمان سے ستھرا اور پاک کرنے والا پانی اتارا تاکہ اس
سے مردہ اور خشک زمین کو زندہ کریں۔

پھر زمینی پانی کے بارے میں ارشاد ہوا۔

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰی اَمْرٍ قَدْقُدِرَہ.

اور زمین سے چشمے جاری کر دیے پھر پانی ہر اس کام کے لیے مل گیا
جو تجویز ہو چکا تھا۔

بساؤ کے شہری حقوق

پھر سرکاری زمین میں رعایا کو بسنے کی اجازت دی گئی مکان بنانے کا حق دیا گیا اور شہری زندگی کے حقوق مرحمت ہوئے اور سفر و حضر دونوں مقاموں کے لیے گھروں کی نوعیت بتلائی گئی۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا وجَعَلَ لَکُم مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ
بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَھَا یَوْمَ ظَعْنِکُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِکُمْ مِنْ اَصْوَانِھَا وَاَوْمَارِ
ھَا وَ اِشْعَارِھَا اَثَاثاً وَّ مَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ. (النحل 80)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں میں تمہارے رہنے کی جگہ بنائی اور
تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ
کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کے اون اور ان کے
روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں
ایک مدت کے لیے بنائیں۔

روشنی کا انتظام

پھر جیسے میونسپلٹی شہر کی روشنی کے لیے الیکٹرک اور بجلی کے کھمبوں کا انتظام کرتی ہے اور ان میں زیادہ پاور کے بلب لگاتی ہے تاکہ شہر روشن رہے اس طرح اس خیمہ ارضی کی چھت یعنی آسمان میں دو بڑے بڑے ہنڈے (چاند اور سورج) ٹانگ دیے گئے۔ اور ان

Marfat.com

میں حرکت رکھ دی گئی تاکہ کام کے وقت دن میں تیز روشنی رہے اور آرام کے وقت شب میں روشنی گل ہو جائے۔ یا مدہم پڑ جائے۔

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرُ نُوْرًا وقَدَّرَه مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ.

(یونس 5)

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔

محکمہ صفائی و حفظانِ صحت

مثلاً محکمہ حفظان صحت اور شعبہ صفائی وزارتِ زراعت سے متعلق ہے چنانچہ اگر رعایا کی اعتدالیوں کے سبب ملک میں خس و خاشاک بڑھ جاتا ہے۔ تو ہواؤں سے زمین صاف کر دی جاتی ہے جب ملک میں گندگی پھیل جاتی ہے اور کباڑ بڑھ جاتا ہے تو بارشیں اور طوفان اسے بہا دیتے ہیں عفونت بڑھ کر امراض پھیل جاتے ہیں تو آفتاب کی حرارت سے دفع کیا جاتا ہے تو اس ابن سمعان کی طویل حدیث میں یاجوج ماجوج کا ذکر۔ فرماتے ہوئے جب ان کی موت کا ذکر آیا اور ان کی نعشوں سے دنیا کے سڑ جانے کا ذکر آیا تو فرمایا۔

ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَايَكُنُ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيُغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّ لزفَةِ.

(مشکوٰۃ باب العلمات مدامپن ابدی الساقہ 474)

پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جس سے کوئی کچا اور پکا گھر نہ بچے گا۔ یہ بارش زمین کو دھو ڈالے گی۔ اور اسے سیپ یا صاف پتھر کے مانند کر دے گی۔

چونکہ بارشوں کا محکمہ میکائیل سے متعلق ہے جیسا کہ ابھی حدیث گزری اور بارشوں سے صفائی بھی متعلق ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ صفائی کا محکمہ بھی حضرت میکائیل سے

Marfat.com

متعلق ہے۔

روحانی زندگی کی ضروریات

تربیت روحانی کا نظام

ان مادی ضروریات کی فراہمی کے بعد ضرورت تھی کہ انسانی تخلیق کا وہ اصل مقصد پورا ہو جس کے لیے یہ سارا کارخانہ قائم کیا گیا و فلکی و عنصری کائنات بنا کر تکوینی حکومت قائم کی گئی اور ظاہر ہے کہ وہ یہ تھی کہ انسان صحیح معنی میں خلیفۃ اللہ بنے اس کے اخلاق و اوصاف اپنے اندر پیدا کرے اور اپنی حقیقی انسانیت کو بروئے کار لا کر تکمیل ظاہر و باطن کے ساتھ اپنے غیب اور اصل کے پاس پہنچے اور اسی کے لیے ضرورت تھی کہ عالم میں امن قائم ہوتا کہ امن و سکون کے ساتھ انسان اپنے تخلیقی مقاصد کی تکمیل کر سکے اور قیام امن کے لیے انہی اصول چہارگانہ کی ضرورت تھی جو حکومت کے اجزائے ترکیبی میں یعنی نظم، حکم، حکمۃ او تدبیر، پس تکوین کے دائرے میں یہ چار اوصاف براہ راست خدا کی طرف سے قائم ہوئے تھے اور اب تشریع کے دائرہ میں ضرورت تھی کہ انسان کو خلیفہء الٰہی بنا کر اس کے ہاتھ سے نظم و حکم اور حکمۃ و تدبیر کے مقاصد پورے کرائے جائیں۔ اور آسمانی بادشاہت کے وہ تمام اصول رحم و کرم کی سرکاری پالیسی کے تحت پورے کرائے جائیں جو مقصود تکوین تھے اس لیے قطعات آبادی متعین ہو جانے کے بعد اب ضرورت تھی کہ حکومت کے مختلف حصے کر کے ان میں نائب السلطنت مقرر ہوں تا کہ اوامرِ الٰہی کی تنفیذ سہولت سے عمل میں آئے اور رحم و کرم کی پالیسی جس سے طبقات عالم کی تمام تربیتیں متعلق ہیں تمام مملکت میں جاری ہو۔

علاقہ انسانی اور خلافت ارضی

پس اس حکومت رحمۃ کی خلافت و نیابت کا بوجھ خطہ زمین میں آدم کے کندھوں پر ڈالے جانے کی تجویز ہوئی مگر حسب اصول حکمۃ یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں پیش ہوا نہ اس لیے کہ بادشاہ حقیقی کو رائے قائم کرنے میں کسی کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ محض نظام

Marfat.com

حکمرانی کا اصول جاری کرنے اور بتلانے کے لیے یہ سب کچھ عمل میں آیا۔ چنانچہ ملائکہ کی بھری مجلس یعنی ملاء اعلیٰ میں یہ مسئلہ رکھا گیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔

(البقرہ 30)

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔

ملائکہ کو اس میں جو کچھ گفتگو کرنی تھی اور ملاء اعلیٰ کو جتنا کچھ اختصام یعنی بحث و مباحثہ کرنا تھا۔ وہ کیا گیا تھا اور گفت وشنید ہوئی۔ کہ آیا آدم ہی بحیثیت گورنر کے دنیا میں بھیجے جائیں یا کوئی دوسری نوع منتخب ہو۔ ملائکہ کی اس مخلصانہ قیل وقال سے بہرحال ان کے مکنونات قلبی کھلوائے گئے۔

Marfat.com

آسمانی بادشاہت کے نظام کا انتہائی مرحلہ اور سزا و جزا

نظام سلطنت اور متعلقہ اعمال و افعال کا یہ اتنا طویل وعریض کارخانہ جسے عالم دنیا کہتے ہیں۔ اور جس کے انتظامات کی تفصیلات ابھی سامنے آ چکی ہیں کوئی عبث اور بے نتیجہ کارخانہ نہ ہونا چاہیے جس کی کوئی بھی غائیت نہ ہو۔ بلکہ بالخصوص جبکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی سلطنت کے نظام کی کوئی نہ کوئی غرض و غائیت ہوتی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خدائی سلطنت کے اس عظیم ترین نظام کی کوئی بھی غرض و غائیت نہ ہو۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ؟ (القیامہ 36)

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔

اور فرمایا گیا۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ ؟

(المومنون 115)

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل پیدا کر دیا اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔

اللہ اس عبث کاری سے بری ہے اس کی بادشاہت اور عرشِ عظیم کی رعایا کا یہ عظیم نظام لغویت سے منزہ ہے چنانچہ اسی آیت کے بعد جواباً فرمایا۔

فَتَعَالَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ۔

(المومنون 116)

سو اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں عرش کریم کا مالک ہے۔

Marfat.com

وہ غرض و غایت واضح ہو چکی ہے کہ کائنات کی ہر چیز اور بالخصوص انسان کی تہذیب و تربیت اور اس کے قوائے علم و عمل کو حد کمال پر پہنچا کر اس کے آخری ثمرات و نتائج سے اسے ہمکنار کرنا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں سلسلے دو ہی ہیں۔ ایک خیر اور ایک شر اور اس مبداء فیض کے یہاں کسی سلسلہ کی تکمیل میں بخل نہیں ہے۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۔

الاسرا (بنی اسرائیل) 20

آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم اِن کی بھی امداد کرتے ہیں۔ اور اُن کی بھی اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب خیر بھی مکمل ہو جائے اور شر بھی آخری حد پر آ جائے تو خیر کا انجام انتہائی خیر ہو گا۔ کہ اعلیٰ مقام ملے اور شر کا انجام انتہائی شر ہو گا کہ اسے برا مقام ملے یعنی خیر اور اہل خیر نعیم مقیم میں پہنچ کر قرار پکڑیں اور شر اور اہل شر جحیم دائم میں پہنچ کر ٹھہر جائیں۔ جس کا نام سزا و جزا ہے پس سزاء و جزاء صورتاً تو انتقام ہے مگر حقیقتاً ظہور ثمرات و نتائج ہے اس لیے آسمانی بادشاہت کے اس نظام کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ ملوکیت الٰہی کا یہ حقانی نظام اپنی آخری غایات و ثمرات پر منتج ہو جائے اور اس انتاج کا حاصل سزائے مجرمین اور جزائے مطیعین ہے جو کمال عدل کے ساتھ ہو اسی لیے سرکاری مہمان خانہ (جنت) اور سرکاری جیل خانہ (جہنم) تیار کیا گیا یہی دونوں مقام خیر و شر کے قرار گاہ ہیں۔ تا کہ اعلیٰ جوہر رکھنے والے اپنے علمی و عملی قوت کے کمال پر پہنچ جانے سے جنت میں اسے بروئے کار لائیں۔ اور متمکن رہیں اور پست اور شرور و عیوب کے دھبے رکھنے والے اپنے لاعلمی اور لاعملی کے حد کمال تک پہنچ جانے سے جہنم میں علمی و عملی تعطل کند ذہنی اور اس کے سبب غموم و مصائب اور آلام و تکالیف کا شکار رہیں پس اہل جنت جو خلعت الٰہیہ کو اپنے علمی و عملی قوۃ سے مضبوط کر کے آخرۃ میں پہنے ہوں گے۔ تو اللہ اپنے نائبوں کو مقام قرب میں رکھ کر انہیں میدان علم و صنائع عطاء فرمائے گا تا کہ یہ منصب خلافت زیادہ سے زیادہ ترقی پاتا

Marfat.com

رہے جس کا حاصل کمالات علمی اور کمالات عملی ہیں۔ اور اہل نار وہ ہوں گے جو فانی لذات اور عارضی تعیش میں مبتلا رہ کر اپنی خلافتی قوت یعنی قوت علمی اور قوت عملی کو فناء کر کے آخرت میں پہنچیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان خلافت دشمنوں کو اپنے سے بعید رکھ کر جہل و ظلم کے تنگ و تاریک میدان میں چھوڑ دے گا تا کہ وہ اپنے اسی جبلی ظلم و جہل کی تاریکیوں میں حیران و سرگرداں رہیں جس سے نکلنے کے لیے انہیں دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

بہر حال جنت و دوزخ محض حسی عیش مصیبت ہی کی جگہ نہیں بلکہ منصب نیابت و خلافت کی ترقی در ترقی اور اس کے بعد در بعد کے ظہور کی بھی یہی جگہ ہے۔ اس لیے آسمانی بادشاہت کا حقیقی ثمرہ انسان کے حق میں تکمیل خلافت نکل آتا ہے جس کا اعلیٰ ترین نمونہ جنت میں اور جس کا مسخ شدہ خاکہ جہنم میں زیادہ کھل کر نمایاں ہو گا اس لیے آسمانی بادشاہت کے نظام کے سلسلہ میں یہ بیان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ جنت دوزخ یعنی سرکاری عیش خانہ اور سرکاری جیل خانہ کی مختصر کیفیات پر اس بیان کی انتہا نہ کی جائے۔ سو اس بارے میں کتاب و سنت نے جو تفاصیل دی ہیں ان کا نچوڑ اور خلاصہ حسب ذیل ہے۔

سزائے مجرمین اور ان کی انواع

مجرموں کی سزا اور پاداش عمل کی نوعیت کے بارے میں قرآن و حدیث کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ جہنم کے جیل خانہ میں جن مکانوں اور بارکوں میں یہ مجرم قیدی رکھے جائیں گے وہ گرم ترین اور آتشیں ہوں گے وہاں کی آگ کا رنگ سیاہ ہو گا جس میں نورانیت نہ ہو گی۔ جہنم کی ہولناک گرج سے ان کے دل پھٹے جاتے ہوں گے۔ اس کی مخلوق کی ڈراؤنی صورتوں سے ان کے دل سہمتے ہوں گے۔ پھر اس آتشیں جہنم میں نوع بنوع عذاب کی وادیاں اور کال کوٹھریاں ہوں گی۔ مجرمین کا لباس اور فرش و لحاف سب آتش گیر مادوں کا ہو گا۔ جو خود آتش مجسم ہو گا۔ ان کے گلوں میں اطواق و سلاسل اور ستر ستر ہاتھ کی زنجیریں پڑی ہوئی ہوں گی اور ان کی صورتیں مسخ اور ٹوٹی ہوئی ہوں گی۔ بدنما گندے اور غلیظ جانوروں کی مانند ان کی ہیئت اور منہ وہ ہوں گے جن سے دوسروں کو اور

Marfat.com

خود انہیں بھی نفرت آئے گی۔ ان پر آتشیں گرز آہنی پڑتے ہوں گے ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی (ابِ حمیم) بہایا جاتا ہوگا۔ جس سے ان کے منہ کا گوشت پوست گل گل کر گرے گا۔ ان کی غذائیں سیہنڈ' زقوم' کانٹے دار پھل جو حلق میں پھنس کر رہ جائیں اور لہو پیپ اور گلے میں پھنس جانے والی اشیاء ہوں گی جس سے ہمیشہ جان بلب رہیں گے بدبو اور تعفن کی ہوائیں ان پر چلتی ہوں گی جس سے ان کے دماغ پراگندہ ہوں گے گدھوں کی سی مکروہ آوازوں سے وہ کرتے ہوں گے جس کی شنوائی نہ ہوگی۔ پہاڑوں سے انہیں گرا گرا کر الگ عذاب دیا جائے گا۔ خونی دریاؤں میں غرق کر کے الگ انہیں ستایا جائے گا۔ آگ کے تنوروں میں گھونٹ گھونٹ کر الگ انہیں تباہ حال بنایا جائے گا۔ سانپ بچھو انہیں الگ لپٹے ہوئے ہوں گے جو انہیں کی بداخلاقیوں کی صورتِ مثال ہوگی۔ آگ کی حسی حرارت کے ساتھ ان کے زہر کی مخفی حرارت سے ان کے بدن پہاڑوں کی طرح پھول پھول کر الگ ورم رسیدہ ہوں گے ان کی کھالیں عذاب بھگتنے کے لیے بار بار تازہ ہوکر بار بار عذاب سے پھولتی اور پھٹتی رہیں گی ان کے قلوب میں خوشی اور لطف کی جگہ غم و حسرت بھرا ہوا ہوگا۔ امید کے بجائے یاس انگیز دھمکیاں انہیں دی جائیں گی۔ جن سے ان کے دل ٹوٹتے رہیں گے۔ خوشخبریوں کے بجائے سخت سے سخت ڈانٹ ڈپٹ سے الگ انہیں سہایا جا رہا ہوگا۔ آپس کی پھوٹ اور لعنت و ملامت طعن و تشنیع اور الزام دہی سے ان کے دل جدا زخمی ہوں گے ملائکہ کی بے رخی اور نگاہ قہر سے وہ جدا مرعوب کر دیے جائیں گے اور ہیبت زدہ ہوتے رہیں گے۔ وہم و خیال کی سوزش اور وساوس سے اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر ڈرتے ہوئے اور کپکپاتے ہوئے ہوں گے ان کے نہ بدن کو چین ہوگا۔ نہ قلب و روح کو تنگ و تاریک کوٹھڑیوں اور کنوؤں میں انہیں بند کیا جائے گا۔ جہنم وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوکر چمٹتا رہے گا۔ ان کی جوتیاں بھی ہوں گی تو آتشیں جس سے دماغ کھولتا ہوا ہوگا وہ چہرے لہر سے روسیاہ اور ذلیل حالت میں ہوں گے ان کے عذاب میں روز افزوں زیادتی ہوگی کمی اور تخفیف کا نشان نہ ہوگا۔ بہرحال ان کا ظاہر و باطن اور صورت و حقیقت سب ہی اپنے

Marfat.com

اپنے حسب حال شدید عذاب میں گرفتار ہوں گے جس کی کہیں حد نہ ہوگی۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ ۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم۔

جزا مطیعین اور اس کی اقسام

ادھر مطیعوں کے لیے انعامات کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اُخروی زندگی کے پہلے ہی مرحلہ اور اول مرحلہ ہی میں مغفرت و رحمتہ اور رضاء ورضوان کے پیغامات اور مستقبل کے لیے طرح طرح کی خوش خبریوں سے ان کے قلوب مسرت و شادمانی سے لبریز اور چہرے آثار فرحت سے چمکتے ہوئے ہوں گے۔ بے مثال نعمتیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنی نہ کسی قلب پر ان کا خطرہ گزرا اعیاناً ان کے سامنے ہوں گی۔ ان کے یہ بہشتی باغات اور محلات سونے اور چاندی کی اینٹوں سے تعمیر شدہ ہوں گے ان کے استعمالی سامان اور محلات کے فرنیچر جواہرات کی اعلیٰ سے اعلیٰ نوع اور شفاف سے شفاف جنس لعل و یاقوت اور زمرد وزبرجد وغیرہ سے تیار شدہ ہوں گے ان کے مخصوص کل سرائے کا ایک ایک محل ایک ایک سالم موتی سے بنا ہوا ہوگا جن میں کہیں جوڑ نہ ہوگا بادپا سواریوں جیسے اڑنے والے گھوڑے براق اور تخت رواں اور رفرف وغیرہ ان کی سیر وسیاحت کے لیے مہیا ہوں گے ان کے محلات کے نیچے پاکیزہ اور شفاف پانی کی نہریں جاری ہوں گی ان کے شہد و شراب اور دودھ وغیرہ جانوروں کے خون ونجاست سے نہیں بلکہ قدرتی نہروں کے ذریعہ شفاف اور پاک نہروں سے جاری ہونگے ان کی غذائیں غیر متغیر میوے ہزار ذوق پھل پاک پرندوں کا لطیف گوشت اور ہر نوع کے فواکہ سے ہوں گی ان غذاؤں میں فضلات نہ ہوں گے نہ بول و براز ہوگا نہ تھوک تک طہارۃ و پاکیزگی دائمی ہوگی جس پر ناپاکی کا کبھی بھی حملہ نہ ہوگا ان کے لباس رنگ برنگ اور زیورات نوع بہ نوع ہوں گے ان کے ایک ایک محل کی جو ایک ایک عظیم شہر کے برابر ہوگا شہر پناہ ایک ایک موتی اور رنگ برنگ کے موتی در موتی سے بنی ہوئی ہوگی جس سے اس کی رنگ برنگ جھولاہٹ اور جگمگاہٹ آنکھوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا کرتی ہوگی ان کے کپڑوں کی باریکی اور

Marfat.com

لطافت کا عالم یہ ہو گا کہ ستر حلوں میں سے بدن جھلکے گا۔ لباسوں کا کار (کشیدہ کاری) جواہرات سے ہو گی۔ ان کے لباس کے پیکر درختوں کے پھلوں میں سے برآمد ہوں گے جوتہ بتہ رکھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے بدن نورانی اور اس درجہ شفاف ہوں گے کہ ادھر سے اُدھر کی چیز نظر آئے گی۔ ان کے چہروں کی تابانی سے فضا میں روشنی ہو گی وہ میل ہا میل کی مسافت سے بھی ستاروں کی طرح چمکیں گے ان کی عمارات تہ بر تہ اور منزل بر منزل ہوں گی جن کی منزلوں کی کوئی تعداد نہ ہو گی ہر روز نئے سے نیا انعام ان کے سامنے آئے گا ہر لمحہ نئی سے نئی بشارت اور خوش خبری سے ان کے کان پُر اور دل لذت و حلاوت سے لبریز ہوں گے۔ ہر دروازہ سے نورانی ملائکہ انہیں سلامیاں دیتے ہوں گے خود رب العزت کی طرف سے بلاواسطہ انہیں سلام و پیام دیے جائیں گے اونچے اونچے تخت ان پر ستر ستر مسندیں ان کے اردگرد موتیوں کے چہروں والے غلام صف بستہ ہوں گے ان کے پاس چاند سے زیادہ روشن چہرے والی بیویاں ہوں گی جو ہر ظاہری اور باطنی ناپاکی سے پاک اور منزہ اور ہر اخلاقی برائی اور عملی کمزوری سے بری ہوں گی ان کی مباشرت میں تعب و تکان، کمزوری و لاغری اور سستی کا نشان نہ ہو گا ان کا سرور غیر منقطع اور بے خلل ہو گا۔ ان کے محلات کے دروازے آسمانوں کی طرح بلند اور پرشکوہ اور ان کے باغات کی مٹی مشک و زعفران کنکریاں موتی اور یاقوت اور دیواروں کی اینٹیں سونا اور چاندی کی ہوں گی۔ ان کے باغات کا چاند نا صبح صادق کے بعد کی دودھ جیسی سفید اور بے خیرہ روشنی ہو گی ان کے باغات کے درخت ہزاروں ذائقوں کے پھلوں سے لدے ہوئے ہوں گے ان درختوں کی جڑیں اور تنے سونے چاندی کے ہوں گے۔ اور ان کے پتوں کی حرکت سے قسم قسم کے سریلے نغمے اور راگ پیدا ہوں گے جو دلوں کو پرکیف اور روح کو مست کرتے ہیں گے ان کے لیے سیر گاہیں ہوں گی جن میں سب اہل جنت مل جل کر فرحت آمیز گفتگو اور تفریحی مشاغل میں مصروف ہوں گے ہوائیں عطر بیز ہمہ وقت خوشگوار ہر مکان راحت بخش ہر حادثہ روح افزاء ہر نعمت غیر مختتم ہر ذلت غیر منقطع اور ہر قوت دائمی اور ترقی پذیر ہو گی۔ ان کے

Marfat.com

دلوں میں فکر و تشویش اور غم و الم کا تصور بھی نہ ہو گا دل راحت سے پُر دماغ عیش سے سرمست اور خیال و معرفت سے بھرپور ہو گا۔ ان کا کروفر اور حشم و خدم بے شمار ان کا جاہ و جلال اور تزک و احتشام سلاطین سے کہیں اونچا ہو گا ان کا ملک خیال کی وسعتوں سے بھی زیادہ وسیع ہو گا۔ ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کا ملک دس دنیا کے برابر ہو گا وہاں نوم و غفلت اور تعب و تکان کا نشان نہ ہو گا ان کا ہر روز روز عید ہو گا اور اس پر وہ روز و شب کے تغیرات سے بری ہوں گے ان کی دعوتیں رب العزت کی طرف سے ہوں گی۔ انہیں تکریمی اور اعزازی پارٹیاں دی جائیں گی۔ وہ دربار الٰہی کے درباری اور اس میں ہفتہ وار باریاب ہوں گے وہاں شراب طہور سے ان کی ضیافت ہو گی۔ نغمات داؤدی سے ان کی سامعہ نوازی ہو گی اور الذالنعم (سب بڑی نعمت) یعنی دیدار الٰہی سے انہیں محویت و بے خودی کا کیف بخشا جائے گا۔ ان کا ہر سوال اور ہر تمنا پوری ہو گی ان میں محرومی کا وہم تک نہ ہو گا۔ غرض نعمت کی کوئی نوع انتفاع کا کوئی پہلو اور خیر و برکت کا کوئی احتمال جو کسی کی بڑی سے بڑی عقل میں آ سکتا ہے ایسا نہ ہو گا جو وہاں واقعات کی صورت میں اپنی انتہائی کامل و مکمل صورت سے انہیں نہ بخشا جائے گا۔ اور جس کی کہیں حد نہایت نہ ہو گی فاما الَّذِیْنَ سَعَدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خَالِدِیْنَ فِیْھَا ۔

بہر حال آیات و احادیث کا یہ خلاصہ اور جوہر ہے جو سرکاری جیل خانہ (جہنم) اور سرکاری عیش خانہ (جنت) کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پس جیسا بادشاہ ہے اور جیسی اس کی بادشاہت ہے ویسے ہی اس کے لوازم بادشاہت بھی ہیں ویسا ہی اس کا نظام بھی ہے۔ غرض آسمانی بادشاہت اپنے کروفر، جاہ جلال، عظمت و شان اور ملکی انتظامات کی رو سے اتنی ہی کمالات کذاب سے بھرپور ہے جتنا کہ اس کا بادشاہ باکمال اور سرچشمہ کمالات ہے پس اگر اس بادشاہ حقیقی کا کمال لامحدود ہے اور ضرور ہے تو اس کی سلطنت کا کمال بھی لامحدود اور تحدید خیرات و میراث کا حامل ہو سکتا ہے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنَ النَّارِ وَادْخِلْنَا الْجَنَّہ امین ۔

Marfat.com

آسمانی بادشاہت کے دستور اساسی کا خلاصہ

آسمانی بادشاہت کے سلسلہ میں یہ جو کچھ تفاصیل ذکر کی گئیں۔

سبع سنابل

خواہ وہ بادشاہ کے ظواہر اور کرّوفر سے متعلق تھیں یا بباطن (باطن کی جمع) اور (اصولِ نظام) ملک سے ان سب میں جو چیزیں بطور روح کے کارفرما اور ساری حکومت کی اساس و بنیاد ہیں اصولاً سات نکلتی ہیں جو ساری حکومت کے آئین وقوانین کا خلاصہ ہیں ان میں سے پانچ دائرہ حکومت سے متعلق ہیں اور (2) دو دائرہ دائرہ رعیت، رعیدت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان ساتوں کو سبع سنابل یعنی سات خوشے کہنا چاہیے۔ کیونکہ ہر محکمہ ان کی فرع اور ہر شعبہ ان کے سامنے بمنزلہ ایک دانہ کے ہے جو اپنے خوشہ سے نکل رہا ہو۔

دستور حکومت کے پانچ اساسی رکن

(1) مصدرِ نظام

یعنی اقتدار اعلیٰ اور وہ ذات بابرکات خداوندی ہے کہ زمینوں اور آسمانوں میں نظام کائنات صادر ہو رہا ہے اور اسی کی یکتائی اور حاکمیت مطلقہ کی روح دوڑی ہوئی ہے اس کے ہی لیے مثل اعلیٰ ہے۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط

اور اسی کی کہاوت (ذکر) ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

(2) مرکزِ نظام

یعنی میزان اعلیٰ اور وہ قانون قدرت ہے جس سے نظام کا شجرہ پھوٹتا ہے اور جس کی طرف ہر نظام رجوع کیے ہوئے ہے یا اسی میں سے نظامات نکلتے ہیں اور اسی کی طرف

Marfat.com

لوٹ جاتے ہیں جو کل کائنات پر حاوی اور جس کے عدل سے ہر ہر ذرہ قیام پذیر ہو کر کسی حالت میں بھی اس سے انحراف نہیں کر سکتا اگر کرے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جائے یعنی ہر ذرہ کی بود نمود نابودگی اور گمشدگی اسی قانون عدل کے معیار سے ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ وَمَایُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ . (الشوریٰ 17)

اللہ وہ ہے جس نے اتاری کتاب سچی (سچے دین) کے ساتھ اور توازن کے ساتھ اور آپ کو کیا خبر ہے کہ شاید وہ گھڑی نزدیک ہو۔

(3) محورِ نظام

یعنی ملاء اعلیٰ اور وہ آسمان بادشاہت کی شاہی کونسل ہے۔ جو ارواح مقدسہ پر مشتمل ہے اور ان میں مباحث عالم زیر بحث آتے ہیں جنہیں اختصامِ ملاء اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مَاکَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِاالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِذْیَخْتَصِمُوْنَ.

(حدیث) یَامُحَمَّدُ فَلِمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی . ؟

مجھ کو عالم بالا کی کچھ خبر بھی نہ تھی جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے۔

اے محمد یہ اوپر والے کیوں بحث و تکرار کر رہے ہیں۔

(4) مقصدِ نظام

یعنی مقصد اعلیٰ اور وہ آسمانی بادشاہت کا وہ نصب العین ہے جو تربیت و ہدایتِ کائنات پر مشتمل ہے اور حضرت رب اعلیٰ کی شان ربوبیت اور قدیر اعلیٰ کی شان ہدایت کو ظاہر کرتا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی.

(الاعلیٰ 1-2-3)

پاکی بیان کیجئے اپنے بلند و برتر خدا کی جس نے انسان کو پیدا کیا پھر

Marfat.com

• برابر کیا اور جس نے ٹھیک اندازہ رکھا اور پھر راہ پر لگایا۔

(5) منشاءِ نظام

یعنی مصلحتہ اعلیٰ اور وہ آسمانی بادشاہت کی وہ سرکاری پالیسی اور انداز حکومت ور منشاء شاہی جس کی رو سے ساری کائنات بحیثیت رعایا اپنے شاہنشاہِ حقیقی سے مربوط اور س کی گرویدہ وفادار ہے اور وہ رحمتہ عامہ ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى . (طٰهٰ . 5)

پھر قائم ہوا عرش پر وہ مہربان

فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ. (الانعام . 147)

سو آپ کہہ دیجئے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ . (الاعراف 156)

اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

اِن رَحْمَتِي سبقت عَلَى غَضَبِيْ . (حدیث)

بے شک میری رحمت غصہ پر غالب آ گئی۔

پہلی آیت سے رحمت کا احاطہ اور تخت شاہی سے لے کر ساری کائنات تک کے وپر استیلا واضح ہے۔ دوسری آیت سے رحمت کا فی نفسہٖ عموم واضح ہے اور تیسری آیت سے حمت کے تعلق کا عموم واضح ہے اور چوتھی نص سے رحمت کا غلبہ اور دباؤ ہر چیز پر واضح ہے۔

Marfat.com

واجبات رعیت کی دو جامع ترین انواع

اس اعلیٰ ترین حکومت اور اس کے اعلیٰ ترین دستور حکومت سے رعایا پر جو حقوق اور واجبات عائد ہوتے ہیں ان کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔

جذبہ وفاداری

(1) باطنی تسلیم و انقیاد یعنی حلف وفاداری کہ ذرہ ذرہ اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.
(اٰلِ عمران . 83)

کیا خدا کے قانون کے سوا کسی اور دین کو ڈھونڈتے ہو حالانکہ سب اسی کے تابع ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

عملی اطاعت شعاری

(2) ظاہری اطاعت و عبودیت یعنی اس بادشاہ کے سامنے انتہائی تذلل و عبودیت اور اپنے اپنے متعلقہ قانون پر بحیثیت عبادت عمل۔

کلّ لہٗ قانِتُوْن . (البقرہ)

سب ہی اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اس لئے ضابطہ حکومت کی رو سے آسمانی بادشاہت کے سات رکن ثابت ہوئے جو گویا سبع سنابل یعنی سات خوشے ہیں کہ انہی سات سے سلطنت کی کشت دار کے سارے ہی پھول اُگ رہے ہیں پانچ حکومت سے متعلق ہیں اقتدارِ اعلیٰ، میزانِ اعلیٰ، ملاءِ اعلیٰ، مقصدِ اعلیٰ، مصلحتِ اعلیٰ اور دو رعایا سے متعلق ہیں۔ باطنی انقیاد و تسلیم اور ظاہری طاعت و عبودیت، جن کو شرعی اصطلاح میں ایمان و اسلام کہتے ہیں۔ اور اسی کو حدیث معاذ میں حقوق کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ پس اس پوری تالیف میں اصولی یا ضمنی عنوانات کے تحت میں جس قدر بھی مظاہرِ سلطنت و شوکت یا حاکمِ نظام سلطنت یا مقتضیات سلطنت مذکور ہوئے وہ سب انہی کے آثار ولوازم ہیں۔ اور ان سب میں انہی سات اصول کی روح کام کررہی ہے۔

Marfat.com

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ.

(البقرہ 261)

جیسے ایک دانہ کہ اس نے سات خوشے اگائے۔ اور ہر خوشے سے سو سو دانے۔

Marfat.com

آسمانی بادشاہت سے زمینی خلافت

خلافت ربوبیت

آسمانی بادشاہت کی ان تمام شعبہ دار تفصیلات اور پھر سات دفعات میں ان کے جامع اجمالات سے جو ابھی عرض کیے گئے اللہ کی حکومت کا مکمل نقشہ اور خاکہ آپ کے سامنے آ گیا اور اس بادشاہت کا پورا رنگ ڈھنگ آپ سمجھ گئے لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ سب تکوینی امور ہیں۔ یعنی افعال خداوندی ہیں جن کی حکایت قصہ گوئی کی حد سے آگے نہیں بڑھتی اور محض قصہ گوئی اور محض بیان حکایت گوئی کتنی ہی سچی اور عین حقیقت ہو فی نفسہٖ اسلام میں مقصود نہیں جب تک کہ اس سے کوئی عبرت اور کوئی انسانی عمل متعلق نہ ہو جس سے وہ کسب سعادت کر سکے ایسے علوم کو اسلامی شریعت پسند نہیں کرتی جو محض نظری ہوں اور جن سے دماغی تفریح تو ہو جائے لیکن اکتساب سعادۃ کی کوئی راہ نہ کھلے۔ اس لیے آسمانی بادشاہت کی ان تشکیلات کا مقصد بھی جو آیات و روایات میں وارد ہوئی ہیں محض کہانی یا قِصّہ گوئی نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے ذریعے بھی انسانی سعادت کی تکمیل مقصود ہے اور وہ یہ کہ انسانی بحیثیت خلیفۃ اللہ ہونے کے اپنا جو نظام بھی دنیا میں قائم کرے وہ آسمانی بادشاہت کے نمونہ کا ہونا چاہیے۔ جس کی صورت و حقیقت سے آسمانی نظام پر منطبق ہو۔ یعنی زمینی بادشاہت کے نام سے زمین پر بعینہٖ آسمانی حکومت کا نقشہ جمایا جانا مقصودِ شرعی ہے۔

Marfat.com

آسمانی بادشاہت کے نقشہ پر زمینی خلافت

یعنے

امارت شرعیہ کا دستور اساسی

آسمانی بادشاہت اور زمینی خلافت کی ہم آہنگی

اس مقصد مذکورہ کے پیش نظر یہی آسمانی بادشاہت جب تکوین کے دائرہ سے آگے بڑھ کر تشریعی[1] رنگ اختیار کرتی ہے اور کائنات کی اشرف ترین مخلوق انسان پر بطور نائب الٰہی ظاہر ہوتی ہے تو اسی کا نام خلافت ہوتا ہے یہ خلافت کلیۃً آسمانی بادشاہت کے تفسیر اور اس کا نمونہ ہے۔ جس کا ظاہر و باطن اس کے ظاہر و باطن پر کلیۃً منطبق اور چسپاں ہوتا ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ تکوینی سلطنت میں رنگ الوہیت کا ہوتا ہے اور تشریعی سلطنت میں رنگ عبودیت کا وہاں اگر ظہور خلق طبیعاتی رنگ کے پردوں میں ہوتا ہے تو یہاں ظہور امر شرعیاتی رنگ کے پردوں میں ہوتا ہے وہاں اگر علی الاطلاق بادشاہی تھی تو یہاں بقید عبدیت ہوتی ہے۔ حکم قانون پالیسی اور مقاصد سب چیزیں وہیں کی ہوتی ہیں صرف محل اور رنگ بدل جاتا ہے وہاں براہ راست قدرت کا ہاتھ کام کرتا ہے یہاں ظاہر میں بندوں کے ہاتھ کام کرتے ہیں اور باطن میں خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اس لیے عنوان کا فرق تو ضرور پڑ جاتا ہے۔ مگر حقیقت نہیں بدلتی۔ بہرحال خلافت کے ہر ہر شعبے میں نمونے آسمانی بادشاہت کے ہی ہوتے ہیں صرف ہیئت عنوان کا فرق ہو جاتا ہے۔ گویا مصدر تو حکومت الٰہی ہوتی ہے۔ اور اس سے صادر خلافت انسانی ہوتی ہے یا بالفاظ دیگر مظہر تو خلافت انسانی

1. تشریعی رنگ سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیائے ارضی پر تشریف لائے۔ ان کے ہاں اولاد پیدا ہوئی۔ تو اس اولاد کی ضروریات زندگی اور زندگی گزارنے کے اطوار کے لیے جو ضابطے ضروریات کئے گئے۔ اس وقت سے تشریعی دور کا آغاز ہوگیا۔ جسے تشریعی رنگ کہا گیا ہے۔

Marfat.com

ہوتی ہے اور اس میں ظاہر حکومتی الٰہی ہوتی ہے یا بعنوان دیگر اصل تو اللہ کی حکومت ہوتی ہے اور اس کا ظل و عکس خلافت انسانی ہوتی ہے اسی لیے اُسے حکومت کہتے ہیں۔ اور اسے خلافت' غرض خلافت کا یہ چولہ (خلعتِ) حکومت خداوندی کے تن زیباء پر نہایت چست اور کسا کسایا آ جاتا ہے کہ یہ چولہ اسی کے لیے بنایا گیا تھا۔

بہرحال ہم جس ادارہ اور سلطنت کا نقشہ آئندہ ذکر کرنا چاہتے ہیں اس سے خلافت ربانی مراد ہے نہ کہ خدائی حکومت کے نام سے انسانی مطلق العنانی یعنی خلافت میں دین خداوندی کے اصول پر مخلوق خداوندی کی تربیت کی جاتی ہے یہ نہیں کہ خدائی بادشاہت کے نام سے انسانی جبر و استبداد منوایا جائے یا خلیفہ اپنے کو خدائی حکومت کا مظہر اتم بتلا کر اپنی مطلق العنانیون کو بہ زور شمشیر تسلیم کرائے۔

خلافت اسلام اور خلافت اقوام کا ما بہ الفرق یعنی

خلافتِ اسلام اور دیگر ااقوام کی خلافت میں فرق

بالفاظ دیگر یہ یہودیوں کی طرح آسمانی بادشاہت نہیں جس میں بادشاہت وقت کو...... عمیلِ خدا (کارندہ الٰہی) ظاہر کر کے اس کے انتخاب وتقرر اس کے صادر کردہ حکم اور اس کی ساری شاہی کو خدا کی شاہی بتایا گیا ہے۔ گویا جو کچھ بھی وہ کر دے وہ چونکہ خدا کا کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے مخلوق کو اس سے سرتابی اور انحراف و بغاوت کی مجال نہیں خواہ وہ کچھ کر دے یا کہہ دے اس یہودی ادارہ میں احکام تو انسانی ہوتے ہیں لیکن انہیں واجب الاطاعت خدا کے نام سے بنا دیا جاتا ہے۔

اسی طرح یہ خلافت مسیحیوں کی آسمانی بادشاہت بھی نہیں جس میں آبائے عیسوی نے بادشاہ کی طاقت کو عین خدائی طاقت ظاہر کر کے اس کے مقابلہ کو خدا کا مقابلہ ظاہر کیا ہے کہ اس کا حاصل بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسانی مطلق العنانیوں کو خدائی اقتدار کے پردہ میں چھپا کر حق بجانب ثابت کیا جائے۔

اسی طرح یہ خلافت خلافت یونان اور روماء کی آسمانی بادشاہت بھی نہیں کہ گو

Marfat.com

حکومت قوم اور بادشاہ کے مجموعہ (یعنی ہر دو کی مرضی) سے بنتی ہے لیکن دیوتاؤں کی دعائیں بہرحال اس کی کفیل ظاہر کی جاتی تھیں اور بادشاہ جو کچھ بھی کر گزرتا تھا۔ قوم پر اس کی اطاعت اس لیے ناگزیر ہو جاتی تھی کہ وہ سب کچھ دیوتاؤں کی مخفی طاقت کے زیر اثر ہونا باور کرایا جاتا تھا جس کی رو سے اس سے انحراف کرنا دیوتاؤں سے بغاوت کرنا تھا۔ پس ابتداءً گو حکومت میں کل قوم کی مرضی شامل ہوتی تھی۔ مگر انتہاءً یہاں بھی وہی شخصی استبداد اور انسانی مطلق العنانی رہ جاتی ہے جو دیوتاؤں کی تقدیس کی آڑ میں پرورش پاتی تھی۔

اسی طرح یہ خلافت مہا بھارت کی تجویز کردہ خدائی بادشاہت بھی نہیں جس میں بادشاہت کو ربانی پیداوار کہہ کر اس کی عظمت کو عین خدا کی عظمت بتلایا گیا ہے۔ جس کا حاصل وہی راجائی طاقت کو خدائی طاقت کے نام سے برقرار اور واجب العفو ذ بنا دینا ہوتا تھا اور سیاسی مقاصد دینی عظمت کے حیلہ سے پورے کیے جاتے تھے جیسا کہ آج بھی مختلف سیاسی پارٹیاں دین و مذہب کے نام پر اپنے سیاسی مقاصد پورے کرتی ہیں اور خدائی فتوؤں کے حیلہ سے عوام کے جذبات کو بے تکلف استعمال کرتی رہتی ہیں۔

غرض ان تمام نظریات میں خدا کے نام سے انسان کو خدائی کے اختیارات سونپے گئے ہیں اور شخصی مطلق العنانی کو مذہب کے پردہ میں چھپا کر پرورش کیا گیا ہے، لیکن اسلام کی خلافت میں اس کے بالکل برعکس خلیفہ کے تمام ذاتی اختیارات سلب کر کے خدا کے قانون کی طرف منتقل کر دیے گئے ہیں نہ بادشاہ کو قانون سازی کا حق ہے نہ حکم و حکومت کا بلکہ وہ صرف قانون الٰہی کی تنفیذ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس کی عظمت اگر رکھی گئی ہے تو ذاتی تقویٰ و طہارت اور پابندی قانون حق کے معیار سے رکھی گئی ہے نہ کہ خلیفہ یا امیر کے نام اس پر لگ جانے سے اس کی رائے نفس حکم میں معتبر نہیں، بلکہ تدابیر نفاذ میں اور اس میں بھی تنہا خلیفہ کی شخصی رائے کافی نہیں سمجھی گئی جب تک کہ اہل حل وعقد کی جماعت کا مشورہ اس میں شامل نہ ہوتا کہ امیر میں خدائی نیابت کے نام سے شخصی اقتدار و حکمرانی کا تصور بھی پیدا نہ ہونے پائے اس لیے آسمانی بادشاہت کے مذکرہ سات اصول اور ان اصول سے پیدا

Marfat.com

شدہ دوسری کلیات پھر ان کے ماتحت تمام مظاہر سلطنت اور سارے محاکم حکومت کی نظریں ہو بہو خلافت میں رکھی گئی ہیں۔ اس دائرہ میں یہ بھی برداشت نہیں کیا گیا کہ خلافت و امارت کا نقشہ بھی کوئی انسان تجویز کرے پس امارت اسلامیہ خود آسمانی بادشاہت کا ایک حسی ڈھانچہ ہے جس کی روح اسی آسمانی بادشاہت کے اصول و فروع ہیں نہ کہ انسانی بناوٹ کے تراشیدہ قوانین و آئین ۔شریعت اسلام میں ایک لمحہ کے لیے بھی انسانی اقتدار کے لیے آسمانی بادشاہت کا نام استعمال نہیں کیا گیا چنانچہ اولاً اصول سبعہ ہی کو لیجئے جن کو ہم نے سبع سنابل سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ وہ بقیہ اصول سلطنت کے لیے بمنزلہ خوشہ کے ہیں۔ جن میں دوسرے اصولِ امارت دانوں کی طرح ترتیب وار جڑے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

خلافت زمینی میں آسمانی بادشاہت کے اصول کا نقشہ

خلافت میں اقتدار اعلیٰ

(1) مثلاً آسمانی بادشاہت میں اقتدار اعلیٰ ذات حق ہے اور خلافت میں بھی وہی بطور نمونہ عمل اس کا نائب یا گورنر رسول برحق اور نائب رسول کو رکھا گیا ہے جس کو امیر یا خلیفہ کہتے ہیں۔ پس حاکمیت تو صرف خدا کی مانی گئی ہے مگر مانی گئی ہے بواسطہ رسولؐ اس لیے رسولؐ اور نائب رسول کی اطاعت بھی واجب ٹھہرائی گئی۔ لغجوائے آیت کریمہ۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْ اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْ الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ.

(النساء 59)

اے ایمان والوتم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہا مانو اورتم میں جولوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔

خلافت میں ملاء اعلیٰ

(2) آسمانی بادشاہت میں شاہی کونسل ملاء اعلیٰ ہے اور خلافت میں اس کا نمونہ مجلس شوریٰ ہے آیۃ کریمہ

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ

اوران کا ہرکام آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے۔

خلافت میں مقصد اعلیٰ

(3) آسمانی بادشاہت میں مقصد اعلیٰ یعنی غرضِ حکومت ربوبیت و ہدایت عامہ ہے اور خلافت میں اس کا ظل اور نمونہ اقامتہ دین ہے جس کا حاصل وہی تربیت وتہذیب نفوس ہے

Marfat.com

لقحوائے آیت کریمہ۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُو و الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَاللّٰہُ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ. (لقمان 22)

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

خلافت میں مصلحت اعلیٰ

(4) آسمانی بادشاہت میں مصلحتہ اعلیٰ (سرکاری پالیسی) رحمتہ عامہ ہے اور خلافت میں اس کا نمونہ و مساواۃ اور شفقت علی الخلق ہے جس سے تمام اقوام مُلَلُ اور تمام اوطان واقالیم مل کر خلافت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوسکتی ہیں، لقحوائے آیت کریمہ۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ . (الانبیا. 107) (بقول اللہ عزوجل) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات . 10)

اور ہم نے آپ کو کسی بات کے لیے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لیے مسلمان تو سب بھائی ہیں۔

خلافت میں میزان اعلیٰ

(5) آسمانی بادشاہت میں میزان اعلیٰ قانون قدرت ہے جو بضمن طبیعات و اسباب کام کرتا ہے خلافت میں اس کا نمونہ قانون شریعت ہے بضمن عقل و اختیار کار پرواز ہوتا ہے۔ جس کے معیار سے اقوام عالم سربلند اور سرنگوں کی جاتی ہیں لقحوائے حدیث

بِیَدِہِ الْمِیْزَانُ یَرفَعُ بِہٖ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخِرِیْنَ. (مسلم)

اسی کے ہاتھ میں میزان ہے جس سے وہ کسی قوم کو سربلند کر دیتا ہے اور کسی کو سرنگوں۔

Marfat.com

خلافت میں واجبات رعیت کے اصول دوگانہ کا نقشہ

خلافت میں حلف و فاداری

(9) آسمانی بادشاہت میں حلف وفاداری بصورت طبعی (اِنقیاد) وتسلیم ہے۔ اور خلافت میں اس کا نمونہ ارادی بیعتِ امیر ہے۔ بلحوائے آیہء کریمہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَا یِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ.

(الفتح 10)

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

خلافت میں عملی اطاعت شعاری

آسمانی بادشاہت میں شاہی اطاعت بمعنی عبادت ہے۔

اور خلافت میں بمعنی سمع و طاعت ہے۔ بلحوائے حدیث۔

اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَلو اُمِرَّ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبْشِیٌّ مُحَبَّدٌءِ الْاَطْرَافِ

سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر امیر بنا دیا جائے کوئی حبشی غلام جس کے دست بازو بھی صحیح سالم نہ ہوں بریدہ ہوں۔ یعنی بظاہر حقیر و ذلیل سمجھا گیا ہو۔

پس آسمانی بادشاہت۔ کہ ان نظائر سے جو خلافت میں رکھے گئے ہیں خلافت کے بھی سات ہی اصول وارکان ثابت ہو جاتے ہیں۔

امیر عامہ، قانون سماوی، مجلس شوریٰ، اقامتہ دین، اخوۃ و مساوات، بیعت خالص، سمع و طاعتہ، جس سے واضح ہے کہ خلافت یا اسلامی حکومت کے نام سے صرف وہی حکومت قابل تسلیم ہو سکتی ہے جس میں آسمانی بادشاہت کے یہ ساتوں اصولی نمونے پائے جائیں۔ اور اس کی عمارت کے یہ ہی سات ستون ہوں نہ یوں کہ اس کے کام سے شخصی یا قبائلی یا

Marfat.com

پارٹی اقتدار قائم کیا جائے کہ وہ خلافت نہیں بلکہ خلافت کی ضد ہو گی۔ پس اگر ان اصول کے خلاف یعنی ان کی اضداد پر کسی سلطنت کی تعمیر کھڑی ہو تو وہ کسی طرح بھی اسلامی سلطنت یا خلافت کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتی اسے اسلامی حکومت کہا جانا برعکس نہندِ نام زنگی کافور کا مصداق ہو گا۔

خلافت سے شاہیّت کا رد اور متعلقہ نتائج

ان سات آسمانی اصول کا اسوہ لے کر جب خلافت کا ڈھانچہ تیار کیا جائے گا اور اس میں سات اصول بحیثیت مجموعی استعمال کیے جائیں گے تو ان کی روشنی سے خود بخود اسلامی سلطنت کے ایسے انداز پیدا ہو جائیں گے جو اسے آسمانی بادشاہت اور آسمانی بادشاہت کا سپرد بنا دیں گے اور اس امارت میں سے بعد کی اختراعی حکومتوں اور اصطلاحی سیاستوں کے بہت سے ایسے اصول کی جڑ کٹ جائے گی جنہوں نے نتیجہ کے طور پر انسانوں کو خدائی اختیارات دے کر انسانی برادری کو بداخلاقیوں بداعمالیوں اور باہمی انتشار کا شکار بنایا اور دنیا کے امن وسکون کو بے معنی کر دیا ہے۔

امیر با پابندی قانون کے آثارِ صالحہ

مثلاً اقتدار اعلیٰ یعنی امیر یا خلیفہ کے ساتھ جب میزان اعلیٰ یعنی قانون سماوی کو منسلک کر دیا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس امارت میں کوئی ایسا اختراعی قانون استعمال نہیں کیا جا سکے گا جو انسانی دماغ کی پیداوار ہو کہ انسان کا علم بھی محدود ہے اور اس کی عقل بھی محیط نہیں جو سارے انسانوں کے منافع پر حاوی ہو پھر ساتھ ہی وہ خود غرضی کی تہمت سے متہم بھی ہے کہ قانون سازی میں اپنی اور اپنی قوم کے منافع کو مقدم رکھے گا۔ اس لیے اگر قانون ہی نہ ہو بلکہ محض انسانی منشاء حکمران ہو تو یہ استبداد محض ہے اور اگر قانون ہو مگر خود انسان کا اختراعی ہو تو وہ متہم ہے' جو خود غرضیوں کی تہمت سے بری نہیں ہو سکتا پس وہی قانون معتبر اور سارے انسانوں کے حق میں مفید اور معتبر ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف سے منزل مِن اللہ اور وہ بھی وہ جو آخری قانون ہو جو جامعیت کبریٰ کی روح اپنے اندر لیے

Marfat.com

ہوئے ہو امیر بھی خود اسی کا پابند ہو گا اور رعایا بھی اسی درجہ میں قانون کے تحت میں ہو گی غرض قانون کی نظر میں رائی اور رعایا یکساں رہیں گے اس سے امیر کی مطلق العنانی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ پورے ملک اور رعایا کی بھی۔ کہ حکومت کسی ایک شخص یا کئی اشخاص کی ذاتی منشاء پر چلے پس اگر ساری خلافتی دنیا بجق قانون امیر کے سامنے جواب دہ ہے تو امیر خدا کے قانون کے سامنے جوابدہ ہے جس سے واضح ہے کہ اسلام میں امیر امیر مطلق نہیں بلکہ امیر پابند ہے جو آسمانی قانون کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ جسے کسی حالت میں بھی ذاتی آزادی اور ذاتی منشاء کی مطلق العنانی حاصل نہیں وجہ یہ ہے کہ حکومت فی الحقیقت نام ہے مخفی منشاء کا جس کا مظہر قانون ہوتا ہے۔ یعنی قانون میں فی الحقیقت قانون ساز کا منشاء اور منصوبہ حکم فرما ہوتا ہے اس لیے دوسرے لفظوں میں حکومت فی الحقیقت قانون سازی اور حکم کا نام ہوا۔ اجزائے قانون یا عملدر آمد حکومت نہیں بلکہ یہ عمال حکومت کا کام ہے جو درحقیقت حکومت نہیں بلکہ اطاعت حکومت ہے اس لیے جو قانون ساز ہو گا وہی حقیقتاً حکمران بھی ہو گا خواہ فرد ہو یا قوم اور ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ قانون سازی نہ انسان کا حق ہے نہ وہ اس پر حقیقتاً قدرت ہی رکھتا ہے بلکہ یہ صرف خدا کا حق ہے۔ اس لیے حکم اور حکومت بھی صرف خداوندی حق ہو گا جس میں کسی مخلوق کی ادنیٰ سی بھی شرکت نہیں ہو سکتی اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ چنانچہ قرآن حکیم نے اقتدار اعلیٰ اور قانون اعلیٰ کا ذکر کرتے ہوئے خدا کو اس کی ذاتی یکتائی اور لاشریکی کے ساتھ ساتھ ملک و سلطنت کے بارے میں بھی یکتا اور لاشریک ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ وہ خود اپنی ذات میں لاشریک ہے۔ ارشاد ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے

شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

اقبال

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً ۙ

الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ

Marfat.com

شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ ۔ (الفرقان 1-2)

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی تا کہ وہ تمام دنیا جہاں والوں کے لیے ڈرانے والا ہو ایسی ذات جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں۔

قانون سازی غیر اللہ کا حق نہیں

پس امیر پابند حکم ہے خود حاکم نہیں حکم الٰہی کا مقید ہے مطلق العنان نہیں وہ صرف قانون الٰہی کا منّاد ہے اور نفاذ کنندہ ہے قانون ساز نہیں اس سے قدرتی طور پر قانون ساز اسمبلیوں قانون سازی کی سلیکٹ کمیٹیوں اور انسانی اِقتدار کی علمبردار جماعتوں کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے کہ سارے انسان مل کر بھی علم محیط نہیں رکھتے کہ عالمگیر منافع کا قانون محض اپنے دِل و دماغ سے تیار کر سکیں بلکہ اس میں جگہ جگہ اتنے ہی خلا ہوں گے جتنے خود انسانوں کے علم و عقل میں ہیں پس وہ سلطنت کبھی بھی اسلامی سلطنت نہیں کہی جا سکتی جس میں قانون سازی انسان کا حق تسلیم کی گئی ہو اور اس طرح حکمرانی کا منصب انسانوں کو دیا جا رہا ہو کہ یہ خدا کی صفتِ ملکیت میں بھی شرکت ہے اور اس کی صفتِ علم میں بھی اشتراک ہے جو روح عبدیت کے منافی ہے جس کے لیے انسان دنیا میں بھیجا گیا ہے اور اسی کے ساتھ یہی انسانی حکومت انسان پر ہر فتنہ و فساد کی جڑ بنیاد ہے کیونکہ کوئی انسان بھی دوسرے انسان کی حکومت و فوقیت کو انسانی حیثیت سے تسلیم نہیں کر سکتا کہ انسان انسان سب برابر ہیں۔ اور جبراً تسلیم کرائی جائے گی تو یہیں سے انکار و بغاوت کا فتنہ سر ابھارے گا جس سے فسادات، عداوتیں، سر پھٹول، لعن و طعن، وغیرہ کی حرکات رونما ہوں گی اور ایسی ریاست و حکومت منبع فساد ثابت ہو گی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيۡنَ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَكُمۡ وَتُصَلُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ يُصَلُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ وَشِرَارُ اِئمتكُمُ الَّذِيۡنَ تَبۡغَضُوۡنَهُمۡ وَ يَبۡغَضُوۡنَكُمۡ وَتَلۡعَنُوۡنَهُمۡ وَيَلۡعَنُوۡنَكُمۡ ۔ (مشکوۃ 319)

Marfat.com

تمہارے بہترین امراء وہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرو اور وہ تم سے محبت رکھیں تم ان پر رحمت بھیجو اور وہ تم پر رحمت بھیجیں اور تمہارے بدترین امام و امیر وہ ہیں کہ تمہیں ان سے بغض ہو اور انہیں تم سے بغض ہو تم ان پر لعنت بھیجو وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

پس ایک خدا ہی کی ذات بابرکات ہے جس کی حکمرانی بلا استثنا ساری کائنات تسلیم کرسکتی ہے اور عالم کا سیاسی فساد ختم ہوسکتا ہے سو اسی کو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کردیا ہے۔

امیر باپابندی شوریٰ کا آثار لطیفہ

شوریٰ کی ضرورت

پھر اقتدار اعلیٰ اور میزان کے ساتھ جب ملاء اعلیٰ کا نمونہ یعنی مجلس شوریٰ کو منتھی کر دیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام میں قانون سازی کے لیے تو کسی مجلس کا قیام عمل میں نہیں لایا جاسکتا لیکن قانون فہمی کے لیے مجلس ناگزیر ہے کیونکہ سبب اس امارت میں حکمرانی قانون خداوندی کی ہے اور قانونِ خداوندی انسانی قانون نہیں ہے جسے دس بیس دماغوں نے مل کر بنالیا ہو بلکہ خدائی آئین ہے جو سارے حاکموں کے دماغوں سے بالاتر اور سارے دماغوں کے ہر ہر گوشہ پر محیط ہے اس لیے اس کے جامع احکام میں مناسبِ وقت ہدایات اخذ کرنے میں ایک دماغ کام نہیں کرسکتا تھا۔ کیوں کہ جو قانون سارے دماغوں کے مجموعہ پر حاوی ہونے کے لیے اتارا گیا ہو اس کے مجموعہ پر ایک جزوی اور شخصی دماغ حاوی کیسے ہوسکتا تھا اس لیے امیر اور قانون سماوی کے ساتھ مجلس شوریٰ لازم کی گئی۔

شوریٰ کا فریضہ منصبی

پس شوریٰ کا اہم اور بنیادی کام یہ ہے کہ امیر کو نہ قانون سماوی سے باہر جانے دے اور نہ قانون کے اندر غلط روی اختیار کرنے دے اس لیے اسلام میں امیر کو مجلس شوریٰ کا پابند بنایا گیا یعنی احکام کی تنقیح و تحقیق اور تدابیرِ نفاذ۔ تدابیرِ تحفظ ملک و ملت۔ تدابیرِ

Marfat.com

دفاع و جنگ اندرونی اور بیرونی واقعات و حالات کے مناسب مسائل و احکام کا انتخاب و تعین وقت کے مناسب کلی احکام سے جزئیاتِ عمل کا استنباط و جزئیاتِ مسائل پر بتقاضائے وقت قیاس اور حکم کا تعدیہ وغیرہ جیسے اہم امور میں امیر کے لیے استشہاد و مشورہ لازم قرار دے کر امارت کا بنیادی جزو بنا دیا گیا ہے پس اسلام میں امارت مطلقہ نہیں بلکہ امارت شورائیہ ہے۔

ڈکٹیٹر شب اور استبداد کی نفی

نیز اقتدار اعلیٰ کے ساتھ ملاء اعلیٰ یعنی امیر کے ساتھ مجلس شوریٰ کا جوڑ لگا دینے سے ایک طرف تو شخصی سلطنت اور استبداد کی جڑ کٹ جاتی ہے اور ڈکٹیٹر شب کسی نہج سے بھی اسلامی چیز قرار نہیں پاتی ساتھ ہی موروثیت اور خاندانی گدی نشینی کی بھی جڑ نکل جاتی ہے اور امیر صالح کا انتخاب اساسی چیز قرار پا جاتا ہے۔

خلافت سے خاندانی مورثیت کی نفی

نیز اہل حل و عقد کے لیے مجلس شوریٰ کا سب سے اہم اور نازک فریضہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ بیدار مغزی اور اعلیٰ ترین فکر و نظر سے ایسی موزوں شخصیت کا انتخاب کریں جو دنیائے خلافت کی سرداری کے لیے اہل اور اصلح ہو۔

پس جس سلطنت کی عمارت ڈکٹیٹر شب پر کھڑی ہو یا جس کا بنیادی اصول صلاح و رشد سے قطع نظر کر کے محض خاندانیت اور حکومت کی موروثیت ہو تو یقیناً یہ کوئی شرعی اور اسلامی اصول نہ ہو گا اور نہ ایسی موروثی حکومت جس میں ذاتی قابلیت سے قطع نظر کر لی گئی ہو اسلامی رنگ کی حکومت قرار پا سکتی ہے۔

امیر اور حق فیصلہ

ہاں پھر باوجود امیر کے پابند مشورہ کر دیے جانے اور بغیر مشورہ قدم نہ اٹھانے کے مُرجّع الامر اور مطائع خلائق خلیفہ و امیر ہی کو قرار دیا گیا ہے یعنی امور مشورہ طلب میں بعد مشورہ فیصلہ کرنا امیر کا کام ہو گا نہ کہ شوریٰ کا۔ کیونکہ جیسے تجویز حکم نام ہے حکومت کا ایسے ہی حکم کی شقوق و جوانب میں انتخاب و ترجیح نام ہے خلافت و امارت کا اگر یہ ترجیح و انتخاب

Marfat.com

بھی شوریٰ ہی کا کام ہو تو ہر رائے دہندہ اپنی ہی رائے کو مُرجّح قرار دے گا اور اس ترجیح کے اختلاف کے لیے پھر کسی مُرجّح کی ضرورت پیدا ہو جائے گی اور تسلسل کی سی صورت بن جائے گی۔ پس جو مبتلائے اختلاف آ رہا ہے وہ خود مُرجّح آرا نہیں ہونا چاہیے اگر یہ ادارہ (شوریٰ) خود ہی قوت فیصلہ کا بھی مالک ہوتا تو وہ اختلاف آرائی میں مبتلا ہی کیوں ہوتا۔ اختلافِ رائے خود ہی عدم فیصلہ کی دلیل ہے پس جو فیصلہ نہیں کر سکتا اسے فَیصل کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

غرض مبتلائے اختلاف معالج، اختلاف نہیں ہو سکتا اس لیے حدودِ دلائل میں رہ کر فیصلہ و ترجیح امیر کے ہاتھ میں ہونا ناگزیر تھا نہ کہ شوریٰ کے ہاتھ میں۔ نیز جو حکم میں مشورہ لے گا وہی مشورہ قبول بھی کرے گا اور یکدم دو متضاد مشوروں کا قبول کرنا ناممکن ہے اس لیے عقلاً بھی قبول کنندہ کو ترجیح و انتخاب رائے کا بھی حق ہونا چاہیے پس یہ امیر ہی کا کام ہو گا کہ وہ مشوروں کی شقوق و جوانب میں سے موزوں ترین جانب اور اصلح ترین شق کا انتخاب کرے۔

کثرت رائے اور قوت رائے

اس سے کثرۃِ رائے کو فیصلہ کا بنیادی اصول قرار دے دیئے جانے کی جڑ کٹ جاتی ہے یعنی امیر منتخب شوریٰ کی آرا میں رائے شماری کر کے اکثریت و اقلیت کا پابند نہ ہو گا بلکہ قوۃِ دلیل کا پابند ہو گا پس قوتِ دلیل اساسی چیز ہو گی۔ نہ کثرت رائے کہ زیادہ افراد کا کسی ایک جانب آ جانا اسلام میں حق و باطل کے فیصلہ کے لیے کوئی بنیادی حیثیت نہیں رکھتا اس لیے فی نفسہٖ اکثریت کو اسلامی قانون (قرآن حکیم) نے کوئی بھی وقعت نہ دیتے ہوئے حد درجہ غیر اہم ٹھہرایا ہے اور دین و ملک اور دیانت و سیاست کے تمام ہی دائروں میں نفس اکثریت کی بے وقعتی اور بے اعتباری کھلے لفظوں میں ظاہر کی ہے۔ قرآن حکیم نے ایک سے زائد جگہوں میں فرمایا۔

کثرت رائے کی بے وزنی

وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّا لَايُؤْمِنُوْنَ

Marfat.com

وَاَکْثَرُھُمْ لَایَعْقِلُوْنَ. وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ ھُمْ لِلْحَقِّ کَارِھُوْنَ وَ اِنَّ اَکْثَرَ ھُمْ فَاسِقُوْنَ . وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُ ھُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا وَ اِنْ کَثِیْراً مِّنَ النَّاِ عَنْ اٰیَاتِنَا لَغَافِلُوْنَ .

اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو لیکن اکثر آدم ایمان نہیں لاتے۔ اور ان میں سے اکثر آدمی نہیں سمجھتے اور لیکن اکثر آدمی علم نہیں رکھتے لیکن ان میں زیادہ جہالت کی باتیں کرتے ہیں اور ان میں اکثر آدمی حق بات سے نفرت کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ اور ان میں سے اکثر صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں یا نصیحتوں سے غافل ہیں۔

وَمَا وَجَدَ فَالِاَ کْثَرَ ھُمْ مِّنْ عَھْدِ وَ اَکْثَرَھُمْ کَاذِبُوْنَ .

اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَھُمْ اَکْثَرَ الْاَوَّلِیْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ .

اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔

وَکَثِیْرُ حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ . (البقرہ 245)

Marfat.com

اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے۔ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئیں ہیں۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِيْنَ قُلْ لَا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۔ (التوبہ 25)

اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر ہو گیا تھا وہ اکثرت کچھ تمہارے کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فرانی اور وسعت کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ فرمایا دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۔

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں اور وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

پس قرآن نے دنیا کی اکثریت سے ایمان کی نفی کی ہے عقل کی نفی کی، علم کی نفی کی۔ محبت حق کی نفی کی۔ تحقیق حق کی نفی کی۔ محبتِ حق و بیداری اور فہم سلیم کی نفی کی۔ وفا عہد کی نفی کی۔ ہدایت کی، ثواب آخرت اور جنتی ہونے کی نفی کی۔ جہاد میں اکثریت کے گھمنڈ پر فتح ونصرت کی نفی کی۔ استعمالی اشیاء میں اکثریت سے حلال وطیب ہونے کی نفی کی گویا واضح کر دیا کہ دنیا میں ہر دائرہ کی اکثریت معیار حق تو کیا ہوتی مرکز باطل ہے۔ کیوں کہ بلحاظ واقعہ دنیا کی اکثریت، حماقت، جہالت، کراہتِ حق، اٹکل کی پیروی، غفلت، بدعہدی، ضلالت، عذاب اخروی، جہنم رسیدگی، شکست خوردگی وغیرہ کا شکار ہے۔ اس سے محض عددی

Marfat.com

اکثریت اسلامی اصول پر کیا قابل وقعت قرار پاسکتی تھی۔ کہ اسے حقوق کے لیے فیصلہ کن اصول تسلیم کیا جاتا اور امیر کو اس کا پابند کر دیا جاتا۔

کثرۃ رائے کہاں اور کس شرط سے معتبر ہے۔

البتہ کثرۃ رائے کی شرعی حیثیت قطع نزاع سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی جب کہ مسئلہ ذوجہتین ہو اور اس کی جانبین مباح اور کسی نہ کسی جہت سے جواز کا پہلو رکھتی ہوں تو کثرت رائے کو ایک جانب سے ترجیح دی جاسکتی ہے بشرطیکہ یہ اکثریت اہل دیانت کی ہو ورنہ خائنوں یا بے احتیاط افراد کی اکثریت کے مقابلہ میں بلاشبہ ان افراد کی اقلیت قابل ترجیح ہو گی جس کی دیانت و امانت مسلم اور جن کا فہم و ذوقِ سلیم معروف ہو۔ ساتھ ہی یہ ترجیح تعیین منصوصات میں مخل نہ ہو اور محدثات کے لیے معین نہ ہو۔ نیز اس کی پاس کردہ جانب پر اتنا زور بھی نہ دیا جائے کہ جانب مخالف قابل ملامت قرار پا جائے۔ یعنی اس جائز الفعل و الترک امر میں اگر جانب فعل کثرتِ رائے سے ترجیح پا جائے تو ترک فعل کی جانب کو مکروہ و ممنوع نہ ٹھہرایا جائے اور جانب ترک مرجح قرار پائے تو فعل کی جانب قابل نکسیر فکر و ملامت نہ سمجھی جائے۔ کہ اس کے بغیر وہ امر امرِ مباح نہیں رہ سکتا بلکہ اباحہ کی حدود سے نکل کر یا حد واجب میں آ جائے گا یا حد حرام میں اور ظاہر ہے کہ کسی مباح کو رائے سے خواہ وہ اکثریت کی ہو یا اقلیت کی واجب و حرام بنانا شارع کے سوا کسی کا بھی حق نہیں اور کہا جائے گا تو بھی وہ ابتداع و بدعت ہوگا۔ جس کی مذمت سے شریعت بھری پڑی ہے نیز یہ مرّجح اکثریت بھی عوام کی معتبر نہیں بلکہ ان اہل محکم و فضل کی جنہیں ذوق تشریع اور حکمت شریعت سے حصہ ملا ہے' ورنہ عوام الناس کی رضا اگر کلیۃً بھی کسی مسئلہ میں پیدا ہو جائے تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی بہرحال اکثریت قاطع نزاع بن سکتی ہے جب کہ مباحات میں ہو اہل علم و فضل کی ہو اور پھر وہ حدود میں بھی رہے اتنی قیود کے ساتھ مباحات کی جوانب کا تعین اجتماعی حیثیت سے ہوسکتا ہے۔ پس منصوصات فرائض واجبات سنن مستحبات مکروہات' محرّمات اور لاینبغیات وغیرہ بھی کثرۃِ رائے کے اصول کے نیچے نہیں آتے پھر مباحات

Marfat.com

بفیصلہ عوام بھی اکثریت میں نہیں آتے۔ نیز ترجیح مباحات خارج از حدود اباحتہ بھی اکثریت کے تحت میں نہیں آتے اس لیے کثرۃ رائے کا دائرہ ان حدود و قیود اور متعدد شرائط کی بناء پر کافی تنگ ہو جاتا ہے جس میں عوام الناس یا رسمی کمیٹیوں کے طمع کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

پھر ساری شروط بھی جمع ہو جائیں مگر معاملہ ہو حقوق کا تو اس میں محض عددی اکثریت کوئی حجت کی شان نہیں رکھتی جب تک کہ قواعد شرعیہ اس کی مساعدت نہ کریں پس اصل فیصلہ قواعد شرعیہ پر ہوگا نہ کہ اکثریت کے عدد کے جمع ہو جانے پر اندریں صورت امیر کو مطلقاً اس عددی اکثریت کا تابع اور محکوم قرار دیا جانا بلاشبہ قواعد شرعیہ کے خلاف ہے کیونکہ اکثریت محض قطع نزاع کا درجہ رکھتی ہے نہ کہ حجت کا اور ظاہر ہے حقیقی طور پر قطع نزاع کا رتبہ اس سے بڑھ کر امیر کو حاصل ہے ورنہ امیر کی حاجت ہی نہ تھی اس لیے امیر محکومِ اکثریت نہیں ہوسکتا ورنہ مغلّبِ موضوع ہو جائیگا اور امیر کی یہ محکومیت آمریت شوریٰ اور مجبوریت امیر پر منتج ہوگی جس کا حاصل لامرکزیت وفوضویت (لَاتَفْوِیضِیَّتْ) ہوگا اور یہ بھی قلب موضوع ہے۔

بہرحال امارت بلاشوریٰ استبداد اور آمریّت ہے اور شوریٰ بلا امیر فوضویت اور لامرکزیت ہے اسلام نے اپنی کمال جامعیت و اعتدال نوازی سے شخصیت و جمہوریت کو جمع کرتے ہوئے امیر مطاع رکھ کر تو لامرکزیت کو ختم کر دیا تاکہ خلافت الٰہی تشتّتِ اہواء اور مداخلت عوام سے محفوظ رہے اور بااثر شوریٰ رکھ کر امیر کے استبداد اور مطلق العنانی کو توڑ دیا ہے تاکہ انفرادیت اور شخصی جذبات کا شکار پوری امت نہ بن جائے پس اسلامی حکومت میں شخصیت بھی ہے اور جمہوریت بھی۔ نہ شخصیت جمہوریت سے مستغنی ہے اور نہ جمہوریت شخصیت سے بے نیاز ہے اسلام نے شخصیت و جمہوریت کے اس حکیمانہ امتزاج سے دونوں کے انفرادی مفاسد سے تو امارت کو بچا لیا ہے اور دونوں کے اجتماعی منافع سے اسے مالا مال کر دیا ہے نہ رسمی جمہوریت کی افراط باقی رکھی نہ موروثی شخصیت کی تفریط قائم رکھی بلکہ امارت شورائیہ میں حقیقی اعتدال و جامعیت پیدا کر کے اسے کامل ہیئت اِدارہ عطا کر دی ہے

Marfat.com

جو اسلام ہی کی عالمگیر شان ہو سکتی تھی پس اسلام میں امیر محتاج مشورہ بھی ہے اور صاحب عزم بھی ہے یعنی اس کی احتیاج ہے تا کہ وہ مغرور نہ ہو جائے اور اس کے استقلال کا پہلو بھی قائم ہے تا کہ وہ ضعیف نہ ہو جائے کہ تنفیذ احکام میں رکاوٹ ہونے لگے ان دونوں مقاموں کو قرآن نے جمع فرما کر اعلان کیا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ.

(الِ عمران 159)

اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔

امیر بامقصد خلافت کے آثار طیبہ

پھر اقتدار اعلیٰ قانون اعلیٰ اور ملاء اعلیٰ یعنی امیر عامہ قانون سماوی اور مجلس شوریٰ کے ساتھ مقصد اعلیٰ یعنی تربیت خلق اللہ کا نصب العین شامل کر دینے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کا نصب العین نہ استعمار ہے نہ دنیا کی قوموں کا سا اِستبعاد (غلام سازی) نہ تکثیرِ دولت ہے نہ جوع الارض نہ تجارت وانتداب ہے نہ روٹی نہ کرسی نہ قوی وضعیف کے گروہ بنا کر انہیں آپس میں لڑانا اور حکومت کرنا بلکہ صرف ایک ہی نصب العین ہے جس کا حاصل تہذیب نفس تربیتِ خلق اللہ تزکیہء قلوب اور تکمیلِ خلق وعمل ہے یعنی عالم میں شائستگی پھیلانا اور بھٹکی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لا کر خدائے واحد کی بندگی سکھلانا ہے تا کہ دنیا میں نیکی ابھر کر رہے۔ اور بدی پست ہو کر رہے اور ہر انسان کامل ومکمل انسان بن کر خلافت ربانی کا اہل بن جائے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے پس جو غرض تخلیقِ آدم کی ہے یعنی طاعت وعبودیت کے راستہ سے انسانیت کی تکمیل کرنا وہی غرض وغائت ہے خلافت کی گویا خلافت مقصد تخلیق کو عملاً پورا کرنے کے لیے لائی گئی ہے اس لیے خلافت کے سب سے نمایاں اور سربرآوردہ فرد یعنی امیر المومنین کو امام الصلوٰۃ' امام حج امام جہاد' امام زکوٰۃ اور بالفاظ مختصر امامِ عبادت بنایا گیا ہے تا کہ امیر امارت کی طاعت سے انسانوں کی تہذیبِ نفس

Marfat.com

اور عبودیت کی حفاظت کرے اور انہیں راہ عبودیت پر ڈالے۔

مقصدِ خلافت تکمیلِ مادیت نہیں

اس سے خالص مادی ترقیات یعنی روحانیت سے کٹ کر مادیات میں گم ہو جانے کو سلطنت کا نصب العین بنا لینے کی جڑ کٹ جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں مادیات محض وسائل کا درجہ رکھتے ہیں جنہیں مقاصد کے لیے بقدر ضرورت اور حسب ضرورت اختیار کیا جاتا ہے اس لیے اسلامی حکومت کو مادیات اور نفسانیات کی لائن اختیار کرنے سے کلیۃً تو نہیں روکا جائے گا البتہ اسی کو مقصد حکومت بنا لینے اور صرف اس میں منہمک ہونے سے ضرور روکا جائے گا۔

خلافت میں روٹی اور معاشی مسئلہ کا حل

مادیات میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ روٹی کا مسئلہ اور نفسانیات میں سب سے اونچا مسئلہ جاہ و منزلت کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی خلافت نے ان دونوں امور کو کوئی مسئلہ یا موضوع ہی قرار نہیں دیا۔ بلکہ بہت ہی غیر اہم بنا کر مگر پختہ اور متین اصولوں سے اس کا حل کر دیا ہے۔ جاہ کے مسئلہ کو ذوق انکسار و تواضع اور عبدیت سے حل کیا ہے اور روٹی یا معاش کے مسئلہ کو ذوق کسب اور استغناء و توکل سے حل کیا ہے گویا یہ جتلایا ہے کہ یہ امور مسئلہ اور موضوع بننے کے قابل نہیں ہیں کہ انہیں مقصد زندگی ٹھہرا لیا جائے اور جب کہ موضوعِ خلافت مقصدِ زندگی کی تکمیل ہے تو روٹی اور جاہ کا مسئلہ موضوع خلافت اور اس کی غرض و غایت بھی کبھی نہیں بن سکتا تاہم خلافت نے اسے پھر بھی بسہولت اس لیے حل کر دیا ہے تاکہ خلافت کی رعایا معاش اور تخیلات و وساوس میں الجھے بغیر بے فکری کے ساتھ فرائضِ عبودیت انجام دے سکے۔

آج کی دنیا معاشی مسائل کی الجھنوں میں بے طرح پھنسی ہوئی ہے اور روٹی کا مسئلہ عموماً حکومتوں کا اساسی اور بنیادی مقصد بن چکا ہے انسان نے اپنی رزاقی خود اپنے ذمہ لے لی ہے اور حقیقی رزاق سے استغنا اور بے تعلقی نے انتہا کو پہنچا دی ہے آج کا ہر فردِ بشر

Marfat.com

اور ہر حکومت غلطاں و پیچاں ہے کہ انسانوں کو خوراک اور غذا کس طرح بہم پہنچائی جائے کہ لوگ بھوکے ننگے نہ رہیں لیکن بالغ نظر افراد کی تگ و دو سے اس مسئلہ کا صحیح حل ابھی تک تلاش نہیں کیا جا سکا اور روز روز یہی پیچیدہ اور ناقابل حل ہوتا جا رہا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ حل موقوف ہے۔ دولت کی صحیح تقسیم پر کہ نہ اس میں افراط ہو۔ نہ تفریط یعنی نہ یہ صورت ہو کہ وہ ہر طرف سے کھنچ کر کسی ایک ہی طبقہ میں سمٹ آئے جسے سرمایہ داری کہتے ہیں۔ اور نہ یہ ہو کہ ایک طرف سے اس کے سارے سوت بند ہو کر وہ ایک طبقہ سے غیر معمولی طور پر ختم ہو جائے جسے مزدوری کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ فی زمانہ دولت کی اس غیر معتدل تقسیم نے ایک کنارہ پر سرمایہ دار اور دوسرے کنارہ پر مزدور کو کھڑا کر دیا ہے اور درمیان کا اعتدالی نقطہ خالی رہ گیا۔ کہ اس پر کوئی بھی کھڑا ہوا نہیں ہے اس لیے قدرتی طور پر ان دونوں طبقوں میں جنگ جاری ہے کہ افراط و تفریط میں تصادم اور کشمکش قدرتی ہے۔ یہ صرف نقطہ اعتدال ہی میں ہے کہ جس میں دونوں کنارے جمع ہو جاتے ہیں اور اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔

دنیوی سلطنتیں معاش کا مسئلہ حل نہیں کر سکتیں

اس جنگ کو ختم کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ سرمایہ داری کو جبراً ختم کر دیا جائے اور سب کو مزدوروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا جائے تاکہ معاشی مساواۃ پیدا ہو جائے لیکن اس میں طبعی طور پر سرمایہ دار طبقہ میں غم و غصہ پیدا ہو جانا ناگزیر ہے۔ کیونکہ جس طبقہ میں آگے بڑھنے کی صلاحیت ہو خواہ کسی بھی میدان کی ہو جب بھی اسے جبراً اس سے روک دیا جائے گا یا اس کی صلاحیت کا ثمرہ جبراً اس سے چھین کر دوسرے کو دے دیا جائے گا۔ تو اس میں غم و غصہ کا پیدا ہو جانا امر طبعی ہے جس کا نتیجہ ذہنی جنگ کا آغاز اور طبقاتی علاج نہ ہوا بلکہ مرض کی پرورش ہوئی دوسری صورت یہ ہے کہ مزدوروں کو سرمایہ داروں کی صف میں لے آیا جائے اور کوئی مزدور ہی دنیا میں باقی نہ رہے سب سرمایہ دار ہی ہو جائیں۔ اور اس طرح معاشی مساواۃ پیدا کی جائے اس میں مزدور کے لیے غم و غصہ کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی لیکن یہ سرمایہ دار کا زوال ہے کیونکہ جن کارخانوں سے سرمایہ نکلتا ہے

Marfat.com

ان کی بقاء و زندگی مزدور سے ہے۔ جب مزدور نہیں تو کاروبار بھی نہیں تو مال اور سرمایہ داری نہیں اور سرمایہ نہیں تو حکومت بھی نہیں۔ تو یہ علاج نہ ہوا بلکہ تعمیل مرض ہوئی اور موت کو دعوت مگر اس وقت دنیا میں یہی دو علاج جاری ہیں ایک روس کی طرف سے اور ایک امریکہ کی طرف سے لیکن جوں جوں ان مداوا پر زور دیا جا رہا ہے (توں) توں مریض کی حالت بگڑتی جاتی ہے اور مریض جان بلب ہوتا جا رہا ہے۔

هرچه کروند از علاج و از دوا
مرض افزوں گشت و حالت ناروا [1]

تیسری صورت یہ ہے کہ جنگ کے ان دونوں مقاموں کو چھوڑ دیا جائے یعنی نہ سرمایہ داری کی افراط رہے نہ مزدوری کی تفریط بلکہ ان دونوں کو درمیان کے اس معتدل نقطہ پر لا کر جمع کر دیا جائے جو اب تک خالی پڑا ہوا تھا تا کہ سرمایہ داری اور مزدوری خلط ملط ہو کر ایک درمیانی اور بین بین شکل پیدا ہو جائے جس کا حاصل یہ ہو کہ طبقاتی تقسیم ہی سرمایہ کے معیار سے باقی نہ رہے کہ ایک سرمایہ دار ہو۔ اور ایک فاقہ مست بلکہ سب کے سب طبعی فرقِ مراتب کے ساتھ ایک حد تک محنتی اور مزدور بھی ہوں تا کہ معاش میں فی الجملہ یکسانی اور مساواۃ کا رنگ پیدا ہو جائے کیونکہ اصول یہی ہے کہ جب طبقات میں کوئی غیر طبعی معیار وجہ جنگ بن جائے تو اسے باقی رکھ کر اصلاح کی بے ثمر سعی کرنے کے بجائے لڑنے والوں کے سامنے سے وہ معیار ہٹا دیا جائے اور کوئی دوسرا طبعی معیار سامنے رکھ دیا جائے یہی خاتمۂ جنگ کا ذریعہ بن سکتا ہے اور وہ بھی خالص جبری انداز سے نہیں کہ یہ تو دوسری جنگ کا آغاز ہو جائے گا بلکہ سیاست و اخلاق کی مجموعی طاقت سے تا کہ نہ کسی طبقہ کی خوش دلی مٹنے پائے اور نہ دوسرے طبقہ میں بے چینی پیدا ہونے پائے۔

دوسرے لفظوں میں اس کا حاصل یہ ہے کہ تقسیم دولت یا معاشی مساوات کے

1 یہ اقتباس جس تالیف سے اخذ کیا گیا ہے۔ وہ تالیف 1918ء میں لکھی گئی تھی اور 1963ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ لیکن 2003ء میں روس کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور امریکہ پوری دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اس کا اس وقت کوئی مدِ مقابل نہیں۔ آج ماہ فروری 2003ء میں وہ عراق پر اپنی حکومت کرنے کا خواہاں ہے۔ اس لئے عراق کے لئے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ 9-2-2003 جیبی 20 مارچ کو امریکہ نے عراق پر حملہ کر دیا

Marfat.com

جذبہ میں نہ تو انفرادی ملکیت کا اصول مٹایا جائے اور نہ اس حدِ افرادِتک وسیع میدان دیا جائے کہ جن ذہنیتوں میں آگے بڑھنے کی صلاحیتیں ہیں وہ اُونچے اُوڑنے لگیں اور جن میں صلاحیت نہیں ہے وہ دوسروں کی صلاحیت سے انتفاع کے خوگر ہو کر ابدی غلام بن جائیں اور اس طرح حق تلفیوں اور بے چارعاتیوں کی مضرت سے قوم محفوظ رہے۔

خلافت نے کس طرح روٹی کے مسئلہ کا حل کیا

اس کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ اس نے مالیات کو جمع کے اصول پر قائم نہیں کیا بلکہ تفریق کے اصول پر قائم کیا ہے ارشادِ نبوی ہے۔

اَلدُّنیَا مَنْ لَّا دَارَلَه' لَهَا یَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقَلَ کَه'.

دنیا گھرانہ اس کا ہے جس کے لیے گھر ہی نہیں اور اسے جمع وہ کرے گا جسے عقل نہیں۔

زکوٰۃ وصدقات

اس اصول کی روح سے اُس نے مالِ تجارت پر سال بھر میں چالیسواں حصہ واجب الادا ٹھہرایا جو غربا کا حق ہے نقد ہو تو اس کا چالیسواں حصہ مویشی ہوں تو چالیس بکریوں پر مثلاً ایک بکری واجب التقسیم ہے اونٹوں میں کم از کم پانچ پر ایک بکری غریبوں کا حق ہے۔ اس طرح دوسرے جانوروں میں بھی حسب حساب حصے قائم فرما دیئے زمینوں کی پیداوار پر عشر قائم فرما دیا تاکہ کھیتی کا یہ دسواں حصہ غریبوں کا حصہ قرار پائے۔

فریق خزانہ اور دفینہ

اگر خزانہ ہاتھ لگ جائے تو خمس یعنی پانچواں حصہ واجب الاداء قرار دیا پھر سال بھر میں زکوٰۃ کے علاوہ ہر عید فطر کے موقعہ پر صدقہ فطر واجب الادا قرار دیا۔

فطرہ قربانی

ہر عید قرباں کے موقعہ پر صاحب استطاعت پر قربانی واجب ٹھہرائی اور اس میں بھی دوسروں کا حق رکھا۔ غرض اس طرح زمین' مال اور جانوروں سے دولت کا ایک حصہ قانوناً غریبوں کے لیے حاصل کرلیا جاتا ہے۔

Marfat.com

کفارات

پھر کفارات کے صدقے قائم کیے جیسے روزہ رمضان قصداً توڑ دیا تو کفارہ صیام۔ بیوی کو کوئی کلمہ خلاف شان زوجیت بول دیا تو کفارہ ظہار قسم کھا کر توڑ دی تو کفارۂ یمین نمازیں رہ گئیں اور مر گیا تو کفارہ صلوٰۃ اور ان سب کفارات کا فائدہ صرف غرباء ہی کے حق میں رکھا گیا ہے کہ انہیں ہی یہ مالِ کفارہ دیا جائے گا۔ اس طرح یہ مال بھی قانوناً لے لیا جاتا ہے گو اس کا سبب وجوب خود اپنا اختیاری ہے۔ بہرحال مال کا کچھ حصہ ان حوادث کے سبب منقسم ہو جاتا ہے جو عادتاً لوگوں میں پیش آتے رہتے ہیں۔

نذر اور منت

نذر اور منت اگر مالی اس کا فائدہ پھر غرباء ہی کو ہوتا ہے حج کے موقعہ پر قربانیوں کی مختلف انواع ہیں جو کہ بحالات مختلف واجب ہوتی ہیں وہ صرف غرباء ہی کے مفاد پر منتج ہوتی ہیں۔

مالیات میں مذہبیت کا رنگ

پھر صدقات واجبہ کے علاوہ صدقات نافلہ کی ترغیبیں اس کثرۃ سے شریعت میں دی گئیں کہ آدمی ثواب آخرت کی طمع میں مالی طمع کی طرف کوئی ادنیٰ دھیان بھی نہیں لا سکتا بلکہ ہر ہر موقع پر راہِ خدا میں خرچ کرنے کا دل سے خواہش مند اور منتظر رہتا ہے۔ جس سے قومی طور پر اس قوم میں سخاوت کی محبت اور بخل سے نفرت قائم ہو جاتی ہے صدقات نافلہ کے علاوہ عام مالی خدمات کے سلسلہ میں عزیز و اقرباء کے حقوق بھی بتلائے گئے ہیں۔ خدمت بیوگان، خدمت یتامیٰ و مساکین اور صلہ رحم و عمل واجبات انسانی میں سے ٹھہرائے گئے ہیں۔

حق پڑوس

پھر مطلقاً پڑوسیوں کے حقوق اس قدر رکھے کہ بس میراث میں تو شریک نہیں فرمایا لیکن اہلِ بیت کے قریب قریب ہی انہیں پہنچا دیا گیا ہے اور ان سے بے پرواہی

Marfat.com

برتنے پر آفات دنیا و عقبیٰ کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔

قومی چندے

پھر اجتماعی اور قومی خدمات اور چندے وغیرہ ان کے علاوہ ہیں جن کی ترغیبوں سے آیات و روایات بھری ہوئی ہیں۔

وقف

پھر اصل مال کو باقی رکھ کر اس کے منافع کو عام کر دینے کو صورت وقف کے نام سے کی کہ دوامی طور پر زمین و مکان وغیرہ کا عین تو باقی رہے، مگر منافع عام ہو جائیں تا کہ پوری دنیا اس سے نفع اٹھائے۔

منافع عامہ

پھر اگر کوئی وقف نہ کرے تو بہت سے اموال منافع عامہ کے لیے خود شریعت نے قانونی طور پر غیر مملوکہ قرار دے دیے جیسے سمندر کے ذخیرہ پہاڑ اور پہاڑی جنگلات اور لکڑی وغیرہ کے ذخیرے معدنیات اور نمک وغیرہ فنا شہر اور اردگرد کے میدان اور ان کی گھانس پھونس وغیرہ میں عام غرباء اور اہل حاجات کا حق رکھا جس سے شہر کے سب باشندے فائدہ اٹھا سکتے ہیں غرض ایک دائرہ میں انفرادی ملک ہی باقی نہیں رکھی ایک میں رکھی تو اسے اجتماعی ایک مِلک بنا دینے کی راہ وقف کی صورت سے پیدا کر دی اور جہاں شخصی ملک قائم ہی رکھی تو اسے اخلاقی رنگ سے قلیل در قلیل کر دیا کہ وہ نہ ہونے کے حکم میں رہ گئی۔

سخاوت آفریں فضاء وغناء

پھر اتنے طویل حقوق کا میدان وسیع کر کے ایک اخلاقی فضاء ایسی قائم فرمائی کہ اپنا محبوب مال اس طرح غربا پر لٹانا طبائع پر سرے سے شاق ہی نہ رہے۔ بلکہ انتہائی خوشدلی سے بصدطوع درغبت آدمی ان اخراجات کا منتظر بیٹھا رہے اور وہ یہ کہ جگہ جگہ قرآن وحدیث میں پوری دنیا کو قلیل کہا۔ پوری دنیا کولہو ولعب بتلایا پوری دنیا کو متاع غرور اور دھوکہ کی ٹٹی بتلایا پوری دنیا کو لذتِ فانی اور ناپائیدار بتلایا کہ نہ یہاں کی راحت کو قرار ہے نہ

Marfat.com

مصیبت کو ثبات۔ اس کے بالمقابل آخرت کی ذلتوں کو دائمی اور ابدی بتلایا۔ کامل و مکمل بتلایا کہ جن میں کوئی نقص اور خلل نہیں غرض دنیا کی طرف سے تو انتہائی بے رغبتی اور بے وقعتی دلوں میں جمادی اور آخرت کی بے انتہا محبت قلوب میں قائم کر دی اور ساتھ ہی دنیا کے خرچ کرنے پر آخرت کی تعمیر بتلائی تو اس سے قدرتی طور پر ایک مسلم کے دل میں مال و دولت کی اس اہمیت ہی باقی نہیں رہتی کہ وہ اس کی تحصیل و تکمیل کو مقصد زندگی قرار دے لے یا غریبوں کے مالی حقوق ادا کرنے میں کسی درجہ کا بھی پس و پیش دل میں لائے بلکہ اُسے فنا کرنے اور مٹانے کے جذبات سے دل بھرپور ہو جاتا ہے اور رکھنے سے زیادہ خرچ کرنے اور غریبوں میں بانٹنے ہی کو آدمی اپنی انتہائی مراد اور کامیابی سمجھنے لگتا ہے۔

میراث اور تقسیم ترکہ

پھر ان ترغیبوں کے ذریعہ غرباء پروری اور فی سبیل اللہ خرچ کرتے رہنے کے باوجود اگر دولت بچ جاتی ہے اور مرتے دم تک آدمی کے پاس رہ کر اس کے مرنے پر بطور ترکہ کے رہ جائے تو اسے میراث کے ذریعہ تقسیم کرا دیا گیا ہے اور وہ پھر منتشر ہو جاتی ہے۔ یعنی اسلام ارتکاز زر کی نفی کرتا ہے۔

توازن طبقات

غرض مالیات میں اسلام نے جمع کا اصول نہیں رکھا بلکہ تفریق و تقسیم کا اصول قائم کیا ہے کہ ایک کے پاس جمع نہ ہونے پائے کہ سرمایہ دار نام پائے اور سرمایہ داروں کا کوئی جتھہ بن کر ایک مستقل طبقہ کہلائے۔ جس کے بننے سے قدرتی طور پر غیر سرمایہ دار مزدور بھی ایک طبقہ کی صورت اختیار کرے اور اس طرح یہ دو متضاد طبقے آپس میں دست و گریباں نہ ہوں پس غرباء کی پرورش اور اغنیاء کے انکسار کا ایک راستہ ڈال دیا گیا ہے کہ سرمایہ داری اور مزدوری کوئی مسئلہ اور موضوع بھی نہ بننے پائے اور طبعی طور پر امرا و خواہی نخواہی جبری و اختیاری اور سیاسی اور اخلاقی ہر رنگ سے غریب پروری میں منہمک رہیں اور اسے اپنی سعادت سمجھتے رہیں اور اس طرح غریب و امیر کے طبقات کا صحیح توازن قائم رہے۔

Marfat.com

سرمایہ داری اور ناداری کی تعدیل (اعتدال)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام نے جبراً تو سرمایہ داری ختم نہیں کی نہ انفرادی اور شخصی ملک کو مٹایا اور نہ ہی کسب مال سے کسی کو روکا لیکن سرمایہ دار کو سرمایہ داری سے نہ روکنے کے باوجود اخلاقی رنگ سے غریب کی تحقیر اور سرمایہ داری کا تخم بھی باقی نہیں چھوڑا یعنی سرمایہ دار کا سرمایہ بطوع و رغبت اس کے ہاتھ سے نکلوالیا۔ ادھر غریب کو محنت اور مزدوری سے نہ روکتے ہوئے محنت و مشقت کی طرف توجہ دلائی۔ اور پوری ترغیب دی مگر اسی اخلاقی رنگ سے رشک و حسد اور امیر کی رقابت کا تخم بھی اس کے دل سے نکال کر پھینک دیا۔ پس امراء کو ایثار و سخاوت کا سبق پڑھایا اور غربا کو صبر و قناعت کا۔ اور ساتھ ہی دونوں میں یگانگتِ باہمی کی راہ بھی پیدا کر دی اور امیر و غریب کے اس توازن اور معاش کی اخلاقی مساوات کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حکیمانہ حدیث واضح ہے جو معاشی مسائل کے حل کا زرین دستور العمل ہے جس نے ایک طرف تو سرمایہ داری کی بیخ کنی کر دی ہے اور ایک طرف غربت و افلاس کا بیج مٹا دیا ہے اور اس طرح ان دونوں میں خود انہی کے اختیار اور خوشی کے ذریعہ سے ان اعتدال و توازن کا نقطہ پیدا فرما دیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْجَاءَ رَجُلٌ عَلٰی وَحِلَتِا لَمْ قَالَ نَجْعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہٗ بَلِیَادَ شِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ ظُھُرِ فَضَلٌ ظُھُرٍ فُیُعَدْبِہٖ فَضَلٌ مِنْ زَادِ فَلْیَھُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَہٗ قَالَ تَذْکُوْ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَ حَتّٰی رَأَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ تِنَّانِیْ فَضْلٍ . (رواہ مسلم جلد دوم)

ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کے دوران میں تھے فرمایا کہ اچانک ایک شخص اپنے اونٹ پر سوار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس

Marfat.com

نے دائیں بائیں نگاہیں ڈالنی شروع کیں (یعنی محتاج تھا۔ اور غربت و ناداری کے سبب ادھر ادھر توقع کی نظر سے دیکھنے لگا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس کچھ بھی ضرورت سے زائد بچا ہوا ہو اسے دینے کے لیے لے آئے جس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں اور جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہو وہ اسے دینے کے لیے آئے جس کے پاس سرے سے توشہ ہی نہ ہوا ابوسعید فرماتے ہیں کہ اس طرح حضور نے بہت سی مال کی قسمیں ذکر فرمائیں کہ جو بھی فائدہ زائد از ضرورت ہے۔ غریبوں پر خرچ کر ڈالو یہاں تک کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ شاید ضرورت سے زائد بچے ہوئے کسی مال میں ہمارا کوئی حق ہی نہیں۔

اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ شریعت اسلام سرمایہ افروزی کو کس نگاہ سے دیکھتی ہے اور مزدور اور غریب کی کس درجہ حامی ہے مگر ساتھ ہی سرمایہ کو جمع نہ ہونے دینے کی صورت آئینی اور قانون اختیار نہیں فرمائی کیونکہ بہرحال کسی با صلاحیت طبقہ کی صلاحیت و قابلیت کا ثمرہ اس سے جبراً چھیننے کا کسی کو حق نہیں اور چھینا جائے گا تو اس طبقہ میں جماعتی غم وغصہ پیدا ہو کر طبقاتی توازن مٹ جائے گا پس اس طرح نہ سرمایہ دار کو مٹایا نہ غریب کو مگر دونوں کو معتدل بنا کر انہیں باہم مربوط بنا دیا۔

امیر غریب کے ربط باہمی اور تعلق کی نوعیت

اس کا قدرتی مفاد یہ ہے کہ جب ایک غنی جس نے اپنی فطری صلاحیتوں سے سرمایہ کمایا اور اسے بڑھایا اپنی خوشی اور دلی رغبت سے غریب کی خدمت کرے گا تو اولاً اسے احسان وسلوک کی خوشی ہو گی جس میں وہ اپنی برتری محسوس کرے گا اور صلاحیت مند کو غیر صلاحیت مند پر برتر ہونا بھی چاہیے۔ اس لیے یہ احساسِ برتری اس کا کوئی گناہ بھی نہیں ہو گا۔ دوسرے وہ رضاء الٰہی کے تصور سے مسرور و مطمئن ہو گا کہ جس کا حقیقتاً یہ مال تھا یعنی

Marfat.com

خدا کا میں نے اس کی راہ میں خرچ کر کے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کر لی ...... تیسرے اسے ثواب آخرت کی بشاشت حاصل ہو گی کہ محبوب اموال کے خرچ ہی سے اخروی سعادت نصیب ہوتی ہے چوتھے اسے غربا پروری اور ان کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کی عادت پڑی جس سے اس کے قلب میں غرور نخوت اور غرباء سے اجنبت باقی نہ رہی جو سارے مفاسد کی جڑ اور بنیاد ہے اور رذیل وصف مٹ گیا جو تزکیہ نفس ہے۔ غرض اس طرح اس سرمایہ دار کی دنیا و آخرت بھی بن گئی اور عملی اور اخلاقی حالت درست ہو گئی سرمایہ بھی اس طرح ٹھکانے لگ گیا کہ اب یہ سرمایہ دار ہی باقی نہ رہا۔ ادھر فقیر کو جب غنی سے اس کی دولت مختلف راستوں سے حاصل ہوتی رہی تو (اول) تو وہ فقر و احتیاج کی مصیبت سے نکل کر تشویش ناک زندگی سے بچ گیا (دوسرے) اس میں احسان مندی شکر گزاری اور منت پذیری کے جذبات پیدا ہوئے کہ الانسان عبدالاحسان جس کا قدرتی اثر محسن کی محبت ہے اور اس طرح وہ غنی سے وابستہ ہو گیا۔ (تیسرے) جب غنی کے پاس ان مصارف خیر سے دولت کی افراط نہ رہی اور فقیر کے پاس بقدر ضرورت دولت آ جانے سے دولت کی تفریط نہ رہی تو غریب میں سے رشک وحسد اور رقابت کے جذبات نکل گئے۔ (چوتھے) وہ شکر خداوندی میں راسخ القدم ہو گیا کہ باوجود سرمایہ اندوزی کی صلاحیت نہ ہونے کے اسے کیسا نواز ا اور کس طرح اس کے پاس سرمایہ پہنچا دیا کہ وہ معاشی پریشانیوں سے صاف بچ نکلا غرض اس طرح اس مزدور کی بھی دنیا و عقبیٰ اور عملی و اخلاقی حالت دونوں درست ہو گئیں اور اب وہ غریب غریب نہ رہا جس کا عظیم مفاد یہ نکلا کہ غریب و امیر میں طبقاتی توازن قائم ہو گیا۔ پس انفرادی دلجمعی بھی حاصل ہو گئی اور اجتماعی ربوبیّت بھی ہاتھ سے نہ گئی جو ایک صحیح تمدن کی اساس و بنیاد ہیں۔

کمیونزم کے مہلک نتائج

لیکن اگر یہی سرمایہ مزدور کے نام پر اغنیاء سے جبراً وصول کیا جائے اور اس حد تک کہ سرمایہ اور سرمایہ دار دونوں ہی فناہ کے گھاٹ اتر جائیں اور مزدور پھر بھی مزدور ہی

Marfat.com

رہے غنی نہ بنے کیوں کہ سرمایہ داری کے مٹانے والے مزدور کے حق میں سرمایہ داری کو کیسے گوارہ کر لیں گے۔ تو سرمایہ سے محروم ہونے والے کے دل میں تو غم وغصہ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور مزدور کے دل میں رقابت کی آگ سلگ اٹھے گی جس سے دونوں کی دنیوی راحت ختم ہوئی پھر نہ مزدور طبقہ کے لیے اپنے امراء کا احسان مند سمجھنے کی صورت باقی رہی او نہ امراء کے طبقہ کے لیے اپنے کو غریبوں کا روبراہ کار سمجھنے کا موقعہ رہا اور اس لئے یہ دونوں ایک دوسرے کے رقیب بن گئے جس سے توازن طبقات متزلزل ہوا اور صحیح تمدن کی جڑیں ہل گئیں ملک فتنوں اور رقابتوں کے سبب جھگڑوں اور فسادات کا جہنم زار بن گیا۔ اور حیات اجتماعی موت اجتماعی میں تبدیل ہوگئی۔ ادھر مذہب ملت اور اخلاق کا ان میں پہلے ہی سے تصور نہ تھا۔ رضا الٰہی کے اعتصاد کے بجاء حظ نفس اور دین کے بجائے لادینی ان امور کی بنیاد قرار دی گئی تھی تو آخرت بھی نہ رہی اس لیے یہ دونوں طبقات اور ساتھ ہی ان دونوں طبقوں کی لڑائی سے فائدہ اٹھانے والے خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بن کر رہ گئے۔

اس لیے اسلام اور اس کی خلافت نے دولت اور روٹی کے مسئلہ کو اہم نہ بناتے ہوئے نہایت خوبی اور خوبصورتی سے اس طرح حل کر دیا کہ اغنیا کی دولت کا کچھ حصہ تو قانوناً وصول کیا مگر وہ بھی دین کی راہ میں جس کا دینا باوجود سیاسی حکم کے طبائع پر شاق نہ رہا۔ زکوٰۃ وصدقات اور نذر و کفارات وغیرہ اور بہت سا حصہ اخلاقاً وصول کیا اور وہ بھی خدا کے نام پر کہ اس کے دینے کا خوشدلی سے دلوں میں جذبہ و انتظار پیدا ہو گیا اور یہ سرمایہ مختلف راستوں سے غریبوں اور مزدوروں کی جیب میں پہنچ گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ سرمایہ دار سرمایہ دار باقی رہا نہ غریب غریب بلکہ دونوں کے دونوں ایک بین بین اور معتدل نقاط پر آکر جمع ہو گئے یا یوں کہو کہ سرمایہ دار بھی قائم رہا اور مزدور بھی مگر دونوں میں سرمایہ کی افراط وتفریط ختم ہو گئی جو ان میں رقابت باعث نزع ہوتی تھی۔ اور سرمایہ کا اتنا حصہ اور انداز قائم رہ گیا۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ اٹکاؤ اور ملاپ کا ذریعہ قرار پائے اور اس طرح ایک کے

Marfat.com

مال نے اور دوسرے کی جان نے ایک دوسرے کو خوشدلی سے نفع پہنچایا اور دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دست و بازو بن گئے۔ سرمایہ دار مزدور کو اپنی اولاد سمجھنے لگا اور مزدور و نادار سرمایہ دار کو اپنا مربی و مشفق جاننے لگا اور اس طرح سرمایہ اور مزدوری کوئی مسئلہ یا موضوع نہ بنا کہ طبقات یا حکومتیں اسے بطور ایک نظریہ یا نعرہ کے لے کر اٹھیں اور دنیا میں فساد مچائیں۔

ظاہر ہے کہ خلافت الٰہی کی اس جامع فضاء میں ایک کمیونسٹ بھی آسائش کی زندگی بسر کرسکتا ہے اور ایک سرمایہ دار بھی بالفاظ دیگر امریکہ بھی خلافت کے زیر سایہ رہ سکتا ہے اور روس بھی کیوں کہ سرمایہ دار سرمایہ دار نہیں رہا۔ اور پھر بھی خوش ہے اور مفلس، مفلس نہیں رہا اس لیے وہ بھی خوش ہے۔ نہ وہ اس کے خلاف ایجی ٹیشن چاہتا ہے۔ نہ یہ اس کے خلاف۔

معاشی مسائل کا سیاسی حل صرف اسلام میں ہے

اس سے صاف واضح ہے کہ مالی مشکلات کا حل اور اقتصادی بے چینیوں کا سد باب صرف اقامتہ دین اور احیاء خلافت الٰہی میں ہے۔ دنیا میں مفسد وہی ہیں جو خدا کے راستہ کو چھوڑ کر خود اپنا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کا فاسد دماغ فاسد راستوں پر دنیا کو ڈال کر سارے عالم کو فسادات کا شکار بنا دیتا ہے اور بر و بحر میں فسادات اور ہنگامے برپا رہتے ہیں۔ جیسا کہ آج ہو رہا ہے پس آج کی دنیا سرمایہ داری سے تو طبعی جذبات کے ماتحت اکتا گئی ہے جو اسلام کا ایک جزو ہے لیکن سرمایہ کو ختم کرنے اور مزدور کی دلداری کی کیا صورت ہے؟ اس تک وہ اپنی لاعلمی کے سبب نہیں آ سکی اور جس حد تک آئی ہے وہ افراط کا ردعمل ہے جسے تفریط کہتے ہیں۔ بدیں لحاظ وہ بارش سے بچ کر پرنالہ کے نیچے آ کھڑی ہوئی۔ جہاں پانی سے پھر بھی چین اور بچاؤ نہ ملا پس سرمایہ داری سے ہٹنے والوں کو چاہیے کہ وہ اسلام کے پروگرام پر غور کریں۔ انہوں نے منفی پہلو بھی اسلام ہی کا اختیار کیا ہے اس لیے مثبت پہلو بھی انہیں اسلام ہی سے مل سکتا ہے یہ صحیح کہ ان میں سے متعدد امور

Marfat.com

کے اصول دوسرے مذاہب میں ہی ملتے ہیں جن کا حاصل ترک دنیا اور ترک لذات ہے لیکن اسلام نے ان کا جو لطیف اور مکمل پروگرام اور وہ بھی اجتماعی رنگ میں پیش کیا ہے جس سے سیاسی دنیا مطمئن ہو سکے۔ وہ کسی مذہب میں نہیں ہے اس لیے ان سیاسی مسائل کا حل مذہبی رنگ میں اگر مل سکتا ہے تو صرف اسلام میں مل سکتا ہے۔ وَكَفٰى بِهٖ فَخْراً .

خلافت میں پارٹی سسٹم نہیں

جب کہ خلافت یعنی آسمانی بادشاہت کے ظل وعکس کا نصب العین خدائی راستہ ٹھہرا اور اسی پر چل کر روحانیت کی تکمیل اور مادیت کی اصلاح اس کی غرض و غایت آٹھہری تو اسی سے یہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے کہ خلافت اسلامی مختلف الخیال پارٹیوں کے آرگن کی حیثیت میں نہیں آ سکتی۔ کہ اس کے ذریعہ سے مختلف پارٹیاں ووٹ کی طاقت سے برسر اقتدار آ کر اپنے نظریات کو پھیلنے اور پھلنے کا موقعہ دیں کیونکہ خلافت کے نصب العین میں نظریات کی بحث ہی نہیں آتی وہاں تو صحیح عقیدہ اور سچے ذکر کے ساتھ انسانیت کو مکمل کر کے بارگاہ الٰہی تک باریاب کرنا ہے نہ کہ عامتہ الناس کے وساوس اور پراگندہ خیالات کو پرورش دے کر دنیا کو ذہنی انتشار میں مبتلا کرنا اور ان کی یکجہتی کو پامال کر دینا ہے جس کا دوسرا نام فساد ہے۔ پس خلافت صلاح ورشد کا آرگن ہے فساد اور شرارتوں کا مخزن نہیں ہے۔

اس نصب العین سے پارٹی سسٹم کی جڑ کٹ جاتی ہے جو اپنے اپنے پارٹی لیڈران کی زیرِ سرکردگی اپنے اپنے مختلف نصب العینوں کی حکمرانی کے لیے عوام سے ووٹ حاصل کر کے برسرِاقتدار آتے ہیں۔ اور عوام الناس کو تشتتِ خیال کا شکار بنا کر ان کا دین و دنیا تلخ کر دیتے ہیں پس جو حکومت بھی پارٹی سسٹم کے اصول پر قائم ہوگی جس میں ایک لیڈر اپنا انتخاب خود کر کے عوام کے ووٹ سے حکومت میں شامل ہوتا ہے وہ یقیناً اسلامی حکومت نہ ہوگی بلکہ ایک ایسی حکومت ہوگی جس میں صلاح پر فساد غالب اور امن وسکون پر بے چینی و اضطراب غالب ہوگا جو کسی وقت بھی عوام کے لیے سکون و اطمینان کا سامان مہیا نہیں کر سکے گی۔

Marfat.com

پالیسی

خلافت کی سرکاری پالیسی

پھر جب کہ خلافت میں امارت، شوریٰ اور نصب العین سب ہی کچھ آسمانی بادشاہت کے اصول نظام پر قائم ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ خلافت کی سرکاری پالیسی آسمانی بادشاہت کی پالیسی سے ازسرنو تجاوز کرتی پس جس طرح آسمانی بادشاہت ہر تروخشک (رطب و یابس) پر حاوی ہے اور یہ بلا رحمت عامہ کے عادتاً ممکن نہ تھا ایسے ہی خلافت راشدہ بھی جبکہ پوری ہی دنیا کے لیے بنائی گئی تھی تاکہ پورے عالم میں ایک ہی دین ہو ایک ہی مسلک ہو ساری کی ساری قومیں مل کر قوم واحد بن جائیں سب کا ایک پلیٹ فارم ہو جائے اور سب مساوی ہوں تو ظاہر کہ یہ عالمگیری اور اشتراکیت عامہ بھی بلا رحمت عامہ ہی قرار پائی کہ اس کے بغیر دنیا کی ہر نرم و گرم قوم اور ہر مزاج و مذاق کی امتہ خلافت الٰہی کی طرف جذب نہیں ہوسکتی تھی۔

پس آدم علیہ السلام کی وہ خلافت جو ازل میں بمواجہہ ملائکہ علیہم السلام و جمیع مخلوقات انہیں عطاء ہوئی تھی اپنی طبعی رفتار سے چل کر اور بتدریج مختلف نبوتوں سے گزر کر وہ اور پروان چڑھ کر بالآخر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں خلافت کبریٰ اور خلافت عامہ کی صورت میں آ گئی اور اس کا پیغام نہ صرف بنی اسمٰعیل یا بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی ہر قوم کے لیے اور عالم کے ہر خطہ کے لیے تھا اس لیے ہی غلبہ رحمت جو حکومت الٰہی نے اپنی پالیسی ٹھہرائی تھی اس نیابت کاملہ کی بھی پالیسی ٹھہری اور جیسے حق تعالیٰ نے اپنی صفات میں رحمٰن کو اکبر الصفات اور اغلب الصفات ٹھہرایا تھا۔ ایسے ہی آپ کی غالب صفت بھی رحمت ہی ہوئی اور وہ بھی اتنی وسیع کہ جہانوں کے لیے رحمت فرمایا گیا[1]

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ .

اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہانوں

1 (مؤلف) موصوف نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف جن الفاظ میں بیان کی ہے۔ اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

کے لوگوں پر مہربانی کے لیے

ایک جگہ فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وشاورهم فِي الْأَمْرِ. (الِ عمران 159)

بعد اس کے خدا کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خوسخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کر دیجئے۔اور آپ ان کے لیے استغفار کر دیجئے اور خاص خاص باتوں میں مشورہ دیتے رہا کیجئے۔

ارشاد نبوی ہے۔

اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ بُعِثْتُ بِالْحَنِيفَتِهِ السَّهْلَةِ السَّمْحَةِ الْبِيضَآءِ لَيْدَهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ .

میں ایک رحمت ہوں جو عالم کو بطور ہدیہ کے دی گئی ہے میں بھیجا گیا ہوں سیدھی سہل چشم پوش اور روشن شریعت دے کر روشنی میں اس کا رات اور دن برابر ہے۔

غرض جیسے آسمانی بادشاہت اور عرشی حکمرانی کے نیچے سینکڑوں رحمتیں چھپی ہوئی تھیں وہ عرش الرحمن کے نیچے چھپی ہوئی تھیں ایسے ہی اس فرشی حکومت یعنی خلافت کے زیر سایہ بھی ہزاروں رحمتیں رحمتہ اللعالمین کے دامنوں میں مخفی تھیں اور اپنے اپنے وقت پر نمایاں ہوئیں چنانچہ آپ کی صلح ہو یا جنگ معاشرت ہو یا معاملات سب چیزوں کی تہ میں رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے حتیٰ کہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی بھی جو نہایت ہی پُر آشوب زندگی ہے۔آپ کی سیاست خالص رحمت پر مبنی ہے دشمنوں کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور کوئی کلمہ خلاف شفقت نہ فرمانا طائف کی زہرہ گداز تکلیفیں آتی ہیں۔لیکن بجز دعاء رحمت کے کچھ نہیں فرماتے راہ تبلیغ

Marfat.com

میں بدکلامی سنتے ہیں لیکن اف نہیں فرماتے پس جو قانون اس زندگی میں آپ کی راہنمائی کرتا ہے وہ رحمت وعفو کا ہے۔

اسلامی جنگ کی بنیاد نفسیاتی غیظ وغضب نہیں

جس کا سب سے پہلا ثمرہ تو یہ ہے کہ نفسیاتی جذبات اور انتقامی جوش لے کر کبھی جنگ مت کرو بلکہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر لڑو کیونکہ تم لڑنے میں خود مستقل نہیں ہو بلکہ مامور ہو اور مامور کا کام یہ ہے کہ اپنے آمر کے امر سے جنگ کرے ذاتی جذبہ سے جنگ آزمانہ ہو اور آمر و حاکم خلافت میں اللہ ہے۔ اس لیے جنگ بغیر اس کی مرضی اور امر کے اسلامی جنگ یعنی جہاد نہیں بن سکتی پس جنگ سے نفسانی بنیادوں اور جذباتی غیظ وغضب کا ختم کر دیا جانا ایک اعلیٰ ترین رحمت کا مظاہر ہے پس جنگ کی غرض وغائیت بنفسِ حدیث یہ ہے۔ کہ

لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَاء

تاکہ اس کا کلمہ بلند ہو اور اس کا نام اونچا ہو۔

عین جہاد میں رحمت

حتیٰ کہ عین دشمنی کے مظاہرہ کے وقت بھی رحمت ہی کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ بصورت احکام بھی اور بصورت کردار بھی چنانچہ عمل کے ساتھ بطور دستور عام ارشاد فرمایا کہ جنگ بھی ہو تو بوڑھوں کو مت چھیڑو۔ بچوں کو نہ چھیڑو، عورتوں پر ہاتھ نہ ڈالو۔ محارب قوم کے گوشہ نشین فقیروں کو بھی مت چھیڑو قاصدوں کو کچھ مت کہو بلکہ صرف سامنے ہی پڑے ہوئے عارب دشمنوں سے جنگ کرو اور وہ بھی اگر عین جنگ میں امان چاہیں تو امان دے دو بلکہ تم میں سے اگر کسی ایک نے بھی امن دے دیا تو سب پر امان دینا لازم ہو جائے گا۔ بفحوائے کریمہ۔

قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتَ يَا اُمَّ هَانِیء۔ (مشکوٰۃ بالاماں ص 347)

ہم نے بھی پناہ دے دی جیسے تم نے اُمّ ہانی کو...... پناہ دی۔

Marfat.com

پھر یہ خیال مت کرو کہ دشمنوں نے شاید بچانے یا دھوکہ دینے کی خاطر امن چاہا ہے تو امن نہ دیا جائے؟ نہیں بلکہ ظاہر پر نظر رکھو دلوں کو مت ٹٹولو پھر قتل میں بھی رحمت سے پیش آؤ مثلہ مت بناؤ یعنی ناک کان کاٹ کر دشمن کی لاش کو بے ہیئت مت کرو کہ یہ انتہائی غیظ وتحقیر کا جاہلانہ مظاہرہ ہے گویا جنگ بھی اظہار غیظ یا شفاء غیظ کے لیے مت کرو بلکہ اخلاص سے اللہ کی رضا کے لیے کرو۔ پس جہاں جنگ میں بھی ہزار ہا رحمتیں مخفی ہوں وہاں صلح و امن کی رحمتوں کا کیا پوچھنا! پھر اگر غلبہء اقتدار کے وقت کو دیکھو تو اس میں قدرت پا جانے کے بعد مغلوبیت کے دور سے بھی زیادہ شفقتیں اور رحمتیں برستی ہوئی دکھائی دیتی ہیں چنانچہ فتح مکہ کے وقت جب غلبہ کا دور آیا اور غلبہ بھی خود اپنے ملک پر ہوا تھا۔ اور وہ بھی ان دشمنوں پر جنھوں نے عافیت تنگ کر دی تھی اور گھر تک سے بے گھر بنا دیا تھا تو ایسے اوقات میں عموماً سلاطین دنیا کا دستور قتل عام دشمن کی توہین و تذلیل ہے اور اسے نیچا دکھلا کر انتقام لینا ہے جیسا کہ قرآن نے یہ سنت ملوکیت آیت ذیل میں ظاہر فرمائی۔

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَزِلَّۃ .

(النحل 34)

واسع ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کرتے ہیں۔

فتوحات کے وقت رحمت

لیکن اس سیاستِ رحمت کے بادشاہ نے داخلہ مکہ پر یہ کیا کہ امان کی بارش برسا دی امن کے لیے اتنے بیشمار اعلان فرما دیے کہ جسے ہلاک ہی ہونا تھا وہ تو ہلاکت سے نہ بچا لیکن بقیہ میں سے کوئی بھی امن سے محروم نہ رہا۔ اعلان پر اعلان تھا کہ۔

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ .

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا' وہ مامون ہو گیا۔

Marfat.com

کہیں فرمایا۔

مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ .

جو مسجد حرام میں داخل ہوا وہ مامون ہو گیا۔

کہیں فرمایا۔

مَنْ اَغْلَقَ بَابَه' فَهُوَ آمِنٌ .

جس نے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا وہ مامون ہو گیا۔

غرض نہ دشمنوں کا قتل عام ہوا نہ عزت والوں کو ذلیل کیا گیا نہ ذلیلوں کو سیاسی مصالح سے اونچا کیا گیا۔ حتیٰ کہ ایسا دشمن جس نے ہجرت کے وقت بیت اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سختی سے روک دیا تھا فتح مکہ پر اسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلایا تو بیت اللہ کی کنجیاں اسی دشمن کو قیامت تک کے لیے سپرد فرما دیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہ تھا۔ غرض رحمت مجسم کا ہر قول وفعل اور ہر طرز عمل رحمت عامہ سے مملو اور بھرپور تھا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ملوکیت نہ تھی بلکہ عرش والے رحمان کی خلافت ونیابت تھی اس لیے رحمت سے لبریز تھی۔

خلافت کی وسعت بقدر وسعت رحمت ہے

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے سلطنت کی حکمت عملی اگر رحمت عامہ کو قرار دیا تھا جس سے مختلف المزاج مخلوق سے اپنا ربط قائم فرمایا تو اس کی خلافتِ کبریٰ کی بنیاد بھی اسی رحمت عامہ پر رکھی گئی۔ یہ خلافت الٰہی ابتدائی قرون یا قرون وسطیٰ میں بھی امم سابقہ کے ہاتھ میں رہی اور گویا اپنے ابتدائی اور درمیانی مراحل طے کرتی رہی اس وقت تک کسی بھی خلیفہ الٰہی کے دور میں خواہ وہ پیغمبر ہوئے یا بادشاہ عادل اس رحمت نے اپنے تمام مراتب کمال پورے نہیں کیے اور نہ ہی وہ اپنے آخری نقطہ کمال پر پہنچی اس نے کسی کو ہمہ گیر خلافت اور عالمگیر حکومت نہیں ملی۔ بلکہ خطوں' قبیلوں اور قوموں تک محدود رکھی گئی کیوں کہ دائرہ خلافت کی وسعتیں رحمت کی وسعت کے تابع رکھی گئیں ہیں۔

Marfat.com

اسلامی خلافت اس لیے عالمگیر ہے کہ اس کی رحمت عالمگیر ہے

لیکن جب دائرہ نبوت میں آخری خلیفہ ربانی یعنی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دور رحمت آیا اور آپ پر تمام مراتب کمالات ختم کیے گئے تو یہ مرتبہ رحمت بھی اپنی حد کمال پر پہنچا کر مکمل کر دیا گیا۔ اور اس درجہ کہ آپ کا خطاب ہی رَحْمَةٌ الِّلْعٰلَمِیْنَ قرار پایا۔ یعنی جیسے خدائی رحمت عرش کے محیط کائنات ہونے سے ساری کائنات پر پھیلی ہوئی ہے ایسے ہی یہ محمدی رحمت بھی بوجہ نبوۃ عامہ اور شریعت عامہ کے ساری مخلوقات پر پھیلا دی گئی اور بارگاہ ملک الناس سے آپ کو رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ اور رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کا خطاب و خلعت عطا ہوا اس لیے آپ کا یہ ملک اور یہ دینی سلطنت بھی عالمگیر رکھی گئی چنانچہ آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِیَ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَيَبْلُغُ مُلْکُ اُمَّتِی مَا زُوِیَ لِی مِنْهَا .

اللہ نے زمین کے مشارق و مغارب مجھے دکھلائے اور میری امتہ کا ملک (خلافت) عنقریب وہیں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک میری نگاہ پہنچائی گئی (یعنی مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا)

پس کیفی طور پر تو زمانہ صحابہ ہی میں یہ سلطنت مکمل ہو گئی کہ رجال سلطنت (صحابہؓ) اپنے کردار کے لحاظ سے سارے جہاں پر فائق اور سارے عالم کے لیے نمونہ خلافت ہوئے جنھوں نے آسمانی بادشاہت کا عملی نقشہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور مکمل طور پر اس سلطنت کی انتہائی تکمیل دَورِ مہدی وعیسوی میں ہو گی۔ جب کہ مہدی کا ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ اور پورے عالم میں دین واحد ہو کر سارے انسان قوم واحد بن جائیں گے جیسا کہ لسانِ نبوت پر پیشین گوئی فرما دی گئی کہ آخری دور میں کوئی کچا پکا گھر خالی نہ رہے گا جس میں ہی دین (اسلام) نہ پہنچ جائے اور دین حق کی حکمرانی نہ ہو جائے۔
غرض اس طرح خلافت الوہیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پہنچ کر مکمل ہو گئی اور مختتم کر دی گئی۔

Marfat.com

خلافت نبوت

خلافت نبوت بھی رحمت میں خلافتِ الوہیّت کا ظل و عکس ہے

حضور کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد تیسرا دور خلافت محمدیؐ کا تھا اور ظاہر ہے کہ جب نبوت اپنے غلبہ رحمت کی وجہ سے عالمگیر تھی اور تمام صفات رحمت وشفقت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتمام کیا گیا تھا۔ اس لیے اس نبوت رحمت کی خلافت بلا فصل بھی خلافت رحمت اور وہ بھی برحمت کاملہ ہی ہوئی ضروری تھی ورنہ صحیح معنیٰ میں اس نبوت کی خلافت نہیں ہوسکتی تھی اس لیے جیسے خلافت الوہیّت کے لیے رحمت مجسم ذات حضرت خاتم الانبیاء کی منتخب ہوئی جس کا لقب تک رحمتہ اللعالمین ہوا۔

ذات صدیقی ظل ہے ذات نبوی کی

ایسے ہی بلافصل خلافت نبوت کے لیے بھی ایسی ہی شخصیت کا انتخاب ضروری تھا جو رحمتہ اللعالمین کا نمونہ کامل اور رحمت مجسم ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی شخصیت صحابہ میں سوائے صدیق اکبر کے دوسری نہ تھی کیوں کہ صفات رحمت میں خصوصیت سے انہی کا پایہ سب سے اونچا اور نبوت سے اقرب اور اشبہ تھا اور اسی لیے لسان نبوت پر انہیں مجسم رحمت فرمایا گیا ارشاد نبوی ہے۔

اَرْحَمُ اُحَتَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرُ

میری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحمت کرنے والے ابوبکر ہیں۔

پس حلقہ رحمت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے صحابہ میں صدیق اکبرؓ ہی کو اپنا شبیہ ٹھہرایا اور جب کہ اسی صفت پر خلافت وحکومت کی ہمہ گیری دائر تھی تو ایسا ہی شخص ہمہ گیر خلیفہ الٰہی کا ولی عہد اور جانشین ہو کر ہمہ گیر خلیفہ نبوی ہونا چاہیے تھا اور وہی ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر کا خطاب ملاء اعلیٰ اور آسمانوں میں حلیم تھا۔ جو صفت رحمت کا ایک کامل ظہور ہے۔

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ ھَبَطَ جِبْرِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَقَّفَ مَلِیًابِنَاحِیَۃٍ فَمَرَّ اَبُوْبَکْرٍ صِدِّیْقٌ فَقَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا مُحَمَّدُ ھٰذَا اِبْنُ اَبِیْ قحافہ فَقَالَ یَا جِبْرِیْلَ اَوْتَعْرِفُوْنَہٗ فِی السَّمَآءِ فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَھُوَ فِی السَّمَآءِ اَشْھَرُ مِنْہُ فِی الْاَمْحِس وَاِنَّ اِسْمَہٗ فِی السَّمَآءِ اَلْحَلِیْمُ (الریاض القرہ جلد اول ص)

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کافی وقت تک ٹھہرے رہے اتنے میں ابوبکر صدیق گزرے تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمدؐ یہ (ابوبکر) ابن ابی قحافہ ہی تو ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اے جبریل کیا تم آسمانوں میں انہیں پہنچانتے ہو؟ کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا۔ کہ ابوبکرؓ آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ اور آسمانوں میں ان کا خطاب ''حلیم'' ہے۔

صدیق اکبر کی شباہت ذات نبوی ہے

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صفات رحمت کا غلبہ تھا گویا رحمت آپ کے لیے بمنزلہ ذاتیات لازمہ کے تھی اس لیے غالب الرحمتہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ بھی ہوسکتا تھا اور وہ صدیق اکبر ہی کی ذات تھی اس لیے رحمت کے مناسب افعال و اعمال میں بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ بھی تھے چنانچہ صدیق اکبر ہی کی پوری زندگی اول سے آخر تک اس شباہت کا ثبوت دیتی ہے۔

شفقت باطفال

آپؐ کمال رحمت سے بچوں سے اعراض نہیں فرماتے تھے بچوں کی کسی مجلس یا کھیل کود پر گزرتے تو فرماتے ''السلام علیکم یا صبیان'' کبھی عین خطبہ میں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گود میں اٹھا لیا اور پیار فرمانے لگے یہی کیفیت صدیق اکبرؓ کی تھی کہ زمانہ

Marfat.com

خلافت میں جب گھر سے نکلتے تھے تو راستہ میں بچے یَا اَبَتَا یَااَبَتَا کہہ کر صدیق اکبرؓ سے لپٹتے تھے کوئی پیروں سے چمٹ رہا ہے کوئی گھٹنوں سے اور صدیق اکبرؓ بھی کسی کے سر پر ہاتھ رکھ رہے ہیں۔ کسی کو پیار کر رہے ہیں پھر جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنین کو ممبر نبوی پر خطبہ دیتے ہوئے گود میں اٹھا لیا صدیق اکبرؓ سے بھی وہی عمل ظہور میں آیا۔ چنانچہ ممبر نبوی پر نائب نبی کی حیثیت سے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسنؓ ممبر پر چڑھے اور طفلانہ لہجہ میں فرمایا۔ اَنْزِلُ عَنْ مَجَلِسُ اَبِیْ (میرے باپ کی جگہ سے نیچے اتر۔ تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ مجلس اِبیکَ لَامَجْلِسُ اَبِیْ. لَامَجْلِس اُبِیْ (حقیقتاً یہ تیرے ہی باپ کی جگہ ہے میرے باپ کی نہیں یہ تیرے ہی باپ کی جگہ ہے میرے باپ کی نہیں) اور روتے جاتے تھے اور پھر حضرت حسنؓ کو گود میں بٹھلایا اور زار وقطار رونے لگے جب یہ خبر حضرت علی کو پہنچی تو فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہَ وَ غَضَبِ خَلِیْفَتَہٗ رَسُوْلِ اللّٰہُ صَلَیُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ثم قال وَاللّٰہِ مَاامَرْنَاہ' فَقَالَ اَبُوْبَکْرُ وَاللّٰہِ مَااَتھُمتکَ خواجہ ابن اسمعان (الریاض النفرہ ص 148) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور خلیفہ رسول کے غضب سے خدا کی قسم میں نے حسن کو یہ بات نہیں سکھلائی اس پر صدیق اکبر نے فرمایا کہ پھر میں نے تو واللہ آپ پر اس کی تہمت بھی نہیں دھری (یہ آپ برات کیوں فرما رہے ہیں)۔

بعض دفعہ سڑک پر حضرت حسن مل جاتے تو کندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ اور فرماتے ھَذَا اَشْبَہ بِالنَّبِیُ صَلّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَابِکَ یَا عَلِیُ یُضّحَکُ صلی اللہ وآلہٖ وسلم (اے علی یہ پیارا فرزند تم سے مشابہ نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہے اور حضرت علی اس پر ہنستے جاتے تھے)

کثرت اجر وثواب

پھر ثواب کی نوعیت میں بھی صدیق اکبرؓ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ ہیں۔

Marfat.com

عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا بِیْ بَکْرٍ یَا اَبَابَکْرٍ اِنَّ اللّٰہَ اَعْطَانِیْ ثَوَابَ اٰمَنَ بِہٖ مُنْذُ خَلَقَ آدَمَ اِلٰی اَنْ بَعَثَنِیْ وَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطَاکَ ثَوَابَ مَنْ اٰمَنَ بِیْ مُنْذُ بَعَثَنِیْ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ اَخْرَجَہٗ الحَلعی (الریاض النفرہ ص 39)

حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ابوبکر سے فرماتے تھے کہ اے ابوبکر اللہ نے ان سب کو برابر ثواب مجھے تنہا کو عطا کیا ہے جو آدم کی پیدائش کے وقت سے میری بعثت کے وقت تک اُس پر ایمان لائے اور تجھے تنہا کو ان سب کی برابر ثواب عطا فرمایا ہے۔ جو میری بعثت کے وقت سے قیامت قائم ہو چکنے تک مجھ پر ایمان لائیں۔

اولیّت ایمان

اور جس طرح کہ عالم ازل میں بوقتِ عہدِ الست سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے سامنے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا اور ایمان لائے۔ اسی طرح صدیق اکبرؓ نے رب اکبر کے اکمل الخلفاء حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت و خلافت کا سب سے پہلے اقرار کیا اور ایمان لائے گویا اولیت ایمان میں بھی انہیں شباہتہ کاملہ حاصل ہے۔

نوعیت وفات

پھر جس طرح دین معاشرت' دیانت اور پوری زندگی کی نوعیت میں صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ثابت ہوتے رہے اسی طرح وفات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ دکھائی دیتے ہیں یعنی صدیق اکبرؓ کو اسی نوعیت کی شہادت دی گئی جس نوعیت کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء ہوئی تھی یعنی زہر خوانی سے چنانچہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہودِ بے بہود نے ہدیہ کے نام سے زہر کھلایا اور اس کا اثر ہر سال ظاہر ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ وفات اسی زہر کے اثر سے ہوئی اور وہ ہر گرمی میں رنگ لاتا

Marfat.com

تھا تا آنکہ وفات کا سبب بنا بعد وفات انقطاع رگ سے یہ چیز نمایاں ہو گئی اسی طرح صدیق اکبرؓ کو بھی یہود ہی نے زہر کھلایا اور وہی موت کا سبب بنا۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ كَانَ اَبُوْبَكْرٍ وَّالْحَارِثُ بْنَ كَلْدَةَ يَاكُلَانِ حَمِيْرَةً اُهْدِيَتْ لَا بِیْ بَكْرٍ فَقَالَ الْحَارِثُ لَابِیْ بَكْرٍ اِرْفَعْ يَدَكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنَّ فِيْهَا لَسَمَّ سَنَةٍ وَاَنَا وَاَنْتَ نَمُوْتُ فِیْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ فَرَفَعَ يَدَهُ فَلَمْ يَزَالَا عَلِيْلَيْنِ حَتّٰى مَاتَا فِیْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ عِنْدَ اِنْقِضَآءِ السَّنَةِ قِيْلَ اَنَّ الْيَهم وَسَمَّعْتُ لَهٗ فِیْ اُوْرَةٍ .

(الریاض النفرہ ص 180)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ابوبکر اور حارث ابن کلدہ حریرہ کھا رہے تھے جو صدیق اکبر کو ہدیہ دیا گیا تھا تو حارث نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ہاتھ کھینچ لیجئے اس میں سال بھر کا میعادی زہر ہے اور شاید میں اور آپ ایک ہی دن مریں گے صدیق اکبر نے ہاتھ کھینچ لیا اور پھر دونوں ہمیشہ علیل ہی رہے یہاں تک کہ سال پورا ہونے پر ایک ہی دن دونوں کی وفات ہو گئی صاحب ریاض النفر فرماتے ہیں کہ روایت کیا گیا کہ یہ زہر چاولوں میں ملا کر یہود نے دلوایا تھا۔

ادھر حضرت عمر کی روایت سے جو مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے۔ یہ ثابت ہے کہ غارثور میں صدیق اکبرؓ کو جو سانپ نے کاٹا تھا۔ اس کے زہر کا اثر بھی بدستور آخر عمر تک باقی رہا۔ چنانچہ جب سانپ نے کاٹا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور پر صدیق اکبرؓ کے آنسو گرے تو پوچھنے پر صدیق نے عرض کیا۔

لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ فَتَعَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَايَجِدُهٗ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهٖ.

(مشکوٰۃ ص 556)

Marfat.com

میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپ کاٹے کی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا جس سے ساری زہر جاتی رہی لیکن آخر میں یہ زہر کا اثر پھر لوٹا اور موت کا سبب یہ زہر ہی ہوا۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ زہر کے دو واقعات پیش آئے زہر خورانی کا یہود کی طرف سے اور زہر چکانی کا سانپ کے کاٹنے کی طرف سے اور دونوں زہر موت کے لیے موثر ہو گئے۔ جس سے واضح ہے کہ سبب وفات میں بھی صدیق اکبر کو ذات بابرکات نبوی سے کامل مشابہت تھی پھر یہی نہیں۔

زمان وفات

بلکہ یوم وفات میں بھی آپ حضور کے ساتھ شرکت وشباہت رکھتے ہیں۔

رَوَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَیُّ یَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ قَالَ فَاَیُّ یَوْمٍ قُبِضَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ قَالَ فَاِنِّیْ لَمْ جُو فِیْهَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ الَّیْلَ.

(ریاض النفرهته ص 179)

حضرت عائشہؓ کی روایات ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض وفات سے دب گئے تو فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا پیر کا دن۔ فرمایا کس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی؟ ہم نے عرض کیا پیر کے دن۔ فرمایا تو مجھے اب سے رات تک کے وقفہ میں توقع ہے (وصال کی)۔

اولیت بعث وحشر

حشر میں بھی شباہت ثابت ہے چنانچہ حسب روایت صاحب النضرہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ فضیلت ہے اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُ مِنْهُ الْخَیْرَاءُ (قیامت کے دن میں پہلا ہوں گا کہ زمین پھاڑ کر قبر سے اٹھوں گا) اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کے بعد یہ اولیت صدیق اکبر کے لیے بھی ثابت ہے کہ عام مخلوق ہیں وہ سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے۔ (الریاض النفرہ ص 81)

بہر حال زندگی' کمالات زندگی' موت' مرض موت' زمانہ موت' ثواب اور حشر ونشر وغیرہ میں صدیق اکبرؓ کو یہ کمال شباہت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیوں نصیب ہوا؟ اس لیے کہ ان کی ذاتیات میں شباہت تامہ پیدا کی گئی تھی۔ اور وہ صفات جمال ہیں جن کا سرنامہ رحمت ہے۔

خلیفہ رسول کا لقب صدیق اکبر کے ساتھ مخصوص تھا

پس کامل الرحمتہ نبی کا خلیفہ بھی کامل الرحمتہ ہی ہوسکتا ہے اس لیے صدیق اکبر ہی پر قرعہ فال آ کر واقع ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب صرف صدیق اکبرؓ کے لیے صحابہ میں مخصوص تھا بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس طرح مروی تھا۔ جب ہی تو اس کا رواج بعد میں ہوا اور عام صحابہ کے زباں زد یہ ہو گیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ فَمَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلا وَجَدْتُ اُسْمِیْ فِیْهِ مَکْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَابُوْبَکْرِ اِنُ اصَدِیْقِ خَلِیْفَتِیْ خواجه ابن عرفه العبدی والثفقی الاجهانی۔ (الریاض النفره ص 50)

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عروج آسمانوں میں معراج کے وقت میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی کہ اس میں میرا نام اور میرے نام کے ساتھ صدیق اکبرؓ کا نام یوں لکھا ہوا نہ دیکھا ہو کہ محمد اللہ کے رسول اور ابوبکر خلیفہ رسول اللہ ہیں ......

صحابہ میں بھی خلیفہ رسول اللہ ہی کے نام سے معروف تھے نزال بن سمرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا۔

Marfat.com

اَخْبِرْنَا عَنْ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ قَالَ ذَاکَ اِمْرُءٌ سَمَّاہُ اللّٰہُ الصِّدِّیْقُ عَلٰی لِسَنِ جِبْرِیْلَ وَعَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ خَلِیْفَۃَ رَسُوْلَ اللّٰہِ رِضِیَۃً لِہٖ مِیْتَا فَرَضِیْنَاہُ لِدُنْیَانَا .

(الریاض النفرہ ص 50)

ہمیں خبر دیجئے ابوبکر ابن ابی قحافہ کے بارہ میں فرمایا یہ وہ شخص ہیں کہ اللہ نے جبریل کی زبانی تو ان کا نام صدیق رکھا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی انہیں خلیفہ رسول اللہ فرمایا۔ اللہ کے رسول نے انہیں ہمارے دین کے بارہ میں پسند اور منتخب کیا تو ہم نے اپنی دنیا (سلطنت وحکومت) کے بارہ میں انہیں پسند اور منتخب کرلیا۔

حیشی ابن جنادہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام انہیں یَاخَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہ کے کلمہ ہی سے مخاطب فرماتے تھے۔

عطا ابن السائب کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر بزمانہ خلافت کندھے پر کپڑوں کی ایک گانٹھ اٹھائے ہوئے بیچنے کے لیے جارہے تھے تو راستہ میں عمرؓ اور عبیدہؓ نے ان سے پوچھا۔

اَیْنَ تُرْبِہٖ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ السوق قَالَ تَصَعُ بَازَارًا قَدْ وُلِّیْتَ اَمْرَالْمُسْلِمِیْنَ قَالَ فَمَنْ اَیْنَ اُطْعِمُ عِیَالِیْ قَالَا لَہٗ اَنْطَلِقْ حَتّٰی نَفْرِضَ لَکَ شَیْئًا فَانْطَلَقَ مَعَہُمَا نفرَضُوْا لَہٗ مَرَّیَوْمٍ شَطْرِشَاۃٍ وَمَا کِسْوَۃٌ فِیْ الرَّفَاسِ وَالْبَطْنِ . خرجہ فی الصفرۃ (الریاض النفرہ ص 131)

کہاں کا ارادہ فرمایا اے خلیفہ رسول اللہ کہا بازار کا۔ انہوں نے عرض کیا یہ آپ کیا کر رہے ہیں جبکہ آپ کو تو مسلمانوں کے امور کا والی اور امیر بنایا گیا ہے؟ فرمایا یہ نہ کروں تو اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں! تو انہوں نے عرض کیا آیئے ہم آپ کے لیے بیت المال

Marfat.com

سے کچھ تنخواہ مقرر کریں تو صدیق اکبر ساتھ ہوئے چنانچہ صحابہ نے صدیق اکبر کے لیے حصہ مقرر کیا یومیہ کچھ بکری کا گوشت اور تن پیٹ ڈھانکنے کو کچھ کپڑا۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَابَکْرٍ بَعَثَ یَزِیْدَ اِبْنِ اِبِیْ سَفْیَانَ اِلَی الْشَّامِ وَمَشٰی مَعَرَنحوَ مَیْلَیْنِ فَقِیْلَ لَہٗ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَمِ انْصَدَقْتَ فَقَالَ لِاِنِیْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّفَمَ یَقُوْلُ مَنْ انْبَوَّتْ قَدْ مَاہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَرَّمَھُمَا اللّٰہُ عَلَی النَّارِ۔

(خرجہ ابن جان) (الریاض النفرۃ ص 139)

اور ابن عمر سے یہ مروی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید ابن ابی سفیان کو شام کی طرف بھیجا اور تقریباً دو میل تک ان کے ساتھ پیدل چلے تو عرض کیا گیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ کاش آپ واپس ہو جاتے تو فرمایا میں اس لیے تمہارے ساتھ پیدل چل رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جس کے قدم اللہ کے رستہ میں غبار آلود ہوئے تو اللہ انہیں نار جہنم پر حرام فرمائے گا۔

بہر حال یہ واضح ہو گیا کہ کمال رحمت کے سبب سے صدیق اکبرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال مشابہتہ تھی اور اس کمال مشابہت کے سبب سے بلا فصل خلافت نبوت کے حامل صرف صدیق اکبر ہی قرار پائے اسی لیے ان کا لقب خلیفہ رسول اللہ ہوا دوسرے حضرات بلاواسطہ اور بلافصل خلیفہ رسول اللہ نہ تھے ادھر نبوت چونکہ رحمت کی تھی اس لیے اس کی خلافت بھی رحمت ہی کی ہوئی پس رحمتہ محداۃ کا خلیفہ و رحمتہ امتہ ہوا۔

بہر حال عرش سے یہ رحمت چلی اور فرش پر پہنچ کر زمانہ نبوی میں تام ہو گئی جس کا ظہور ثانی خلافت صدیقی تھی اور آخر میں حضرت عیسیٰ پر اس کا اختتام ہو جائے گا کہ انہیں

Marfat.com

بھی نبی رأفت فرمایا گیا اس لیے وہ امت بھی جس کا آغاز و انجام رحمت ہی رحمت ہو مل کر رحمت ہی ہونی چاہیے تھی چنانچہ ہوئی اور اس کا لقب بھی امت مرحومہ ہوا یعنی نبی رحمتہ مھادۃ تو خلیفہ اول ارحم امتہ اور خلیفہ آخر (عیسیٰ علیہ السلام) نبی رافتہ اور یہ درمیانی امتہ مرحومہ۔

خلافت رحمت کی رعایا بھی امتہ مرحومہ ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّتِیْ هٰذِہٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَیْسَ عَلَیْهَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِی الدُّنْیَا اَلْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَ الْقَتْلُ راہ ابو داؤد (مشکوۃ باب الاندارض 160)

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یہ میری امت امتہ مرحومہ ہے۔ کہ اس پر آخرت میں عذاب نہیں ہے۔ عذاب اس کا دنیا میں فتنے زلزلے اور قتل ہے۔

اسی بنا پر امت کو حکم عام بھی رحم کھانے اور رحمت کرنے ہی کا ملا ہے تا کہ خلقاً اور فعلاً یہ امت بارحم و کرم ثابت ہو ارشاد نبوی ہے۔

اِلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ . (مشکوۃ ص 423)

اَلْمُؤْمِنُ مَکْلَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ.

رحم والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے سو تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

مومن تو الفت کا خزانہ ہے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ کسی سے الفت کرے اور نہ کوئی اس سے الفت کرے۔

پس جس طرح رحمتِ رحمٰن کا ثمرہ یہ نکلا کہ ساری مخلوق رحمٰن سے وابستہ ہوگئی اور رحم رحمت العلمین کا ثمرہ یہ نکلا کہ عالم کو آپ کے تحت میں دے دیا گیا' اور رحمتہ ارحم امتہ کا

Marfat.com

ثمرہ یہ نکلا کہ بلا نزاع ان کی خلافت سے لوگ وابستہ ہو گئے اسی طرح رحمتہ امت مرحومہ کا ثمرہ یہی نکل سکتا ہے کہ یہ ساری امت رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ بن کر آپس میں بھی مربوط رہے گی جب تک اپنی اصلیت پر قائم رہے گی، عالم میں پھیلتی رہے گی اگر اپنی صفت رحمت کو باقی رکھے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آسمانی بادشاہت کی پالیسی رحمت و شفقت تھی تو تاج و تخت احکام وقوانین تدبیر و تصرف نیابت و خلافت صلح و جنگ اور تمام معاملات سلطانی میں رحمت وکرم کو کوٹ کوٹ کر بھرا گیا اور باطن سے لے کر اہر تک یہ بادشاہت رحمت عالم بن کر دنیا میں نمودار ہوئی اور جس طرح یہ بادشاہت تکوین کے پردوں میں رحمت عام تھی اسی طرح تشریع کے اصولوں میں بھی رحمتہ تام تھی جس کا نام خلافت ہے پس اسلام نے آسمانی بادشاہت کی طرح زمینی خلافت بھی غلبہ رحمت ہی پر قائم کی ہے اسی پالیسی کو ہم نے مصلحت اعلیٰ سے تعبیر کیا ہے فرق اتنا ہے کہ

خلافت رحمت میں رحمت کی پالیسی کے آثار

آسمانی بادشاہت میں اس مصلحت اعلیٰ یا پالیسی کا نام غلبہ رحمت ہے اور خلافت ارضی میں اس کی صورت اخوت و مساوات کی ہے جو رحمت کے زیر اثر ہو۔ رحمت کے ماتحت اسلامی بادشاہت میں اخوت و مساوات قائم ہو جانے کا پہلا نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ۔

رعایت طبائع اور عدم جبر و تشدد

(1) اسلامی حکومت جبر و تشدد اور بے رحمی کی حکومت نہیں رہتی بلکہ بھائی بندی (اخوّت) کے اصول پر ایک عالمگیر برادری کے قیام کا ادارہ ہو جاتی ہے ۔جس کا ثمرہ اعلیٰ ترین انسانیت ہے جب راعی و رعایا میں بھائی بندی کے جذبات ہوں گے تو رعایا میں باہم بھائی چارہ ہونا قدرتی امر ہے اور جب سب کے سب آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں گے۔ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ حکمرانی اور اس کا مبارک دور دنیا کے لیے کس درجہ بابرکت پُر سکون اور پرامن دور ہو گا نہ صرف مسلموں ہی کے لیے بلکہ غیر مسلم ذمیوں اور

Marfat.com

مستامنوں تک کے لیے کیوں کہ جو اُمت رحمت و شفقت کی خوگر ہو گی وہ آپس میں بھی ہو گی اور دوسروں سے بھی۔

پس اس سے رعایا کے عام جذبات کی رعایت کئے بغیر اس پر جبری آرڈیننس عائد کیے جانے اور جبر وتشدد سے ملک کے صحیح جذبات کو کچل کر دبا دینے یا بالفاظ دیگر ملک کی قلبی اور دماغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے بجائے پامال کر دیئے جانے کی پالیسی کی جڑیں کٹ جاتی ہیں ہاں اصولِ حکمت پر جماؤ اور اصولِ دیانت پر پختگی اور شدت سے قرار ضرور ہو گا مگر یہ تشدد نہیں کہلاتا بلکہ تصلب کہلاتا ہے پس مومن میں تشدد و جفاء اور بے رحمی نہیں ہوتی بلکہ تصلب فی الدین اور اقامتہ دین کے بارہ میں قوت و شدت ہوتی ہے اور یہ عیب نہیں بلکہ انتہائی کمال ہے۔

اسی لیے من حیث القوم قسادۃ قلبی۔ مار دھاڑ عورتوں بچوں اور بوڑھوں پر غیظ آمیز درندگی کے مظاہرے اس امت سے سرزد نہیں ہوتے ہاں یہ امت اسلامی اصول ہی کو ترک کر دے اور از روئے نفاق اپنے کو مسلم کہتی رہے تو اس کی ذمہ داری ان بے اصول افراد پر عائد ہو گی جو اپنے اصول و عمل کے تارک ہیں نہ کہ ان اصول پر جو متروک ہو جائیں لیکن پھر بھی ایسے ناپاک امور پوری قوم متحدہ انداز اور حمیّتِ جاہلیہ سے ہمہ گیر محاذ بنا کر نہیں کر سکتی کہ یہ افعال شنیعہ اس قوم کے مزاج اور افتاد طبع کے منافی اور قطعاً خلاف ہیں۔

اخوت و مساوات

(2) اسی پالیسی (اخوت و مساوات) کا دوسرا نتیجہ اسلام میں حقوق کی مساوات نکلتا ہے گویا اگر رعیت کے ایک ادنیٰ آدمی کا حصہ ایک چادر ہو گی تو امیر المومنین کے حصہ میں بھی ویسی ہی ایک چادر آئے گی۔ البتہ لوگوں میں شخصی یا قبائلی ضروریات کا تفادت ممکن ہے اور امارت شرعیہ میں اس کی رعایت بھی ممکن ہے لیکن آئینی حقوق میں اسلام کوئی کمی بیشی گوارہ نہیں کرتا کہ اس سے اس کے قانونِ عدل و مساوات پر حرف آتا ہے اسی لیے امتہ کے ایک غریب اور خلیفہ وقت کا روزینہ قریب ہی قریب رہتا ہے خود خلافت کی

Marfat.com

ضرورت سے کسی شخص کے ذریعہ مصارف زیادہ کرائے جائیں تو وہ مساوات کے منافی نہیں ہیں مگر ایسے مہمات امارت شورائیہ کے فیصلہ کے ماتحت عمل میں لائے جاسکتے ہیں نہ کہ شخصی خواہشات کے تحت۔

ذات پات کی اونچ نیچ کی نفی

اسی اخوت و مساوات اور عدل عام کے قانون سے حقوق کی اونچ نیچ کے ان تمام معیاروں نسلیت، وطنیت، قومیت اور مالیت و سرمایہ داری وغیرہ کی جڑ کٹ جاتی ہے جو دنیا کی اقوام نے حکومتوں میں اختراعی طور پر اپنے اپنے مفاد کی خاطر قائم کر رکھے ہیں۔ اور چند افراد کی اونچ کی خاطر کروڑوں انسانوں کو نیچ بنا دیا ہے۔ امارت شرعیہ کے اس اونچ نیچ کے معنی مقبولیت عند اللہ لے کر اسے عام بنایا ہے کہ ہر فرد اونچا ہوسکتا ہے مگر اس اونچ نیچ کے حقیقی معیار کی رو سے نہ کہ اختراعی معیار سے اور وہ حقیقی معیار تقویٰ، طہارت اور دین سے وابستگی ہے۔

قرب مراتب کا معیار

پس یہ ذات پات کی اونچ نیچ نہیں بلکہ روحانی مقامات کا فرق مراتب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں اونچ نیچ اصل ونسب سے نہیں ہوتی بلکہ علم و ادب سے ہوتی ہے۔ مادی رشتوں کی اونچ نیچ معتبر نہیں بلکہ روحانی بالیدگی سے اونچ نیچ کا اعتبار ہے۔

(بزرگی بہ علم است نہ بہ بسال تونگری بہ دل است نہ بہ مال)

مگر اس میں جو کینہ وحسد اور کمینہ پن نہیں اور اس لیے یہ اونچ نیچ دنیا میں فساد کا ذریعہ نہیں ہوسکتی کیونکہ دینی حیثیت کی بڑائی اور اونچ کا حاصل تواضع و خاکساری کے مقامات طے کرنا ہے۔ یعنی اخلاقی اور دینی حیثیت سے کوئی شخص جتنا اونچا بنتا جائے گا اتنا ہی اپنے کو نیچا سمجھتا جائے گا اور اتنا ہی اپنے بنی نوع پر شفیق و مہربان اور ان کا ہمدرد و غم گسار بنتا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایثار و ہمدردی کی نوعیت اس قدر اونچی ہو جانے پر لوگ اس سے محبت کریں گے نہ کہ اس سے عداوت اور اس محبت سے حسن معاشرت پیدا ہوتی ہے نہ کہ فساد اور

Marfat.com

شرانگیزی اس لیے دنیا کے مادی رشتوں نسل وطن' قوم' خون' رقبہ وغیرہ کی اونچ نیچ منبع فساد ہے اور روحانی رشتوں ایمان دیانت' اخلاق' تقویٰ وغیرہ کی اونچ نیچ صلاح وغیرہ ہے اس لیے اسلامی حکومت نے مادی اونچ نیچ کو مٹا کر روحانی فرق مراتب کا راستہ کھولا ہے تاکہ دنیا امن و صلاح کا خزانہ بن جائے اور عالم میں سے بشری کمزوریوں کے فسادات مغلوب ہو جائیں اسی معیار پر قرآن عزیز نے روشنی ڈالی ہے۔

وَجَعَلْنَا کُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔ (الحجرات . 12)

اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

پس اس معیار کی رو سے جو اونچا بنتا ہے وہ اوروں سے زیادہ عوام میں گھل مل جاتا ہے اور اس کی شفقتیں عوام پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ پس اسلام میں بڑائی کے معنی آدمیت کے ساتھ آدمیوں میں گھل مل جانے کے ہیں۔ نہ کہ حیوانیت کے ساتھ انسانوں سے کٹ کر ان پر تعلّی و تفاخر کرنے کے۔

اصول خمسہ کی بحث کا خلاصہ

بہرحال ان اصول خمسہ سے جو امارت شورائیہ کی اساس ہیں امارت کی مطلق العنانی آمریت' قانون سازی یعنی آئین سازی' موروثی گدی نشینی' خاندانی تفاخرات' نسلی امتیازات لامرکزیت' نوضونیت عددی اکثریت یا کثرت رائے کو اساسی اصولی فیصلہ سمجھا جانا استعماریت' غلام سازی' جوع الارض اقوام عالم کو ذاتی یا قومی طور پر محکوم بنانے کی سازشیں پارٹی سسٹم سے لڑانے اور حکومت کرنے کا اصول وطنیت اور قومیت کے اصنام کی پوجا پاٹ وغیرہ جیسے مہلک اور غیر معقول اصول و مقاصد دور ٹھہر جاتے ہیں اور اس کے بالمقابل آسمانی بادشاہت کی روشنی میں اسلام کی امارت شورائیہ کے یہ اصول نکل آتے ہیں مطلق العنانی کے

Marfat.com

بجائے اتباع حق موروثیت کے بجائے انتخاب اصلح کثرت رائے کے بجائے قوت دلیل شخصیت کے بجائے جمہوریت نوضویت کے بجائے مرکزیت غلام سازی کے بجائے غلامی حق محکومیت کے بجائے اخوت اونچ نیچ کے بجائے مساوات پارٹی سسٹم کے بجائے وحدت ادارت اور توحید مقاصد وطنیت وقومیت کے بجائے دینیت اور اخلاقیات وغیرہ پس پہلے اصول ملوکیت کے ہیں اور دوسرے خلافت الٰہی کے ملوکیت کا نتیجہ عالم میں فساد اور شرانگیزی ہے کیوں کہ وہ انسانی جبر و اکراہ ذاتی جاہ و اقتدار حق تلفی اور خالص سیاسی اتار چڑھاؤ پر مشتمل ہوتی ہے بحوائے کریمہ۔

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً افسَدُوْھَا وَجَعَلُوْ اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً فَکَذَالِکَ یَفْعَلُوْنَ ۔ (النّمل .34)

والیان ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں۔ اور اس کے رہنے والوں میں جو لوگ عزت دار ہیں ان کو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

اور خلافت الٰہی کا ثمرہ عالم میں امن وسکون ہے کہ وہ ایمانداری محبت باہمی دیانت اور حق پسندی اور خدمت خلق اللہ پر مشتمل ہوتی ہے بحوائے کریمہ۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ مِنْکُمْ وَعَمِلُوْ الصّٰلِحٰتِ یَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ بَیْنَھُمُ الَّذِی اَرْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّ کُنَّھُمْ مِنْ بَعْدَ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ۔ (النور55)

تمہیں سے جو لوگ ایمان لا دیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو ان کے لیے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن۔

Marfat.com

سچی اور مخلص حکومت کا صحیح نمونہ

بہرحال یہ اصولی نتائج ہیں جو خلافت کے ان پانچ اساسی اور معیاری اصول سے پیدا ہوتے ہیں یہ ارکان خمسہ گویا ایک سچی اور مخلص حکومت کا دستور اساسی ہیں جن کی رو سے کسی حکومت کو مقبول یا مردود ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

حکومت کے اس طرز خاص کی بنا ایک ہی ہے کہ حکومت صرف خدا کا حق ہے اور بادشاہی صرف آسمانی بادشاہت کا نام ہے اس لیے آسمانی بادشاہت ہی بادشاہوں کے پرکھنے کا صحیح معیار بن سکتی ہے جو بھی حکمرانی اس آسمانی بادشاہت کے دستور اساسی پر جس حد تک منطبق ہو گی اسی حد تک وہ مقبول حکومت کہی جائے گی ورنہ رَد کیے جانے کے قابل ہو گی خلافت چونکہ نام ہی اس حکومت کا ہے جو کلیۃً آسمانی بادشاہت پر منطبق ہو اس کا کامل نمونہ ہو اور ہر جہت سے اس کا ظل اور عکس ہو اس لیے حقیقی معنی میں حقیقی مقبولیت بھی اس ظلی حکومت کے حصہ میں آئے گی جیسا کہ ابھی امارت شرعیہ کے دستور اساسی سے واضح ہوا۔

خلافت سے واجب شدہ حقوق دوگانہ کے اثرات

ان پانچ اصول کے علاوہ خلافت کے وہ دو اصول جو رعایا سے متعلق ہیں یعنی قلبی انقیاد و تسلیم اور ایک حسی سمع و طاعت ان کے آثار بھی دینوی طرز حکومت کے آثار سے جداگانہ ہیں۔

اولین حق کے چار ثمرے

مثلاً قلبی انقیاد و تسلیم ایک بنیادی اور حقیقی وفاداری ہے جو حکومت کے ساتھ قلب میں اجاگر ہوتی ہے اس سے ایجی ٹیشن اور مخالف مظاہروں کی جڑ کٹ جاتی ہے جو فساد فی الارض اور مزیل امن و سکون ہے۔ ساتھ ہی ڈپلومیسی اور عیاری کی بنیاد بھی منہدم ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ حکومت کے مخالف عام پروپیگنڈہ کرنے کی۔ صورتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں اسی سے سازشوں کا سسٹم بھی منقطع ہو جاتا ہے حاصل کہ یہ تشویشات اور قلوب کی پراگندگی باقی نہیں رہتی اور دوسرے لفظوں میں حقیقی امن و عافیت کا دور دورہ ہو جاتا ہے پس ان

Marfat.com

حکومتوں میں جہاں ایجی ٹیشن قانونی چیز ہو۔ مظاہرے آئینی ہوں ڈپلومیسی اور نفاق اصول کا درجہ رکھتا ہو۔ حکومت کے خلاف پروپیگنڈے جائز ہوں اور ان امور سے سازشی جذبات کو پرورش کا موقعہ ملتا ہو نہ حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے نہ خلوص وصداقت کے جذبات پرورش پا سکتے ہیں بلکہ یہ اس کی صاف دلیل ہو گی کہ حکومت میں خود تذبذب کے جراثیم موجود ہیں اور وہ مخلصانہ طرز پر رحم و کرم۔ عدل و انصاف اور بہی خواہی رعایا کے جذبات سے قاصر ہے اس لیے وہ ان مظاہروں کو قلبی اخلاص سے روکنے پر قادر نہیں ہے اور جب راعی و رعایا سب ہی دورخی کی پالیسی رکھتے ہوں گویا حکومت ومحکومیت دونوں کے لیے خلوص وسچائی بے معنی ہو تو نہ وہ حکومت ہی دیر پا ہو سکتی ہے اور نہ وہ اپنی رعایا کو اور رعایا حکومت کو مطمئن کر سکتی ہے حکومت ہر وقت رعایا کی وفاداری کا رونا روتی رہے گی۔ اور رعایا ہمیشہ اس کی سنگدلی کا جھینکنا جھینکتی رہے گی گویا راعی رعایا پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ اور رعایا راعی کو ملعون ٹھہراتی رہے گی۔

ان صورتوں میں ایسی حکومتیں جب کہ جبر وتشدد سے مظاہروں کو روکنے اور مخالف پروپیگنڈوں کو ختم کرنے کی صورتیں پیدا کریں گی تو ان سے اور زیادہ باہمی بے اعتمادی کے جذبات کو ابھارنے کی صورتیں پیدا ہو جائیں گی جس سے حکومت و رعایا کے تمام تعمیری کام رک جائیں گے اور جانبین سے دفاع و مدافعت پر ہی تمام قلبی جمانی اور دماغی قوتیں صرف ہوتی رہیں گی ظاہر ہے کہ نہ ایسی حکومت کوئی کامیاب حکومت کہلائی جا سکے گی۔ نہ ایسی رعایا ہی کامیاب رعایا ہو گی۔

ثانوی حق کا ثمرہ

(2) ایسے ہی اس حکومت کے ساتھ جو مذکورہ اصول خمسہ پر پوری اتری ہو یعنی رعایا پر رحمت وشفقت بھی رکھتی ہو۔ حقیقتاً ظل اللہ ہو جبکہ رعایا کی جانب سے حسی سمع و طاعت کا فریضہ ادا کیا جائے گا اور ہر حکم کی تعمیل ہو گی بہر قانون کا احترام ہو گا اور ہر اصول کی پابندی ہو گی۔ تو اس سے آئینی بغاوتوں کی جڑ کٹ جاتی ہے جو قانون کے دائرہ میں رہ

Marfat.com

کر کی جاتی ہیں اور راعی و رعایا دونوں کے لیے تشویش و اضطراب کا باعث رہتی ہیں اور جس سے حکومت کی چلتی ہوئی مشین میں ہر وقت رکاوٹیں پیدا ہوتی رہتی ہیں کیونکہ اس آئینی یا جائز مگر ناگوار بغاوت کی صورت میں قلوب سے تو بغاوت ہوگی اور قوالب سے ظاہر داری کی سمع و اطاعت یا کاغذ میں تو سمع و طاعۃ ہوگی اور نفس میں سرکشی و نافرمانی اور یہ وہی نفاق کا چربہ ہے جو بنام اخلاص بروئے کار آتا ہے اور فضاؤں کو مکدر کر دیتا ہے۔

بہرحال جبکہ حکومت ان اصول خمسہ کی حامل نہ ہو جو عرض کیے گئے نہ اس کی پالیسی رحم و کرم کی ہو نہ اس کا مقصد تربیت رعایا ہو۔ اور نہ اس کے یہاں جمہور کی کوئی وقعت ہو نہ اس میں مرکزیت ہو تو قدرتی طور پر رعایا میں بھی نہ انقیاد و تسلیم ہوگا نہ سمع و طاعۃ اور وہ عموماً آئین کے پردوں میں چھپ کر بغاوت کے ساتھ نمایاں ہوتی رہے گی اور وقت آنے پر کھلی بغاوت بن جائے گی۔ اور ملک کی عزت و ہم آہنگی ختم ہو جائے گی۔

بہرحال ملک کا حقیقی سکون انہی اصول ہفت گانہ میں منحصر ہے۔ اگر امراء اصول پنجگانہ سے ہٹ جائیں تو رعایا اصول دوگانہ سے ہٹ جائے گی اور پھر دونوں کی باہمی بے اعتمادی سے باہمی بے چینی انمٹ ہو جائے گی۔

خلاصہ کلام

یہ تھا خلافت کے اصول ہفت گانہ کا ڈھانچہ اور اس کے ثمرات اور پھر اس سے ردشدہ ناہموار طریق کا خلاصہ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ آسمانی بادشاہت اور زمینی خلافت ایک دوسرے پر اسی طرح منطبق ہیں جس طرح ایک صادق القول کے اقوال اس کے افعال پر منطبق ہوتے ہیں اور قول و فعل میں کوئی عدم مطابقت نہیں ہوتی۔ پس آسمانی بادشاہت خدا کے افعال کی سلطنت ہے جسے تکوین کہتے ہیں اور زمینی خلافت خدا کے اقوال کی سلطنت ہے اور اس سے زیادہ سچا کون ہے کہ اس کے قول و عمل میں مطابقت نہ ہو؟ اس لیے خلافت ارضی کلیۃً بادشاہت آسمانی پر منطبق ہے اور ایک سچی اور مخلصانہ حکومت کے لیے نمونہ اور اس کے رد و قبول کا معیار ہے البتہ اس مطابقتِ قول و فعل کی قدرے تشریح و وضاحت درکار ہوگی جس کے لیے چند مثالیں کافی ہوں گی۔

Marfat.com

آسمانی بادشاہت اور زمینی خلافت کے آثار کی یکسانی
اور
اس کی چند مثالیں

آسمانی بادشاہت کے اصول وفروع کے ڈھانچے اور حقیقت پر زمینی خلافت کو منطبق دیکھنے اور باور کرنے کے لیے حسب ذیل مثالوں پر غور کیا جائے جس سے وہ آسمانی بادشاہت کا حقیقی ظل اور عکس ثابت کی جا سکتی ہے۔

نظام اجتماع

مثلاً تکوین کے دائرہ میں متضاد[1] عناصر کی اس قدرتی ہیئت اجتماعی سے جس سے ان عناصر کی بقاء وحیات وابستہ ہے واضح ہے کہ زندگی کے معنی ہی نظام اجتماعی کے ہیں جسے آسمانی بادشاہت نے قائم کر رکھا ہے اور ہلاکت و تباہی کے معنیٰ ہی انتشار و پراگندگی کے ہیں جو عناصر کی طبعی رفتار ہے۔

پس اسی طرح تشریع کے دائرہ میں اسلامی حکومت وہی کہلائی جا سکتی ہے۔ جس میں تمام مختلف الطبائع انسانوں کی عادت وعبادت اور تمدن و معاشرت کا نظام جماعت کے تحت اخوۃ عامہ اور عالمگیر برادری کے رنگ میں قائم کیا گیا ہو۔ تاکہ وہ انسان جو اپنی جبلت سے بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ کے مصداق ہیں اس نظام اجتماعی کے مخصوص دائرہ میں اِنَّمَا

1۔ متضاد عناصر اربعہ کی اصل اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کا جلوہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدیمی دائمی آٹھ صفتوں کا مظہر و مجموعہ ہے۔ اور اربعہ عناصر ان صفات کے جلوہ کا عکس معکوس ہیں۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ اربعہ عناصر میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی دو صفات کے جلوہ کا عکس معکوس ہونے کی وجہ سے ان کا مظہر و مجموعہ ہے۔ نیز چونکہ صفات آپس میں متفق و متحد ہیں اس لئے عناصر آپس میں متضاد ہیں اور غالباً یہی باعث ہے کہ اصحاب نبی رضوان اللہ علیہم اجمعین باہم ایک دوسرے سے نہایت رحیم ہیں۔ ایک جان ہیں۔ جو صفات کا مظہر و نمونہ ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

اَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اور عمومی دائرہ میں اَشْھَدُ اَنَّ النَّاسَ کُلُّھُمْ اخوۃ کے مصداق بن جائیں اس طرح ہلاکت سے بچ کر بقاء و دوام کے مالک بن جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ نظام اجتماعی نہ فوضویت اور بھیڑ کا نام ہے نہ ڈکٹیٹری کا بلکہ امارت شورائیہ عادلہ کا نام ہے کہ اسی نے یہ مقاصد ماضی میں بھی پورے کیے ہیں اور وہی مستقبل میں بھی پورا کرسکتی ہے لَا یَصْلَحُ اٰخِرُ ھٰذَا الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ اَوَّلُھَا (مقولہ امام مالک)

علم و اخلاق

(2) یا مثلاً آسمانی بادشاہت میں جو علوم مدارِ کار ہیں ان میں علمِ ذات و صفات الٰہی کو اصل قرار دیا گیا ہے جسے علم شرائع کہتے ہیں۔ اور علم صنائع کو اس کا تابع اور وسیلہ رکھا گیا ہے جسے علم طبائع کہتے ہیں۔ چنانچہ ملائکہ شرائع کو اونچا اقتدار دیا گیا ہے کہ جبرئیل سید الملائکہ ہیں جو حامل وحی ہیں۔ اور ملائکہ طبائع کو جو بادو باران نور وظلمت رزق وحظوظ وغیرہ پر مقرر ہیں ان سے کم درجہ رکھا گیا ہے کہ وہ علم ادنیٰ کے حامل ہیں اسی طرح خلافت میں علی الاطلاق کمال وہی ہوگا جو علوم شرائع سے پیدا ہو کہ وہ ہی مقصود اصلی اور تہذیب نفس کے لیے قوامِ زندگی ہے علوم طبائع اور مادہ کی ذات و صفات سے متعلقہ علوم مثلاً سائنس فلسفہ ریاضی، ہیئت، معاشیات، اقتصادیات، وغیرہ سے حاصل شدہ کمال کو علی الاطلاق کمال نہ کہا جائے گا بلکہ جس حد تک وہ مقصود میں معین ہو کمال سمجھا جائے گا۔ اور جس حد تک مقصود سے کٹ کر استحصالی شان پیدا کر لے اور مخل مقصود ہونے لگے وبال سمجھا جائے گا پس اسلامی عمارت میں انسانوں کی رفعت و پستی کا معیار علوم شرائع اور تہذیب نفس ہوں گے نہ کہ علوم طبائع اور آزادی نفس پس یہاں فلسفی کو اقتدار نہ ملے گا بلکہ عارف کو ملے گا۔[1]

هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ. (موت العالم موت العالم)

کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں۔

پھر ایسے ہی یہاں الٰہیات کے آثار تقویٰ و پرہیز گاری، دیانت داری، راستبازی،

1 اللہ تعالیٰ مولانا محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کو اپنا کمال قرب عطا فرمائے۔ بہت عمدہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

شفقت و خیر خواہی اور ایثار و ہمدردی وغیرہ باعثِ سربلندی و مقبولیت ہوں گے جن سے عالم میں سعادت و برکت پھیلتی ہے نہ کہ طبیعات اور مادیات کے آثار خود غرضی' نفاق و شقاق مکر و فریب ڈپلومیسی اور عیاری وغیرہ جن سے دنیا میں نحوست و بے برکتی پھیلتی ہے۔

نمائش سے گریز

(3) ایسے ہی آسمانی بادشاہت میں مظاہر و شوکتِ تخت و تاج عباء و قباء خزائن و دفائنِ باغات وجنّات وغیرہ۔ سامانِ کروفر سب ہی کچھ ہیں مگر معنویت کے رنگ میں ہیں نہ کہ نمائشی رنگ میں ہیں۔

ایسے ہی خلافت میں بنیادی چیز نمائش نہ ہوگی بلکہ معنویت و حقیقت ہوگی یہاں امیر کا تاج سونے چاندی اور موتیوں کا نہ ہوگا بلکہ فضل و کمال کا ہوگا۔ امیر کا تخت یاقوت و زمرد کا نہ ہوگا۔ بلکہ معمولی فرش اور چٹائی کا ہوگا یعنی مسند تمکین و وقار ہی اس کی اصل مسند ہوگی یہاں ایوان عمارت اور شاہی قلعے قیمتی پتھروں کے نہ ہوں گے۔ بلکہ خانہ خدا کی چہار دیواری کی صورت میں ہوں گے۔ یہاں عباء قباء لباس تقویٰ ہوگا نہ کہ ریشم و کتاں۔ یہاں امراؤ خلفاء کا ذاتی جوہر ہوس ناکی نہ ہوگا بلکہ غناء و صبر جو آسمانی بادشاہ کا کمال ہے۔ یہاں اصل مقصود روٹی اور سود بٹہ سے تکاثر اموال نہ ہوگا بلکہ استقلال کے ساتھ اصل مقصد خدا پرستی اور حق و صداقت کی اشاعت ہوگا۔ غرض خلیفہ و خلافت اصلی شہنشاہ اور اس کی حقیقی شوکت کے انداز پر ہوں گے کہ حَسْبُنَا عِزَّةُ الْإِسْلَامِ (مقولہ فاروقی ہے)

بے تکلفی

(4) آسمانی بادشاہت کی ہر صنعت و حرفت فطری ہے نہ کہ بناوٹی اور نمائشی ایسے ہی خلافت میں بھی تصنع و بناوٹ اور تکلف کا پرتو نہ ہوگا کہ مثلاً لفظی ہمدردیاں بہت ہوں اور دلوں میں نفاق بھرا ہوا ہو عمارتوں پر بورڈ حق و صداقت کے لگے ہوئے ہوں اور اندر فواحش و منکرات کا غلبہ ہو۔ اوپر سے ٹیپ ٹاپ ہو اور اندر کچھ نہ ہو دفتری اور کاغذی تشکیلات کی بھرمار ہو اور واقعیت ندارد ہو۔ مسل میں نمائشی انصاف سے مزین الفاظ ہوں

Marfat.com

اور واقعہ میں انصاف کا خون ہو۔ غرض گندم نمائی و جوفروشی اس امارت کے خمیر میں نہیں ڈالی گئی۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اور اَتْقِيَاءُ اُمَّتِیْ بَرَاء مِّنَ التَّكَلُّفِ .

فتح قلوب

(5) آسمانی بادشاہت کا سکہ دلوں پر چلتا ہے جیسا کہ ثابت ہوا خلافت میں بھی صرف اجسام ہی فتح نہیں کیے جاتے۔ بلکہ قلوب و ارواح فتح کیے جاتے ہیں اور اس حکومت کا تسلط دلوں پر ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ (الحدیث)

ہمہ گیری

(6) آسمانی حکومت عالمگیر ہے جس سے کائنات کا کوئی گوشہ خالی نہیں خلافت عامہ بھی مقامی یا محدود الوطن یا محدود القومیت نہیں بلکہ ہمہ گیر ہے۔ لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَدٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِغَيْرِ عِزٍ عَزِيْزٍ وَ ذُلِّ ذَلِيْلٍ۔ (الحدیث)

عدیل منافرت

(7) آسمانی بادشاہت منافرت باہمی پھیلا کر حکمرانی نہیں کرتی بلکہ متضاد عناصر کو جوڑ کر ان کو پروان چڑھاتی ہے خلافت کی اساس بھی محبت والفت باہمی ہے۔ منافرت باہمی نہیں۔ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا اَوْقَطَاوَ عَادَلَا تَخْتَلِفَا۔ (الحدیث)

مرکزیت خواص

(8) آسمانی بادشاہت میں عوام خواص کے تابع ہیں۔ اور کثرتیں و حدتوں کی طرف لوٹ رہی ہیں حتیٰ کہ آخر مرجع الامر وحدت الوحدات اور علت العلل ذات بابرکات خداوندی ہے۔ غرض یہاں اتباع کا کارخانہ عموم سے خصوص کی طرف چلتا ہے۔ نہ کہ برعکس خلافت میں بھی خواص عوام کے تابع یا ان کے کارندہ نہیں بلکہ ان کے مربی اور متبوع ہیں یہاں رائے عامہ حکمرانی نہیں کرتی بلکہ قانون حق اور یہ قانون حق جن کے سینوں میں ہو وہی

Marfat.com

خواص کہلاتے ہیں۔ ان میں سے امیر کے انتخاب میں عوام کی رائے بواسطہ خواص ضرور معلوم کی جائے گی۔ لیکن قیام نظم عوام کی جزی آراء پر نہ ہوگا بلکہ قانون حق پر وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (القرآن۔ المومنون 71)

نصب العین کی صداقت

(9) آسمانی بادشاہت میں حکومت ذریعہ عیش اور وسیلہ حرص و ہوا نہیں۔ بلکہ واسطہ ربوبیت ہے خلافت میں بھی امارت ذریعہ تربیت و تکمیل بشریۃ ہے۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ. (القرآن)

رعایت طباع

(10) آسمانی بادشاہت میں ہر نفس پر بقدر وسعت بار ڈال کر رحمت عامہ کا ثبوت دیا گیا ہے خلافت میں بھی قانون شرعی کی اساس نفوس بشریت کی طبعی سہولت و تیّسری (آسانی) پر رکھ کر مسامحہ عامہ کا ثبوت دیا گیا ہے۔ بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفَةِ السَّهْلَةِ السَّمْحَةِ الْبَيْضَاءِ الَيْلُهَا وَنَهَارُ مَاسَوَاءٌ۔

طریق انتخاب خواص

(11) آسمانی بادشاہت میں خواص کے انتخاب کا معیار عبادت و قرب و مقبولیت عند اللہ ہے۔ خلافت میں بھی رسائی اور سربلندی کا معیار اتباع حق اور محبوبیت عند اللہ ہے نہ کہ عوام کا ووٹنگ اور کشاکشی الیکشن۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (القرآن۔ آلِ عمران 31)

نامزدگی حق

(12) آسمانی بادشاہت میں مقربین خاص و مصاحبین یا اختصاص یا انتخاب حق (نامزدگی) سے چنے جاتے ہیں یا اپنی نیاز مندی اور کثرت عبادت سے مقرب ہو جاتے ہیں خلافت میں بھی مقربین خلافت رسمی طور پر کسی الیکشن سے نہیں چنے جاتے بلکہ قوت و تقویٰ و تقدس سے من جانب اللہ دلوں میں گھر کر کے مرجع خلائق بن جاتے ہیں۔ اللہ

Marfat.com

یحبتی اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ ۔ (الشوریٰ ۔ 13)

مرجع الامر کی وحدت

(13) آسمانی بادشاہت میں ہر چیز کا آخری مرجع تنہا ذات حق ہے خلافت میں بھی ہر علم وعمل کا محور مرکز ذات وصفات حق اور کمالات الٰہی ہوں گے۔ وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی ۔ (القرآن) العلق ۔8

یہ چند نمونے بطور مثال کے عرض کیے گئے اس انداز سے ہزاروں اصول اور بھی مستنبط ہو سکتے ہیں جو سماوی بادشاہت اور خلافت میں ہم آہنگی اور یکسانی لیے ہوئے ہیں۔

خلاصہ کلام

بادشاہت اور خلافت کا بنیادی فرق

بہر حال اصول ہوں یا فروع اوصاف ہوں یا احوالِ امارت شرعیہ یا خلافتِ کلیۂ آسمانی بادشاہت پر منطبق اور اس کا نمونہ ہے یعنی خلافت کوئی رسمی بادشاہت نہیں بلکہ اصلاح خلق اللہ میں حق تعالیٰ شانہ کی نیابت اور قائم مقامی ہے اس لیے خلافت کو نہ رسمی بادشاہتوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ان کے مروجہ طریقوں سے اسے حاصل کیا جا سکتا ہے دنیا اگر اسلامی حکومت کا نام لے کر ملوکیت کی حکمرانی قائم کرنے کی سعی کرے گی تو اس سے وہ خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتی بادشاہت اور خلافت کے اصول وفروع اور مقاصد ونتائج میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق اور بُعدِ بعید ہے۔

قیام امن کے لیے خلافتی طرز اور بادشاہی طریقے میں کھلا فرق

دنیا کی رسمی بادشاہتوں کا زیادہ سے زیادہ نیک مقصد اگر اتفاق سے ہو جائے تو عالم آفاق میں امن وسکون قائم کرنا ہوسکتا ہے تاکہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کر سکے قوی ضعیف کو ستانے سے باز اور رعایا کا جان و مال اور آبرو محفوظ و مامون رہے۔ معاملات میں دخل فصل نہ ہوں فساد بند ہو جائیں اور حق داران کو ان کے حقوق صحیح طور پر پہنچتے رہیں تاکہ حق بہ حق باید رسید لیکن خلافت کا نصب العین صرف عالم آفاق ہی کا امن و چین نہیں بلکہ

Marfat.com

دراصل عالم النفس کا امن و چین اس کا نصب العین[1] ہے جس سے پورے عالم میں اصلی اور حقیقی امن و چین قائم ہوتا ہے۔

خدائی حکومت میں اخلاق کوسب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے

کیونکہ آفاقی چور اور ڈاکو اتنے خطرناک نہیں جتنے نفس کے چور اور ڈاکو یعنی نفس و شیطان خطرناک ہیں جو اخلاق و ایمان پر چھاپہ مارتے ہیں۔ نیز خدا اور بندے کے درمیان راستہ میں جو عبودیت اور اخلاق ربانی کا راستہ ہے زبردست رکاوٹ ہیں اور ظاہر ہے کہ آفاق کا فساد حقیقتاً عالم النفس کے فساد کے تابع ہے۔ پس اگر جبری طور پر بادشاہی قوت سے ظاہری بدعملی کو روک بھی دیا جائے مگر قلوب میں اخلاقی فساد بدستور قائم رہے تو ممکن نہیں کہ عالم آفاق میں حقیقی امن وسکون قائم ہو جائے مثلاً اگر قلوب میں حرص وطمع کا غلبہ رہے تو چوری ڈکیتی کا ظہور ناگزیر ہے اگر قلوب میں (حرص و ہوا) اور شہوت پرستی کا زور رہے تو فحش اور زنا کاری کا ہونا ضروری ہے اور قلوب میں جہالت وحماقت پڑی ہوئی ہو۔ تو جاہلانہ حرکات اور احمقانہ باتوں اور ایذا رسانیِ خلق کا صدور لامحالہ ہو گا کیوں کہ ان تمام ظاہری افعال کا ظہور عالم النفس ہی کے اخلاق بد سے ہوتا ہے جب تک اخلاق میں گندگی موجود ہے گندہ افعال سے کلی طور پر بچاؤ اور ان کے انسداد کی کوئی صورت نہیں قانونی دباؤ یا سیاسی طاقت سے اگر ظاہر میں کسی فعل بد کو جبری طور پر روک بھی دیا جائے تو جب تک اس کا مادہ قلب میں موجود ہے کبھی بھی ان افعال کا انسداد نہیں ہوسکتا اور اس لیے بداخلاقی کے ہوتے ہوئے کبھی بھی حقیقی اور پائیدار امن عالم میں قائم نہیں ہوسکتا لیکن اگر قلوب میں سے حرص وطمع ذوقِ فحش ومنکر مذاق غفلت وقسادۃ رنگِ جہل وحماقت نکل جائے یا مفلوج ہو جائے تو اس ذوق سے متعلقہ اعمال خود ہی مغلوب اور مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔ پس خلافت الٰہی نہ صرف بدکاریوں کو روک ہی دیتی ہے بلکہ دلوں سے ان کا ذوق بھی مٹا دینا چاہتی ہے جو تربیت اخلاق کے بغیر ممکن نہیں اس لیے خلافت الٰہی کے نظام کی غرض

---

1. عالم آفاق سے مرادِ عالمِ اجساد ہے اور عالمِ النفس سے مراد عالم ارواح ہے۔ اہل اللہ عالمِ النفس کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں اور علماء شریعت عالم آفاق کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں۔ دونوں کا وجود اپنے اپنے دائرہ عمل میں لازمی ہے۔ (مؤلف۔ جیبی)

Marfat.com

وغایت مخلوق کو محض افعال بد سے باز ہی رکھنا نہیں بلکہ اخلاقِ بد کا مادہ نکال کر لوگوں کا تزکیہ نفوس بھی ہے تاکہ دنیا پاک نفوس سے آباد ہو کر مسکنِ پاکیزگی بن جائے اور ہر شخص کے دل میں بدی سے نفرت بھی پیدا ہو جائے اور نیکی کی طرف اس کا قلبی میلان بھی بڑھ جائے اس لیے خلافت کا نظام جہاں افعال پر پہرہ بٹھلائے گا وہیں اخلاق کی نگرانی کا بھی ذمہ دار ہوگا وہ صرف بازاروں درباروں ہی کو نہیں دیکھے گا گھروں اور خانگی معاملات میں بھی اس طرح مداخلت کرے گا جیسے ایک مربی اور شفیق باپ اپنی اولاد کے معاملات میں اخلاقی قوت سے دخیل ہو کر ان کے دلوں اور اخلاق کی اصلاح کرتا ہے کیوں کہ یہ خلافت ملوکیت نہیں جس کی حکومت صرف اجسام پر ہوتی ہے بلکہ بالواسطہ حکومت ربانی ہے جس کی حکمرانی قلوب و ارواح پر بھی ہوتی ہے اس لیے وہ ظاہر و باطن پر یکساں حاکم و متصرف ہوگی۔ بہرحال سلاطین کی مساعی اگر وہ نیک نیت ہوں صرف اجسام اور ظواہر کی اصلاح تک محدود ہے اور خلفاء کی جدوجہد ارواح وقلوب تک کی اصلاح تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔

قیام امن کا اسوہ حسنہ

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو اکمل ترین خلیفہ ربانی ہیں جہاں چوری' زنا' قتل وغیرہ پر حدود وتعزیرات جاری فرماتے تھے وہیں آدھی رات اٹھ کر رعایا کے احوال ونفوس اور ان کے ذکر اللہ اور یادالٰہی کی بھی نگرانی فرماتے تھے۔ مثلاً صحابہ میں سے کس نے تہجد پڑھا۔ اور کس نے نہیں پڑھا۔ اور کسی نے کس طرح پڑھا اور کس نے کس انداز سے کون اپنے لیل ونہار کس طرح گزارتا ہے اور کون کس طرح؟ ذرا بھی کسی کی معاشرت اور اخلاق پر شبہ ہوتا تو فوراً اس کی اصلاح وتربیت فرمائی جاتی تھی۔ غرض ملوکیت کی بنیاد ظواہر پر ہے۔ اور خلافت کی ظاہر و باطن دونوں پر ہے جس میں باطن اصل ہے اور ظاہر اس کے لیے وسیلہ سلاطین صرف جسمانی راحت اور امن وسکون کی فکر میں رہتے ہیں اور خلفاء الٰہی روحانی لذت کی۔ ابدی راحتوں کی تکمیل کے لیے تمام اجسام اور جسمانیات کو خادم اور وسیلہ بناتے ہیں۔

Marfat.com

سلاطین کی محدود اور خلفاء کی حکومت وسیع

اس لیے سلاطین تو اجسام کے ظاہری کر دفر اور آرائشِ جاہ و جلال میں منہمک رہتے ہیں اور خلفاء الٰہی کے یہاں ظاہری کی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ باطنی عز و وقار اخلاقی متانت و سنجیدگی اصل سمجھی گئی ہے وہاں طلائی اور نقرئی تاج اور کتانی عبا زیب جسم ہوتا ہے اور یہاں جامہء صفاتِ کمال اور تاجِ علم و معرفتہ کا لباس زیبِ روح ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلاطین کی نظر چونکہ صرف ظاہر پر ہوتی ہے اس لیے ان کا اختراعی قانون بھی صرف ظاہری ضوابط پر ہی مشتمل ہوسکتا ہے کہ نہ وہ باطن کے نشیب و فراز کو جانتے ہیں۔ نہ اس کا قانون بنا سکتے ہیں لیکن خلافت کے معنی جب کہ ظاہر و باطن اور سرّ و علانیہ دونوں کی اصلاح کے ہیں اس لیے خلافت کا قانون اختراعی کبھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اسی ذات کے تجویز سے مرتب شدہ ہوسکتا ہے جو عالم السّرِ والعلانیہ ہے اور شہود و غیوب پر یکساں نظر رکھتا ہے یعنی مالک الملک جل مجدہ و عزاسمہٗ

قانون سازی حقیقتاً انسان کے بس میں نہیں

اسی لیے خلافت کے سلسلہ میں تقنین (قانون سازی) کا حق غیر اللہ کو نہیں دیا گیا کہ وہ اس جامع قانون کے بنانے پر قادر ہی نہیں ہے کہ علم بھی اس کا جامع نہیں۔ البتہ خلفاء کو جو الٰہی قانون کی پیروی سے اپنی فطرتوں کو مُستنیر اور نورانی بنا چکے ہوں۔ اور قانون الٰہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا ہو۔ قانون سے استنباط و قیاس کا ضرور حق ہے جب کہ ان میں اس کی شرائط پائی جائیں ورنہ وضع قانون کا انہیں کوئی حق نہیں۔

بہرحال حقیقی امن و سلامتی اصلی تہذیب و شائستگی حقیقی انسانیت انسداد جرائم اور تکمیلِ فضائل دنیا میں صرف قانون الٰہی کی حکومت اور اس کے زیر اثر زندگی گزارنے سے ممکن ہے کہ اسی سے آسمانی بادشاہت کا نمونہ قائم ہوسکتا ہے ورنہ ملوکیت کا رنگ جتنا تیز ہوتا جائے گا۔ جس کے معنی انسان پر انسان کی حکومت کے ہیں اسی حد تک دنیا کی بدامنی اور بے چینی ترقی کرتی جائے گی۔

Marfat.com

خلاصہ بحث

حکومت الٰہی کے پندرہ روزے

لیکن یہ صرف اس صورت سے ممکن ہے کہ قانون الٰہی کو پوری زندگی یعنی اعتقادی عملی اور کاروباری زندگی میں جاری کیا جائے اسے محض ایک مذہب یا روحانیت محضہ کی نگاہ سے نہیں بلکہ ایک ایسے دستور زندگی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے جو مہد سے لے کر لحد تک پھیلا ہوا اور انسان کی حیات پر چھایا ہوا ہو۔ جس کی تفصیل سابقہ ابواب میں گزر چکی ہے ان تمام تفصیلات کو سمیٹ کر اگر خلاصہ کیا جائے اور نوعی طور پر یہ دیکھا جائے کہ اصولاً وہ کون سے عملی ابواب زندگی ہیں جن پر اقنون ربانی کی حکومت کا عمل ہوتا ہے۔ تو وہ کل پانچ انواع نکلیں گی۔

اعتقادات' عبادات' معاملات' سیاسیات' اخلاقیات' پھر ان میں سے ہر ایک نوع کے نیچے تین تین اقسام ہیں۔ اور اس طرح زندگی کے تمام اصولی پہلوؤں کا نقشہ پندرہ اقسام پر مشتمل نکلے گا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

اعتقادات کے سلسلہ میں تین قسمیں ہیں ایک ذات وصفات الٰہی کے بارہ میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اعتقاد رکھنا۔ دوسرے انبیاء و ملائکہ اور رجال غیب کی صحیح نوعیت کو پہچاننا اور ماننا اور تیسرے معاد حشر و نشر اور جنت و نار وغیرہ کے بارہ میں صحیح عقیدہ رکھنا یعنی مبداو معاد اور نبوت کے متعلق صحیح اور مستند فکر و اعتقاد' عبادات کے سلسلہ میں بھی تین قسمیں ہیں۔

عبادات بدنی جیسے نماز' روزہ' تلاوت قرآن مجید' اذکار دعوات درود شریف وغیرہ۔ دوسرے عبادات مالی' جیسے زکوٰۃ' صدقات' وقف بنائے مساجد و مہمان سرائے' وخانقاہ' و مدارس' و پل و چاہ وغیرہ۔ تیسرے عبادات جو بدن اور مال دونوں سے مرکب ہوں۔ جیسے حج' عمرہ' جہاد' اقامت واحیائے دین وغیرہ۔

معاملات کے سلسلہ میں بھی تین قسمیں نکلتی ہیں۔ ایک وہ معاملات جن میں عبادت ہونے

Marfat.com

کی شان بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے نکاح' خدمت والدین' پرورش اولاد' ہمسایوں کے حقوق' غلاموں کے حقوق' ہم نشینوں اور دوستوں کے حقوق' مہمانوں کے حقوق' اعزۂ و اقارب کے حقوق وغیرہ۔

دوسرے وہ معاملات جن میں عبادت ہونے کی شان نہیں گو نیت نیک سے باعث اجر و ثواب بھی ہوتے ہیں جیسے بیع و اشترا' اجارہ' رہن' شرکت' وکالت' کفالت' اکتراء (کرایا پر جائیداد اٹھانا) احیاء اموات (بنجر زمینوں کو زراعت وغیرہ کے کام میں لینا) وغیرہ تیسرے وہ معاملات جس میں ایک گونہ تبرع و احسان اور حسن سلوک کی شان پائی جاتی ہے جیسے ہبہ' قرض' اقراض' مضاربت (یعنی تجارت میں ایک کی مالی اور دوسرے کی عملی شرکت) وغیرہ۔

سیاسیات کے سلسلہ میں بھی تین قسمیں نکلتی ہیں اول ایسے سیاسی امور جس میں عبادت ہونے کی شان بھی پائی جاتی ہے جیسے کفارات' کفارہ' دروغ حلفی کفارہ قتل' کفارہ روزہ شکنی' کفارہ ظہار (جیسے بیوی کو ماں بہن سے تشبیہ دے دینا) کفارہ جماع' بحالت حیض وغیرہ دوسرے ایسے سیاسی امور جن میں سیاست محض پائی جاتی ہے۔ جیسے تعزیرات' قصاص حدود سزائے زنا' سزائے شراب خواری سزائے سرقہ' سزائے ڈاکہ زنی' سزائے گالم گلوچ (سب و شتم) وغیرہ۔ تیسرے ایسے سیاسی امور جن میں سیاست کے ساتھ معاملہ ہونے کی شان بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے ربہ' ضمان' (تاوان) وغیرہ' اخلاق کے سلسلے میں بھی تین قسمیں ایک اخلاق وہ ہیں جن کا تعلق اللہ سے ہے جیسے توکل اعتماد رضاء و تسلیم تفویض اور محبت وغیرہ دوسرے وہ اخلاق ہیں جن کا تعلق مخلوق سے ہے جیسے ایثار سخاوت شجاعت جود و کرم۔ احسان نصیحت' خیر خواہی خدمت خلق اللہ شفقت اور سہولت وغیرہ۔ تیسرے وہ اخلاق ہیں جن کا تعلق خود اپنے نفس سے ہے جیسے قناعت' زہد' صبر' استخلاء (خلوت پسندی)

اصولاً انسانی زندگی کے یہ کل پندرہ گوشے ہیں جن سے آدمی کی زندگی باہر نہیں جا سکتی خیال و فکر پر اعتقادات حاوی ہیں عمل پر عبادات معاملات اور سیاسیات حاوی ہیں اور

Marfat.com

مواد و ملکات باطن پر اخلاق حاوی ہیں اور جب ایک انسان کے فکر، عمل اور خلق کے راستہ سے قانون الٰہی کی حکومت میں داخل ہو کر اس پر مستولی ہو جائے جس سے نہ دل کے گوشے بچے رہیں نہ اعضاء بدن کے حرکات وسکنات الگ رہیں اور نہ دماغ کی چولیں یکسو رہیں تو اس صورت میں اسے فطری حکومت یا خدائی حکومت کی رعایا شمار کرنے میں کوئی تامل نہ کیا جائے گا۔ ورنہ ترک عبادت و اخلاق کے ساتھ محض سیاسیات میں انہماک یا ترک معاملات واداء حقوق کے ساتھ عبادت و اخلاق میں انہماک یا ترک اعتقاد کے ساتھ سیاست و عبادت کا شغل یا ان سب امور میں برابر کے انہماک کے ساتھ طریق عمل کا تصنع اور بناوٹ یعنی خدائی قانون سے الگ ہو کر خود ساختہ اصول وقوانین کے تحت زندگی بسر کرنا گویا خلاف قانون زندگی اسے فطری حکومت کی رعایا نہیں بنا سکتی بلکہ وہ مصنوعی اور بناوٹی حکومت کا ایک فرد کہلائے گا جو خدائی حکومت کا مجرم ہوگا اور اگر اس پر بھی وہ خدائی حکومت کی رعیت ہونے کا اعلان کرتا رہے گا تو اسے حکومت غیر کا جاسوس سمجھا جائے گا۔ جس کے ساتھ معاملہ ویسا ہی کیا جائے گا۔[1]

فطری

بہرحال فطری حکومت میں داخل ہونے کے یہ پندرہ دروازے ہیں جو ہم نے آخر میں بطور خلاصہ کے کھول دیے ہیں اور یہی اس حکومت کی رعایا ہونے کی علامت بھی ہیں۔ جن سے خدائی رعیت بادلِ نگاہ پہچانی جاسکتی ہے۔ پھر ان دروازوں تک پہنچا دینے والے دلائلِ راہ جن کی روشنی میں راستہ طے کر کے دروازہ تک پھر دروازہ سے اندرون قصر تک اور پھر اس سے آگے خود بادشاہ کی ذات اعلیٰ تک رسائی ہو جائے سات ہیں کتاب و سنت، واجماع و قیاس، استصواب وتعامل واباحتہ اصلیہ، اگر ان میں سے کوئی دلیل راہ نہ بنے تو نہ اس فطری حکومت کی سڑک پر نظر پڑ سکتی ہے۔ نہ دروازے نہ قصر شاہی اور نہ بادشاہ مطلق کی ذات بابرکات تک رسائی اس لیے بطور خلاصہ فطری حکومت کے قانون حکومت کی سات قسمیں اور وظائف رعایا کی پندرہ قسمیں نکل آتی ہیں۔ جن سے انسانی زندگی کا کوئی

1 فطری حکومت سے مراد تکوینی اور تشریعی حکومتوں کا اجماع ہے جسے خلافت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

گوشہ باہر نہیں جا سکتا۔

خلافت کے سوا کسی مصنوعی نظام میں امن میسر نہیں آ سکتا

بہر حال اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ دنیا میں قیام امن کا طریقہ سلطنت اور بادشاہت نہیں ہے۔ بلکہ خلافت ہے جس کا نام فطری حکومت ہے شاہیت کی دنیا اس نقطہ تک تو آ گئی ہے۔ کہ شاہیت اور ڈکٹیٹر شپ باعث امن وصلاح نہیں بلکہ باعث بے چینی و فساد ہے اس لیے دنیا کی اکثریت شاہیت اور ڈکٹیٹر شپ کے مٹانے کی فکر میں جدوجہد کر رہی ہے لیکن اس سے ہٹ کر ابھی وہ خلافت تک نہیں پہنچ سکی ہے بلکہ جمہوریت کے نام پر عوامی حکومت کے عنوان تک آ سکی ہے۔ حالانکہ ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ اول تو جمہور کی موجودہ رنگ کی حکومت خود ایک مستقل فساد ہے جو ڈکٹیٹر شپ سے بھی بدتر ہے بلکہ ایک بدترین قسم کی منافقانہ ڈکٹیٹر شپ ہے کیونکہ اس صورت میں جمہور کا نام لے کر شخصیتیں اپنی اغراض پوری کرتی ہیں۔ جس میں آمریّت کے علاوہ نفاق اور دھوکہ دہی بھی شامل ہے اور اگر یہ جمہوریت اصطلاحی ہے تو وہ پارٹی سسٹم ہے جو ڈکٹیٹر شپ سے زیادہ مہلک عذاب اور بدامنی و اضطراب کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ کہ اس میں کسی وقت بھی جماعتوں کی کشاکشی کے سبب امن و سکونِ قلب میسر نہیں آ سکتا اس لیے شاہیت سے ہٹ کر منافقانہ ڈکٹیٹری۔ اضطراب آفریں لامرکزیت یا پھر استبدادی مرکزیت میں کسی بھی قلب کو چین اور سکھ نہیں مل سکتا بالفاظ دیگر جب تک انسان کی حکومت انسان پر ہو گی خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو اور جب تک انسان کے اختراعی قانون کا تسلط انسان پر رہے گا۔ خواہ وہ کتنے ہی متین اور معقول پیرایوں میں ہو اس وقت تک انسان انسان سے عافیت میں نہیں رہ سکتا انسانی عافیت کی ایک ہی صورت ہے۔ انسان سب برابر ہوں اور انسانیت سے بالاتر طاقت کے نیچے مساویانہ زندگی بسر کریں تاکہ ان کے قلوب کا رخ ایک دوسرے کی طرف سے ہٹ کر صرف اپنے حقیقی مرکز کی طرف جھک جائے جس کی طرف جھکنے ہی سے ان کا نفسانی فساد مٹ سکتا ہے اور رحمانی جذبہ ان میں پیدا سکتا ہے اس طرح آدمی آدمی کے لیے باعث رحمت دامن

Marfat.com

بن سکتا ہے۔

مباحثِ کلام کا نچوڑ

الحاصل یہ زبون حال اور بدمآل دنیا اس وقت تک امن وسلامتی کا منہ نہیں دیکھ سکتی جب تک اس عالمگیر نظامِ اجتماعی کو قبول نہ کرے۔

(1) جس کا دستورِ اساسی مذکورہ سات اصول پر مبنی ہو جن کو ہم نے سبع سنابل کے عنوان سے واضح کیا ہے۔

(2) جس کی راہ کے دلائل مذکورہ سات جہتیں ہوں جو خلاصہ میں گنائی گئی ہیں۔

(3) جس کی کاروباری اور عملی زندگی مذکورہ پندرہ نقشوں میں منضبط ہو۔ جن کو قریبی اوراق میں واضح گیا ہے۔

(4) جس کے اوصاف واحوال آسمانی بادشاہت کے سے ہوں۔

(5) جس کے نظام کی توسیع اخوت' مساوات' عدل اور باہمی شفقت و محبت کی بنیادوں پر ہو۔ جن کو اس آخری فصل میں بعنوانات مختلف نمایاں کیا گیا ہے۔

کہ اس کے بغیر نہ اس شہنشاہ حقیقی کی حکومت کا نقشہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے آ سکتا ہے نہ ہی اس کے ساتھ عقیدت' کیشی اور وفاداری کے جذبات وابستہ ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی امنِ حقیقی اور سکونِ قلبی کی بشاشتیں دلوں میں ابھر سکتی ہیں۔

خلافت ظاہر کا قیام خلافت باطنہ پر موقوف ہے

مگر یہ ظاہر ہے کہ اس صالح ترین نظام اجتماعی کا نقشہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس نقشہ کے مطابق صالح ترین افراد کا قوم میں ظہور نہ ہو جن کے قلوب اس نظام کو چلانے کے لیے بے چین اور مستعد ہوں اور ظاہر ہے کہ قلوب میں یہ استعداد صلاحیت تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور حکومت اسی تصفیہ باطن اور تکمیل اخلاق کا نام خلافت باطن ہے تو واضح نتیجہ نکل آتا ہے کہ خلافت ظاہرہ (یعنی فطری حکومت) کا قیام بغیر خلافت باطنہ کے استوار نہیں ہو سکتا چنانچہ قرن اول کی خلافت راشدہ

Marfat.com

کے قیام کے لیے بھی خلافت باطنہ ہی اول قائم کی گئی۔ یعنی مکہ کی تیرہ سالہ زندگی خلافت باطنہ کی استواری کی تھی جس میں صحابہ کرام کے قلوب ونفوس صیقل کیے گئے اور انہیں اخلاقی رنگ سے صلاح و اصلاح کے راستہ پر ڈالا گیا اس کے بعد مدینہ کی دس سالہ زندگی خلافت ظاہر (یعنی فطری حکومت) کے ظہور کی تھی جو ظاہری اقتدار کے ساتھ چمکی اور ہمہ گیر ہو گئی پس خلافت کے سلسلہ میں رجحانِ طبعی یہی ہے کہ اول عالم النفس میں تغیر و انقلاب پیدا کر کے خلافت باطنی قائم کی جائے۔ جو اخلاق ربانی کی صورت سے نمودار ہو گی پھر بطور ثمرہ و تصریح عالمِ آفاق میں خلافت ظاہری قائم کی جائے جو بصورت بادشاہت نمایاں ہو گی۔ غرض تمکین فی الارض کے لیے تمکین فی نفس لازمی ہے۔ ورنہ روح کے بغیر ڈھانچہ ایک لاشہ ہوتا ہے۔ جس کا انجام/ بقاءِ استحکام نہیں بلکہ تشتت و انتشار ہے۔

خلافت باطنہ کے چار بنیادی اصول

ہاں پھر خلافت باطنہ کے چار اصول ہیں۔ جن سے خلافت ظاہری کی ابتدا کی جاتی ہے اولاً تلاوت آیات تاکہ اس کتاب مبین سے دلچسپی اور اس کی طرف رجوع پیدا ہو جو خلافت الٰہی کی روح لے کر آئی ہے دوسرے تعلیم کتاب جس سے وہ روح قلوب میں رچ جائے اور انسان میں علم و معرفت کی معنویت پیدا ہو اسے اچھے برے کی تمیز آ جائے وہ وساوس و تخیلات کے بجائے حقائق و دقائع حجتہ و برہان پر اپنے ہر کام کی بنیاد قائم کر سکے تیسرے تزکیہ جس سے دلوں میں سے زیغ' کجی اور نفسانیت کے شیطانی اور بہیمی جذبات مغلوب و معدوم ہو جائیں فہم میں استقامت آ جائے اور جو کہا جائے اسے صحیح صحیح سمجھنے کی اہلیت دل میں پیدا ہو جائے چوتھے اتباع اسوہ حسنہ اور حکمت کی پیروی جس سے عمل کا راستہ سیدھا رہے بھٹکنے کے احتمالات کا سدباب ہو جائے جس سے قلب میں تردد اور تذبذب نہ آنے پائے بلکہ ایک لازوال یقین اور شرح صدر کی کیفیت راسخ ہو جائے ان چاروں اصول سے قلب کو خدائے برتر سے نسبت وتعلق پیدا ہو گا جس سے باطنی طور پر آدمی خلیفہ الٰہی بن جائے گا اور اس سے خلافت ظاہر کی بنیاد پڑ جائے گی۔

Marfat.com

اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغمبرانہ فرائض یہ ہی چار امور قرآن کریم نے ذکر فرمائے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (ال عمران . 164)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔

بالآخر خلافت باطنہ کی یہ صالح جماعت تیرہ سال میں پیدا ہوئی اور اس نے خلافت ظاہرہ کو آفاق میں پھیلا دیا پس۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اسوة الحسنه لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا۔

تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

پس چار اصول خلافت باطنہ کے نکل آئے اور انتیس اصول خلافت ظاہرہ کے سلسلہ میں ہم نے ابھی گنائے ہیں اس لیے اب تمام مباحث کا نچوڑ 33 اصول میں آ جاتا ہے جن پر خلافت باطنی اور خلافت ظاہری یعنی فطری حکومت کی تعمیر کھڑی ہوئی نظر آتی ہے اور ایک طالب صادق کے لیے بلاشبہ اس میں قناعت اور سیری ہے وباللہ التوفیق۔
بہرحال ہمارے اس طویل مضمون سے فطری حکومت کی حقیقت اس کے اجزاء ترکیبی۔ اس کی غرض و غایت اس کی پالیسی اس کا کروفر اور حشم و خدم اس کے لوازم سلطنت اس کا ماخذ

Marfat.com

اس کا نظری اور عملی انضباط اس کا موقوف علیہ اور مدار وغیرہ سب تفاصیل سامنے آ جاتی ہیں۔ اور تمہید میں آسمانی بادشاہت کی تشریح کے سلسلہ میں جو وعدے کیے گئے تھے وہ بحمد اللہ وفاء ہو گئے۔

خاتمہ کلام سے پہلے چند زبان زد شبہات کی ضروری حد تک تفصیل اور ان کے جواب کی مختصر تقریر ضروری ہے تاکہ مسئلہ کے تحقیقی پہلو کے ساتھ اس کا مناظرانہ پہلو بھی واشگاف ہو جائے اور اس طرح مسئلہ کے مثبت اور منفی دونوں پہلو اجاگر ہو جائیں۔

اقامتہ خلافت پر بعض سطحی اعتراضات اور ان کا جواب

عموماً یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ فی زمانہ خلافت کا قیام ناممکن ہے تو پھر ایک ناممکن کی سعی کیوں کی جائے۔

جواب یہ ہے کہ اول تو اس کے ناممکن ہونے کی کوئی دلیل نہیں دی جاتی بجز اظہار استبعاد کے دوسرے یہ کہ اگر وہ ناممکن ہے تو قرن خیر میں اس کا وقوع کیسے ہوا حالانکہ وقوع دلیل امکان ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ خلافت کا قیام ٹھیک اس منہاج پر ہونا عادتاً ناممکن ہے جس پر وہ قرن اول میں قائم تھی تو اس حد تک یہ شبہ صحیح ہے لیکن اس کا مطالبہ کیسا ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم کی جائے بلکہ جس طرح آج کی خلافت باطنہ ہے اسی طرح کی خلافت ظاہرہ بھی ہو سکتی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ آج کا نماز روزہ اور ذکر اللہ صحابہ و تابعین جیسا ہے آج کی توجہ الی اللہ اور خلوص و صداقت کا مقام صحابہ کے مقامات جیسا ہے لیکن باوجود اس کے ان امور کی فرضیت بھی قائم ہے اور ان پر عمل کرنے والے عمل بھی کر رہے ہیں اور قطعاً اس کے ناممکن ہونے کی بحث نہیں آتی اسی طرح خلافت ظاہر کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ مقصد یہ ہے کہ نقش قدم نہ چھوڑا جائے رفتار خواہ ویسی نہ ہو پھر یہ کہ خلافت نبوت کا قیام اس دور میں جب کہ مادیت اور دہریت نے دنیا کی ارواح کو مسخر ہے بیک دم ناممکن ہے تدریجاً ہی اس کے مقامات طے ہو سکتے ہیں اس لیے معترض عموماً یہ سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے تحریک کرنے والے گویا آج کی تاریخ میں اسے مکمل

Marfat.com

صورت میں قائم کر دینا چاہتے ہیں۔

کبھی کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ کی ضروریات ایسے نہج پر آ گئی ہیں کہ خلافت کے رنگ کی سلطنت بھی قائم ہونی محال ہے سوال یہ ہے کہ زمانہ کی ان ضروریات کے سلسلہ میں ایک تو موجودہ زمانہ کی ڈپلومیسی اور ظلم و فساد اور مکروخدع ہے جو سلطنتوں کا ایک جزواعظم بن گیا ہے ظاہر ہے کہ نہ وہ ضروری ہے اور نہ مفید و مناسب اس سے خود سلطنتیں بھی تنگ آ چکی ہیں۔ سوا سے ضروریات میں شمار کر کے قیام خلافت اور اقامتہ دین کے ناممکن ہونے پر استدلال کرنا ہی ایک غلط اقدام ہے ورنہ یہ ایسا ہی ہو گا جیسا کہ آج معاصی اور مظالم کی کثرت اور شیوع عام دیکھ کر کوئی یہ کہہ دے کہ آج اسلام کا قیام ہی محال ہے اس لیے اس کی تبلیغ بھی کیوں کی جائے؟ کیوں کہ وہ نیکی سکھلائے گا اور آج زمانہ میں نیکی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ استدلال نہیں بدی اور بدکاری سے مرعوبیت ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آج کے پُرفتن دور میں جب کہ شر کا غلبہ ہے خیر کی تبلیغ اور بھی زیادہ ضروری ہے نہ کہ اس کے ناممکن کہے جانے کی وجہ سے تبلیغ خیر کو خیر باد کہہ دیا جائے یعنی صورت اقامتہ دین اور قیام خلافت کی بھی سمجھ لینی چاہیے۔

خاتمہ کلام

بہرحال جو لوگ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے من مانے منصوبوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی برے منصوبے کیوں نہ ہوں تو وہ خود خدا کے بتلائے ہوئے فطری اصول کو کیوں بروئے کار نہیں لا سکتے جن کی خوبی مسلمہ کل ہے پس اگر اقتدار حاصل کر لینا ناممکن نہیں تو اس اقتدار کو کسی فطری اور پاکیزہ راستہ پر ڈال دینا اور وہ بھی بتدریج آخر کیوں کر ممکن نہیں ہاں اگر وہ وجدان ہی ذوقِ معصیت سے پر ہو جائے اور وہ ذوقِ طاعت کو گوارہ نہ کرے یا ناممکن بتلائے تو یہ قلب کی ایک کجی ہے جسے اصول کا پردہ ڈال کر چھپانا نامناسب ہی نہیں ایک قسم کا خدع ہے۔

تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ توفیق کو رفیق فرمائے دلوں میں ذوق طاعت اور حلاوت ایمان پیدا فرمائے اپنی مرضیات پر چلاتے ہوئے نفس اور اغواء شیطانی سے پناہ دے علم الٰہی کو مشعل راہ بنائے رطیق سنت کو راستہ بنا دے اور اس پر گامزن ہونے کا جذبہ قلوب میں استوار فرمائے۔ آمین وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

فطری حکومت صفحہ 112 سے آخر تک 287.

Marfat.com

کائنات کی تخلیق کا اجمالی جائزہ

یعنی خلاصہءِ کتاب ''سفر تخلیق''

از: قلم ڈاکٹر محمد سلیم عظیمی
(ہارٹ اسپشلیسٹ گجرات ہسپتال بھمبر روڈ گجرات)

(قرآن و حدیث کے حوالے سے)

کائنات کے بارے میں سائنسدان عرصہ دراز سے تحقیق کر رہے ہیں اور ان کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ابھی تک کائنات کے وجود کی ابتداء پر تحقیق ہو رہی ہے۔ جبکہ قیامت قریب ہے۔

کیا ہمارے قرآن و حدیث میں بھی کائنات کے بارے میں معلومات پائی جاتی ہیں؟ یقیناً ہونگی۔ مگر ہم نے کبھی اس بارے میں شاید جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ صرف اہل مغرب (انگریز) کی تحقیق پر انحصار کیا ہے اور قرآن کو ثواب کا ذریعہ یا مذہبی مناظرے بازی کیلئے استعمال کیا ہے۔ ہمارے علماء ابھی تک داڑھی کے طول و عرض پر متفق نہیں ہو سکے۔

جب مندرجہ بالا نقطہ نظر سے تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو چند اسلامی سکالرز ایسے سامنے آتے ہیں جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا مگر وہ اتنا مشکل اور پیچیدہ ہے کہ عام سطح کا صاحب علم شخص اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دور حاضر میں ایسے اسلامی مفکر سامنے آئے ہیں۔ جنہوں نے کائنات کی تخلیق پر کام کیا ہے۔ ان میں سے خواجہ شمس الدین عظیمی شاگرد جو ''فقیر زادہ حبیبی'' کے نام سے متعارف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کائنات سے خوب نوازا ہے۔ اور انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں گراں قدر کوشش کی ہے۔ اور بلاشبہ وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے پہلے ماہر کائنات ہیں جو پاکستان میں ہی نہیں پوری امت مسلمہ کیلئے باعث فخر ہیں جن کے قلم نے پوری دنیا کو کائنات کی حقیقت سے روشناس کرایا ہے۔ جس کا مختصر حال درج ذیل مضمون میں ہے۔

زیر نظر مضمون میں جن باتوں پر بحث کی گئی ہے۔ وہ ذیل میں درج ہیں۔

Marfat.com

1- کائنات کی تخلیق کا آغاز
2- کائنات کی ہیئت
3- کائنات کی تشکیل پانے کی ترتیب و ترکیب
4- کائنات کی طبعی عمر
5- کائنات کب فنا ہو گی
6- کائنات کے فنا ہونے کے بعد کیا ہو گا۔

1- کائنات کی تخلیق کا آغاز

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے بادلوں میں پوشیدہ تھا۔ یعنی اس وقت گہری تاریکی تھی جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کرنا چاہا تو کلمہ ''کن'' کہا گیا۔ یہی وہ کلمہ ''کن'' ہے۔ جس کے ادا کرنے پر ایک عظیم دھماکہ ہوا۔ جس کو سائنسدان (BIG BANG) تھیوری کہتے ہیں۔ اس دھماکہ کے نتیجہ میں ایک ایٹم پیدا ہوا۔ جو نہایت چمکدار تھا۔ جسے قرآن نے نجم (ستارہ) کہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''نور'' کہا ہے۔ اور مذہبی سکالرز اسے روح انسانی (روح محمدی) کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ کلمہ ''کن'' سے ہی کائنات کی تخلیق کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجے میں ایک چمکدار ایٹم (روح انسانی) ظہور میں آ گئی۔ جو اپنی تخلیق کے بعد کئی زمانوں تک یکا و تنہا ایک ایسی وسیع و عریض فضا میں محو گردش ہی رہا جس میں ایٹم کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایٹم (روح انسانی) کی تخلیق سے زندگی کے آثار نمودار ہو گئے۔

جس مقام پر کلمہ ''کن'' ظہور میں آیا تھا اس کو ''مقام ظہور کن'' کے نام سے تعبیر کیا گیا۔

کلمہ کن کب کہا گیا

اس کا ذکر سورۃ قدر میں یوں ہے۔ القرآن:۔

''ہم نے اتارا اس کو ایک فیصلہ کن رات میں''

(سورۃ القدر آیت نمبر 1) ترجمہ: غلام جیلانی برق (دو قرآن)

Marfat.com

یہاں رات سے مراد ایک تاریک و سیاہ رات ہے۔ اور تاریکی سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات میں پوشیدہ ہونا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا تو اس نے رات کے پہلے حصے میں ''نور قرآن'' کو نازل فرمایا اور رات کے آخری حصہ یعنی انتہائے سحر کے وقت نور محمدی (روح انسانی) کو پیدا کیا۔ جسے نجم اور ایٹم بھی کہا گیا۔ اور اس خاص وقت کی مناسبت سے روزہ کے اوقات مقرر ہوئے۔ یعنی روزہ انتہائے سحر کو رکھا جاتا ہے۔ اور نماز تہجد اس کی تخلیق کا استقبالیہ اور نماز فجر اس کی آمد کا شکرانہ قرار پایا۔

کائنات کا دائرہ اول کس طرح تشکیل پایا

سب سے پہلی تخلیق نجم (ایٹم) اپنی پیدائش کے بعد اس وسیع و عریض فضا میں محو سیر و گردش رہا اور فضا کا مطالعہ کرتا رہا جب اللہ تعالیٰ نے اس فضا کو آباد کرنا چاہا اور کائنات کے وجود کو ظہور میں لانے کا ارادہ کیا۔ تو نجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر نجم اور ایٹم کو مترادف قرار دیا جائے تو پھر ایٹم صلی اللہ علیہ بھی کہنا بڑیگا جو ایٹم کے عام تعارف کے ساتھ مناسب نہیں ہے۔ اس خلا سے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے جہاں اللہ تعالیٰ نے نجم (روح) کی تعلیم و تربیت کی جس کا ذکر سورہ نجم کی پانچویں آیت میں یوں ہے۔ ''اس نے اُسے زبردست قوتوں (صفات) کا علم سکھایا۔ یعنی تعلیم و تربیت کی'' (علمہ شدید القوی)

تکمیل تعلیم و تربیت کے بعد وہ اس مقام پر اتر آئے جس کو ''افق اعلیٰ'' کہا گیا۔ اس مقام پر نامعلوم وقت تک رہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے روح کو قالب بخشنا چاہا تو پھر نجم کو اوپر بلایا۔ جس کا ذکر سورہ نجم میں یوں ہے۔ (ثم دنیٰ)

پھر روح نے عروج فرمایا جس طرف سے وہ نزول کر کے نیچے آیا تھا۔

جب روح (نجم) کا نوری وجود اوپر کی طرف گیا۔ تو اوپر سے اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کا جلوہ یعنی قالب انسانی کی صورت میں نیچے اترا (جس کو قرآن میں تدلّٰی کے نام سے یاد کیا گیا ہے)

جس مقام پر روح اور قالب دونوں باہم ملے اس مقام کا نام ''افق مبین'' ہے۔

Marfat.com

اور دونوں کے ملاپ سے "عبد" کی تخلیق مکمل ہوگئی۔

چونکہ تدلّٰی اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کا جلوہ ہے جو قالب کی صورت میں ہے وہ ایک نوری وجود ہے۔ اور روح بھی نوری وجود ہے۔ اس لئے دونوں اپنے گرد روشنی کا ہالہ رکھتے ہیں۔ جیسے جیسے روح (نجم) اوپر کی طرف صعود کرتا گیا۔ اس کے وجود سے پیدا ہونے والی روشنی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ اسی طرح اوپر سے نیچے آنے والے نوری وجود (قالب) کا حلقہ بھی پھیلتا گیا۔ جونہی دونوں نوری وجود آپس میں مل گئے تو اسی لمحہ ان کے دو حلقے بھی آپس میں مل گئے۔ وہ دونوں نوری حلقے ہی دو قوسیں ہیں۔ جب دو قوسیں مل گئیں تو ایک روشنی کا دائرہ تشکیل پا گیا۔ ان دو نوری قوسوں کو قرآن کی سورہ نجم میں "قاب قوسین" سے پکارا گیا ہے۔ یہ دائرہ ہی کائنات کا پہلا دائرہ ہے۔

تدلّٰی (قالب) کے نوری وجود سے ظہور میں آنے والی روشنی کے حلقہ کو قوس تدلّٰی کہا گیا ہے اور دنیٰ (روح) کے نوری وجود سے ظہور میں آنے والی روشنی کے حلقہ کو قوس دنیٰ کہا گیا ہے۔ یعنی قوس تدلّٰی اور قوس دنیٰ کے مجموعہ کا نام دائرہ کائنات ہے۔

کائنات کی ہیئت کیسی ہے۔

کائنات کی ہیئت کیسی ہے؟ اس سوال کا جواب سورہ نور کی آیت نمبر 35 عطا کرتی ہے۔ (کانھا کوکب دری) گویا وہ کائنات ایک سیارہ ہے۔ موتی سا چمکتا ہُوا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ سے۔

اس آیت کا مفہوم واضح کرتا ہے کہ کائنات ایک سیارہ کی مانند گول اور چمکتے ہوئے موتی کی مانند ہے۔ جبکہ قاب قوسین کے ملاپ سے بھی جو دائرہ قائم ہوتا ہے۔ وہ بھی گول ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ کائنات گول ہے۔

کائنات کے دائرہ دوم کی تشکیل

جس طرح دائرہ اول دو قوسوں کے باہم مل جانے سے تشکیل پاتا ہے۔ یہ دائرہ بھی ویسے ہی تشکیل پاتا ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے شفاف پانی کی سطح پر اگر آدمی

Marfat.com

کھڑا ہو تو پانی کے اندر آدمی کا عکس الٹا نظر آتا ہے۔ بالکل اسی طرح دائرہ دوم بھی پہلے دائرہ کا الٹا عکس ہے۔

چونکہ یہ الٹا عکس ہے اس لئے دائرہ کے تمام امور (باتیں) پہلے دائرہ کے امور کے الٹ ہیں۔ دائرہ دوم کی ہیئت اور محل وقوع یہ ہے۔

کائنات کے دائرہ اول کا نقشہ

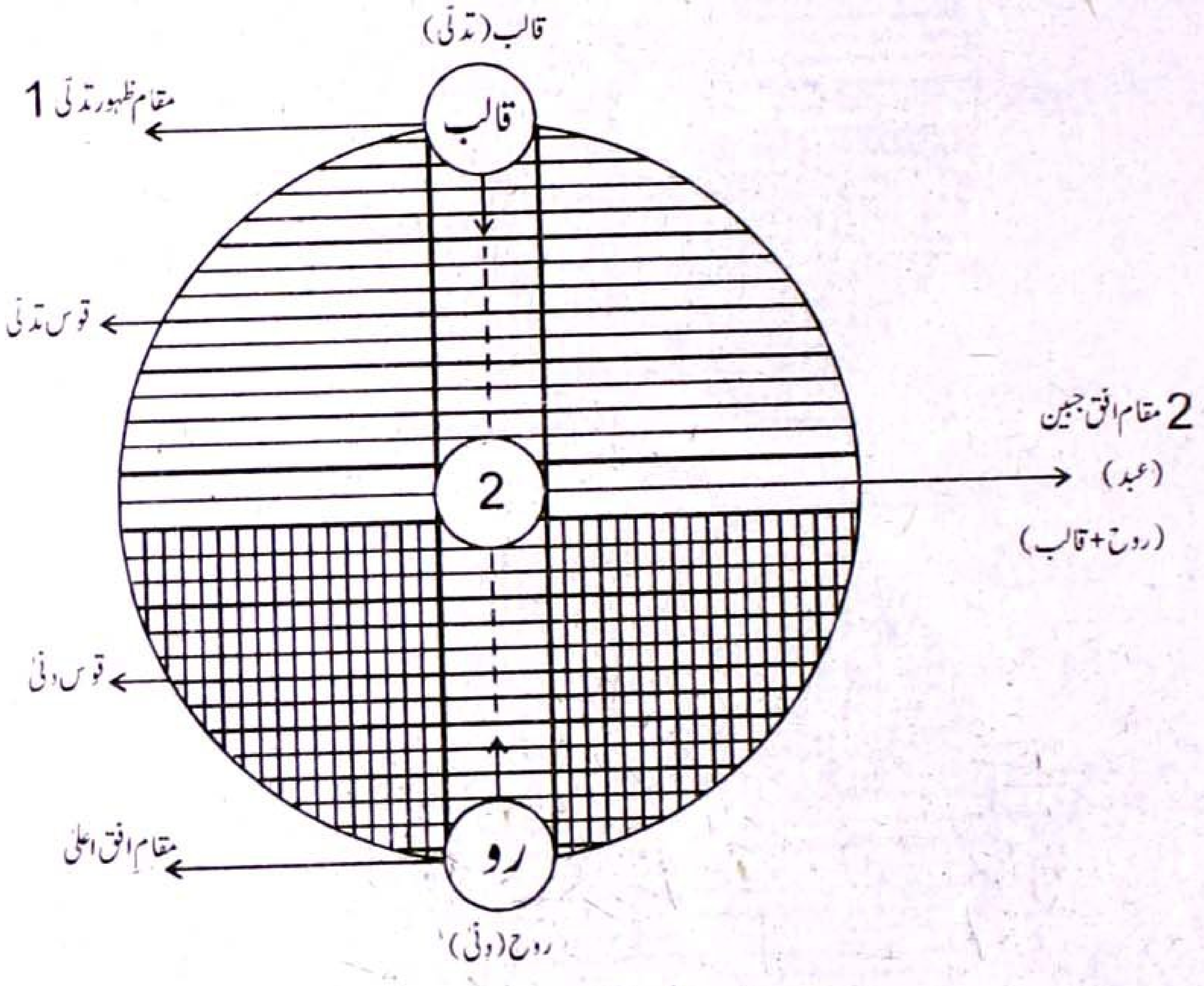

دائرہ اول کے اشارات

1- مقام ظہور تدلّی (فرض کیا گیا مقام)

2- مقام افق مبین (سورۃ تکویر...... آیت نمبر......)

3- مقام افق اعلیٰ (سورۃ نجم نمبر 53 ...... آیت نمبر 7......)

4- عبد = روح اور قالب کے ملاپ سے عبد بن جاتا ہے۔

5- قوس تدلّی
قوس دنیٰ = قاب قوسین (سورہ نجم آیت نمبر 9)

Marfat.com

6- دائرہ = دو قوسوں کے ملاپ سے دائرہ بن جاتا ہے۔

کائنات کا دائرہ دوم کا نقشہ

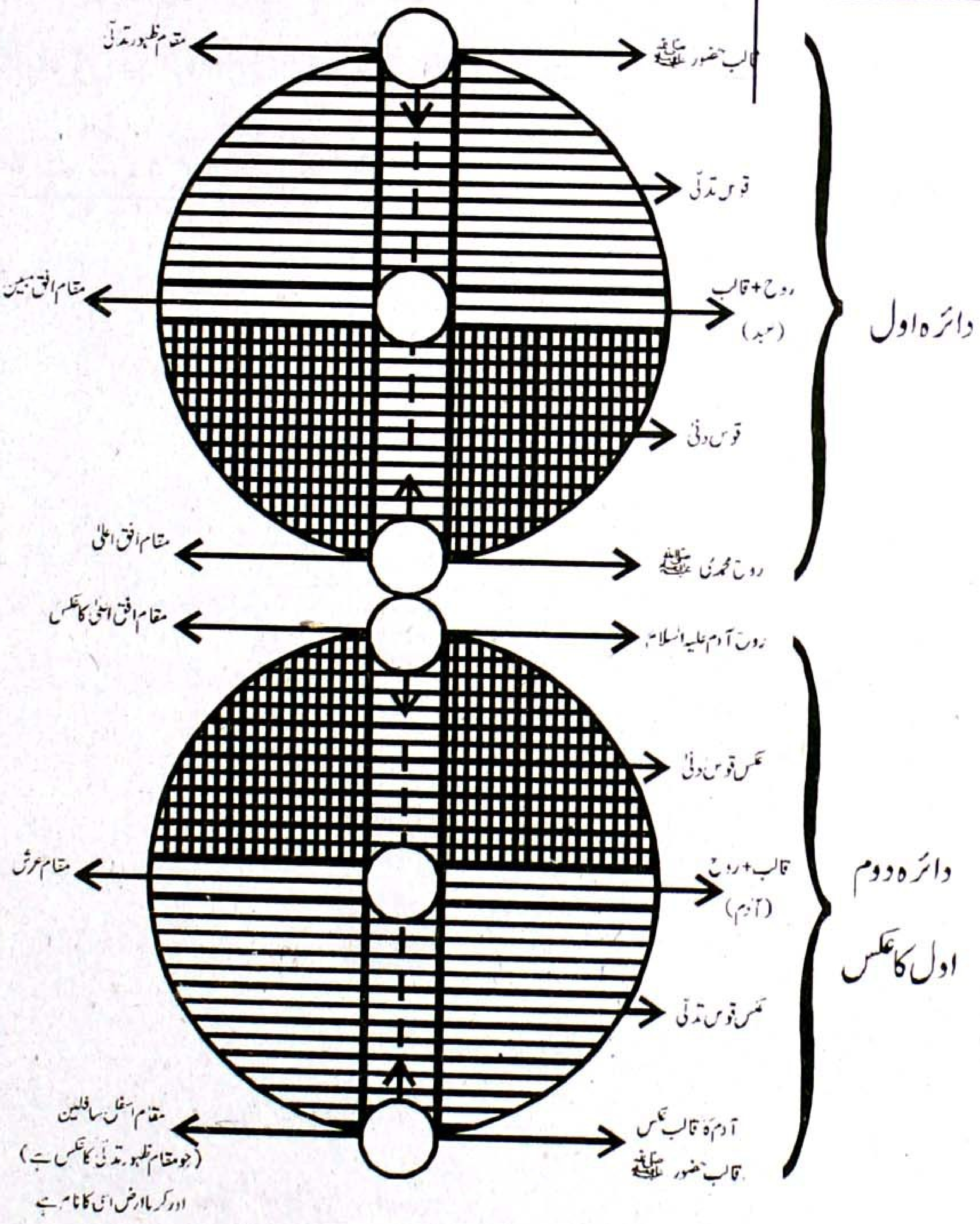

دائرہ دوم کے اشارات

1- مقام افق اعلیٰ کا عکس (سورۃ نجم 53 آیت نمبر 7)

2- مقام عرش عظیم افق مبین کا عکس (سورۃ تکویر)

3- اسفل سافلین (مقام ظہور تدلّی کا عکس (سورہ والتین آیۃ 5-4

Marfat.com

-4 روح آدم

-5 قالب آدم

-6 روح اور قالب کے ملاپ سے آدم کا وجود ظہور میں آ جاتا ہے۔

-7 عکس قوس دنیٰ اور عکس قوس تدلی کے (اتصال) سے دائرہ بن جاتا ہے۔ جو دائرہ دوم ہے۔

-1 دائرہ اول کا جو سب سے اوپر والا کنارہ ہے۔ وہ دائرہ دوم میں سب سے نیچے والا کنارہ ہے۔ دائرہ اول کے اوپر والے کنارہ کا نام ظہور تدلّی ہے۔ اور دائرہ دوم کے سب سے نیچے والے مقام کا نام اسفل سافلین ہے۔ جس کا ذکر یوں ہے آیت کا مفہوم = البتہ ہم نے انسان کو سب سے خوبصورت سانچہ میں بنایا۔ پھر ہم نے اسے (حضرت آدم علیہ السلام) کائنات کی اس جگہ پر واپس کر دیا جہاں سے اسے اٹھایا تھا۔ جو کائنات کا سب سے نچلہ کنارہ ہے۔ (سورۃ والتین آیت نمبر 4'5)

-2 دائرہ اول کا جو سب سے نچلا کنارہ ہے' وہ دائرہ دوم کا سب سے اوپر والا کنارہ ہے۔ جو افق اعلیٰ کا عکس معکوس ہے۔

-3 دائرہ دوم کے مرکزی مقام کا نام عرش عظیم ہے۔ جو افق مبین کا عکس معکوس ہے۔

جس طرح پانی کی سطح پر آدمی کا وجود اصل اور پانی کے اندر اس کا الٹا عکس ہوتا ہے۔ بعینہ کائنات کا دائرہ دوم پانی کے اندر دائرہ اول کا الٹا عکس ہے۔ اگر پانی کے اوپر سے اصل وجود کو ہٹایا جائے تو عکس بھی نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ پانی کے اندر الٹا عکس خود حرکت نہیں کرتا۔ جب تک اصل حرکت نہ کرے۔

اس کے باوجود الٹا عکس بات تو کرتا ہے لیکن اس کی آواز نہیں آتی۔ لہٰذا جو کچھ پانی کے اندر نظر آتا ہے وہ وہم ہے۔ اس لیے دائرہ کائنات دوم بھی وہم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے اس وہم کو وجود عطا کر کے ایک حقیقت بنا دیا ہے۔ اس دائرہ دوم کو عالم اجساد کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

جس طرح دائرہ اول کی تشکیل میں مقام افق مبین پر عید کا وجود قائم ہوا تھا۔

اُسی طرح دائرہ دوم کے مرکزی مقام عرش عظیم پر حضرت آدمی علیہ السلام کا وجود قائم ہوا تھا۔ اسی طرح دائرہ سوم یعنی عالم آخرت کے مرکزی مقام (کرہ ارض) پر ابن آدم کا وجود قائم ہوا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔

دائرہ سوم کی تشکیل

جس طرح دائرہ دوم دائرہ اول کا عکس معکوس (الٹا عکس) ہے اسی طرح دائرہ سوم بھی الٹا عکس ہے۔ جو دائرہ دوم کے متوازی عرش سے نیچے کی طرف واقع ہے۔ اس دائرہ کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے۔ اور اس کا آخری کنارہ اوپر کی طرف عرش عظیم تک پھیلا ہوا ہے۔ دائرہ سوم میں جنت الماویٰ واقع ہے۔ جس کی چھت عرش عظیم ہے۔ یعنی دائرہ سوم کی آخری حد عرش عظیم ہے اور یہ دائرہ سوم قیامت کے انعقاد تک اسی حالت اور ہئیت پر رہیگا لیکن قیامت کے بعد یہ اتنا بڑا بنا دیا جائیگا کہ اس کی وسعت کا اندازہ کرنا بھی محال ہے۔

دائرہ سوم کا نقشہ (اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

نقشہ کائنات

مقام آغاز سفر تخلیق

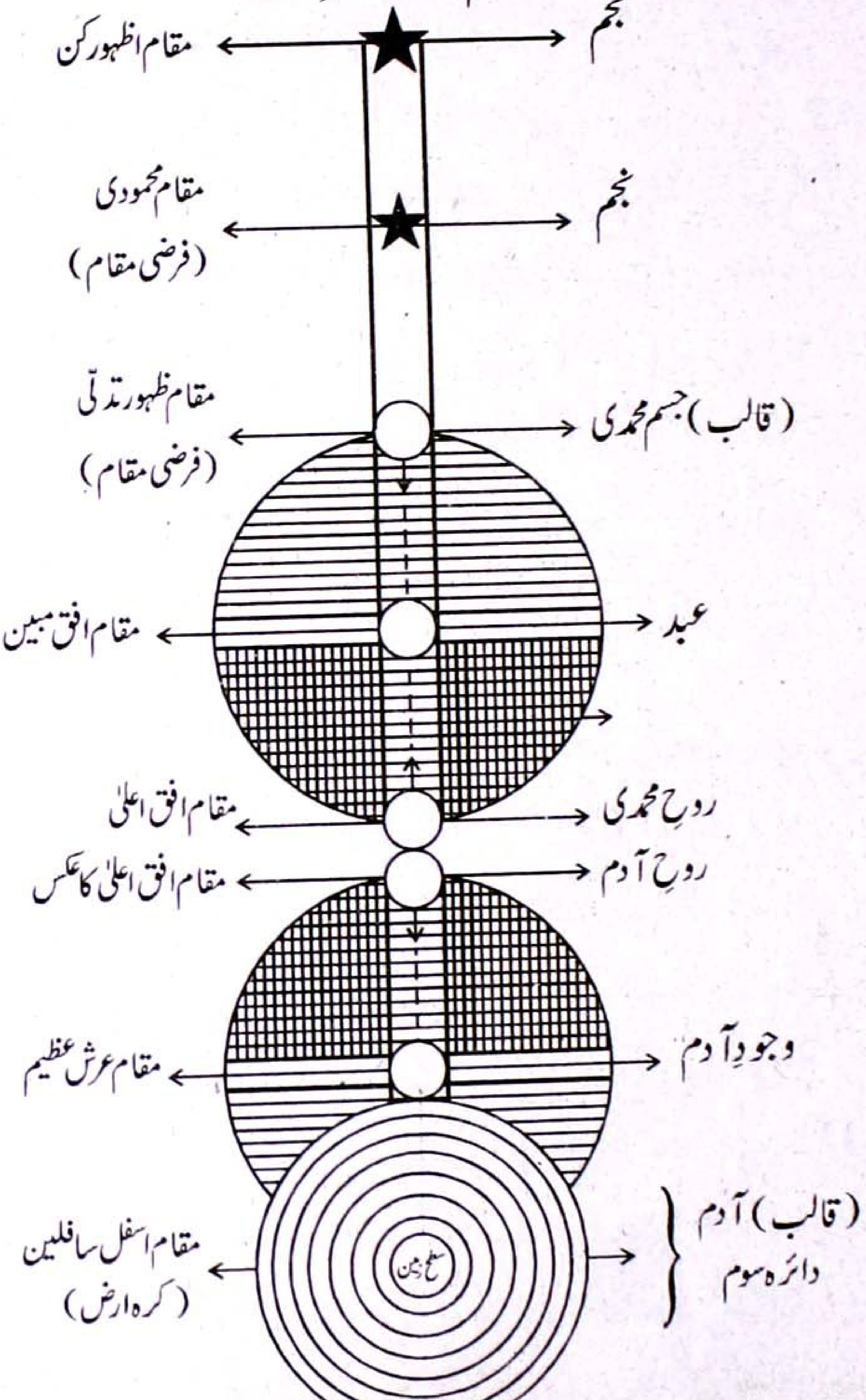

کرہ ارض مقام انتہا سفر ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا عبارت اور نقشوں سے اخذ ہونے والے اہم نتائج درج ذیل ہیں۔

1- کائنات تین دائروں پر مشتمل ایک ملک ہے ایک کارخانہ ہے جس کے ہر دائرہ کا مرکزی نقطہ انسانی وجود ہے اور انسان اپنی تخلیق کے مقامات کے لحاظ سے تین درجات پر ہے۔

(i) انسان اوّل (عبد) دائرہ اول کا مرکزی نقطہ ہے۔ جس کے چاروں طرف دائرہ محیط ہے۔ اور جس مقام پر (عبد) قائم ہوا اس کا نام ''افق مبین'' ہے۔

(ii) انسان دوم (آدم) دائرہ دوم کا مرکزی نقطہ ہے جس کے چاروں طرف دائرہ دوم محیط ہے اور جس مقام پر آدم کا وجود قائم کیا گیا۔ اس کا نام ''عرش عظیم'' ہے۔

(iii) انسان سوم (ابن آدم) دائرہ سوم کا مرکزی نقطہ ہے جس کے چاروں طرف دائرہ سوم محیط ہے۔ اور جس مقام پر (بنی آدم) کو قائم کیا گیا۔ اس کا نام کرہ ارض ہے۔

(نوٹ) اہل تصوف نے دائرہ اول کو عالم ارواح۔ دائرہ دوم کو عالم اجساد اور دائرہ سوم کو عالم آخرت کہا ہے۔

2- کرہ ارض اپنے محل وقوع کی وجہ سے تین حیثیتوں کا جامع ہے۔

(i) کرہ ارض دائرہ دوم کا سب سے نچلہ کنارہ ہے۔

(ii) کرہ ارض موجودہ دائرہ سوم کا مرکزی مقام ہے۔

(iii) عالم آخرت کا کرہ ارض جو قیامت کے بعد ظہور میں آئے گا اس دائرہ کا مرکزی مقام ہے۔ لیکن موجودہ کرہ ارض کے حجم کی حیثیت ایسی ہے جیسے محیط کے حجم کے مقابل اس کے مرکزی نقطہ کی ہوتی ہے۔ مثال جس طرح آٹے کے پیڑے کی روٹی بنائی ہے اسی طرح آج کا موجودہ کرہ ارض ایک پیڑے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن قیامت کے بعد یہ روٹی کی طرح بہت بڑی زمین ہو گی۔ جس پر

Marfat.com

دوزخ۔ جنت اور عرش رکھے ہونگے۔

جنت کے بارے قرآن میں ہے کہ اس کی وسعت زمین اور آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔ جبکہ دوزخ بھی جنت سے کم حجم کا نہ ہوگا۔ جس کا اندازہ لگانا آسان نہیں کہ عالم آخرت جو کل قیامت کے بعد قائم ہوگا۔ اس وقت زمین کا حجم کتنا ہوگا۔ نیز جس طرح کائنات کے دائرے تین میں اسی طرح ان کے دنوں کی طوالت کی مقدار بھی جدا جدا ہے۔ جن کی تفصیل اگلے صفحات پر بیان ہوگی۔

-3 کائنات کا دائرہ چہارم یعنی حقیقی عالم آخرت کا مرکزی مقام وہی مقام ہوگا۔ جس جگہ کو آج ہم بیت اللہ (خانہ کعبہ) کہتے ہیں۔ اس جگہ پر حشر کے دن عرش عظیم رکھا ہوگا۔ یعنی احکم الحاکمین، مالک یوم الدین کی عدالت اکبر اور سب سے آخری عدالت اسی مقام پر قائم ہوگی۔ عالم آخرت کا مرکزی نقطہ بھی انسان ہے جس کا اسم گرامی محمود ہے اور جو مقام محمود پر جلوہ افروز ہوگا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کائنات کی طبعی عمر کیا ہے؟

پہلے تمہید بیان کی جاتی ہے۔

''تمہید'' ...... چونکہ کائنات تین دائرہ پر مشتمل ہے۔ ہر دائرہ کی عمر الگ الگ ہے لیکن جس دائرہ کے بارے میں ہمیں آسانی سے معلومات حاصل ہیں۔ وہ کائنات کا دائرہ دوم ہے۔ جس کی طبعی عمر کے بارے میں قرآن اور احادیث کی روشنی میں جو تفصیل حاصل ہوتی ہیں وہ نیچے درج کی جاتی ہیں۔

القرآن :۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھے دنوں میں بنایا۔ پھر اپنے تخت (حکومت) پر (یوں) قیام فرمایا (جو اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی دوست سفارش کرنے والا نہیں ۔ (کیا پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے) وہی آسمانوں سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ (ہر شے اس کے

Marfat.com

امر کے تابع ہے) پھر امر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہوگا۔ (سورۃ زخرف فیوض القرآن)

مندرجہ ذیل آیت میں بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اور دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ کائنات کا وہ حصہ جو عرش سے نیچے ہے' اس کی تخلیق چھے دنوں یعنی چھے ہزار سال میں کی گئی جبکہ بقایا کائنات کا وہ حصہ جو عرش اور عرش سے اوپر والا ہے وہ کتنا عرصہ میں بنایا گیا؟

اس سوال کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں مل جاتا ہے۔

حدیث 1

حضرت حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہودی آپ کے پاس آئے اور زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اتوار اور سوموار کو زمین پیدا کی۔ منگل کے روز پہاڑ پیدا کیے۔ بدھ کے روز درخت' پانی' سبزہ اور آبادی اور ویرانے پیدا کیے۔ اور ان چار دنوں میں روزیاں متعین کیں۔ جمعرات کے دن آسمان پیدا کیے۔ اور جمعہ کے روز ستارے سورج اور چاند پیدا کیے۔

ابھی تین ساعتیں باقی تھیں۔

پہلی ساعت میں اموات پیدا کیں۔ دوسری ساعت میں ہر اس چیز پر آفت ڈالی جس سے انسان نفع حاصل کرتا ہے۔ تیسری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اس کو جنت میں سکونت دی۔ شیطان کو سجدہ کا حکم دیا۔ آخری ساعت میں اس کو نکال دیا۔

حدیث 2

حضرت علی ابن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن حضرت علی کرم اللہ وجہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور تھا۔ اس عدد (چودہ ہزار سال) میں کم کی نفی ہے۔ اور زیادہ کی نہیں (یعنی کم از کم چودہ ہزار سال بلکہ اس سے کچھ عرصہ زائد پہلے حضورؐ ایک نور تھے)

مندرجہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل مفہوم اخذ ہوتا ہے۔

1- کائنات کا عرش سے نچلا حصہ جس میں زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ چھے دنوں میں پیدا کیا اور سب سے آخر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گویا حضرت آدم علیہ السلام کائنات کی عمارت کا سب سے آخری پتھر (اینٹ) ہیں۔ جن کے وجود سے کائنات کی عمارت مکمل ہوگئی۔

2- عرش سے نچلا حصہ چھے دنوں میں پیدا کیا گیا تو اوپر والا حصہ بھی چھے دنوں میں ہی پیدا کیا ہوگا۔ اور بقایا 2 دنوں میں عرش کو بنایا گیا ہوگا۔ اس لیے کہ زمین کو بھی دو دنوں میں پیدا کیا گیا۔ لہٰذا عرش بھی دو دنوں میں پیدا کیا گیا ہوگا۔ اس طرح کائنات کے دائرہ دوم کی تخلیق کی مدت چودہ دن شمار ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث کے مفہوم کے مطابق ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ کائنات کا دائرہ دوم چودہ ہزار سال میں بنایا گیا تھا۔ بلکہ کچھ زائد عرصہ بھی لگا تھا۔ وہ زائد عرصہ کتنا ہے؟ اس کا جواب اگلے صفحات میں پایا جاتا ہے۔

کائنات کی طبعی عمر کتنی ہے؟

مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کائنات کی تخلیق کا مرحلہ چودہ ہزار سال میں مکمل ہوا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی عمر کتنی ہے۔ اس سوال کا جواب قرآن میں یوں ہے۔

1- (اس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے) اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے کہتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہو جاتی ہے۔

2- پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار کامل ہے (اس نے ہم

Marfat.com

سب کو پیدا کیا) اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(سورۃ یٰسین آیت 83-84)

1- سورۃ یٰسین آیت 83 کی اصل عبارت کا آخری لفظ یکون ہے۔

2- آیت 84 کی اصل عبارت کا آخری لفظ ترجعون ہے۔

یعنی یکون کے مقابلہ میں ترجعون ہے۔ یکون کے معنی ہیں ہو جاتا۔ اور ترجعون کے معنی ہیں واپس لوٹ آنا۔ جب ان دونوں لفظوں کو آیات کے مفہوم کے سیاق و سباق کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو عمل کن کے دو رخ واضح ہوتے ہیں۔ پہلا رخ یکون اور دوسرا رخ ترجعون ہے۔

یکون:...... عمل کن کا وہ رخ ہے جو بلندی سے پستی کی جانب اور عدم سے وجود کی جانب جاری ہے۔

ترجعون :...... عمل کن کا وہ رخ ہے جو پستی سے بلندی کی جانب اور وجود سے عدم کی جانب جاری ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جس رفتار سے یکون کا عمل سفر طے کرتا ہے اسی رفتار سے ترجعون کا عمل سفر طے کرتا ہے۔ جس کی مثال گھڑی کی سوئی کی حرکت سے ملتی ہے جس طرح گھڑی کی سوئی نصف دائرہ اوپر سے نیچے پہلے طے کرتی ہے پھر باقی نصف حصہ کو نیچے سے اوپر کی جانب چل کر دائرہ مکمل کرتی ہے۔ اس اصول کے تناظر میں اگر کائنات کے وجود کے ظہور میں آجانے اور پھر لوٹ جانے کی رفتار کو دیکھا جاتا ہے۔ تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح کائنات چودہ ہزار سال میں مکمل ہوئی تھی۔ اس طرح چودہ ہزار سال میں لوٹ جائیگی۔

یعنی کائنات کی عمر اٹھائیس ہزار سال ہے۔

Marfat.com

کائنات اندازاً کب ختم ہو گی

اس کیلئے ہمیں کائنات کے تینوں دائروں میں وقت کے پیمانے سمجھنے ہونگے۔

ہمارے شب و روز ہی وہ بنیادی پیمانے ہیں جن سے کائنات کے دوسرے دائروں کے اوقات کے دورانیوں کی پیمائش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

القرآن : ...... وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا۔ نورانی بنایا۔ اور اس کی کیں چال کے لیے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں۔ اولوالالباب (سورۃ یونس آیت نمبر 5)

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ شب و روز ہی وقت کی پیمائش کے بنیادی پیمانے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ایک دن کو ہمارے ہزار سال کے برابر بیان کرتا ہے۔

القرآن :...... وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے پھر اس کا امر اس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہے۔

(سورۃ سجدہ آیت 5)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ایک دن کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

القرآن : ...... (یہ وہ وقت ہو گا جب) فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف عروج کریں گے۔ (اور عذاب) اس دن (ہو گا) جس کا اندازہ (دنیا کے) پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

(المعارج آیت 4)

مندرجہ بالا آیات سے کائنات کے دائروں کے شب و روز یوں واضح ہوتے ہیں۔

1- دائرہ سوم جس کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے اس کا ایک دن چوبیس گھنٹوں کے

Marfat.com

برابر ہے۔

2- دائرہ دوم جس کا مرکزی مقام عرش عظیم ہے اس کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

3- عالم آخرت جس کی زمین موجودہ زمین سے بہت بڑی ہو گی اس کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

مندرجہ بالا دنوں میں دائرہ سوم اور دائرہ دوم کے دنوں کا ذکر موجود ہے اور دائرہ اول کی بجائے دائرہ عالم آخرت کے دن کا ذکر موجود ہے۔ اور ہمیں دائرہ اول کے دن کی مقدار کو معلوم کرنا ہے۔ جس کی خبر ایک حدیث عطا کرتی ہے۔

حدیث کا مفہوم :- قیامت کا ایک دن زائد ہے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

1- چونکہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے اور وہ دن زائد ہے۔ لہٰذا یہ دن کائنات کے دائرہ سوم اور دوم کا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ ان کے شب و روز کا دورانیہ بہت کم ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث اس کی خبر دیتی ہے۔

حدیث کا مفہوم :...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ولادت کو دو طرح بیان فرمایا ہے۔

1- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری ولادت (ظہور قدسی) سے مراد وہ ولادت ہے جو 12 ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔ جو آج سے چودہ سو تہتر سال پہلے واقع ہوئی تھی۔

2- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی تشریف آوری = سے مراد ولادت کا وہ وقت جس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ کہ مجھے عصر کے وقت پیدا کیا گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی تشریف آوری پر غور کیا جائے تو کائنات کے دو دن واضح ہوتے ہیں۔

Marfat.com

-1 ظاہری آمد کا دن جو بیس گھنٹے کا ہے۔

-2 باطنی آمد کا دن :...... وہ دن ہے جس کا عصر کا وقت اتنا طویل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری ولادت سے آج تک اندازاً 1473 سال گزرنے کے باوجود عصر کا وقت باقی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دن یقیناً ہمارے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہے۔ اس لیے کہ کرہ ارض دائرہ سوم میں عصر کا وقت ہر روز گزرتا ہے اور مغرب آ جاتی ہے۔ لیکن قیامت نہیں آئی۔ پھر جب دائرہ دوم کے دنوں پر غور کیا جاتا ہے۔ تو اس کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے لہٰذا اس حساب سے اب تک تقریباً ڈیڑھ دن گزر چکا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاص دن دائرہ دوم کا بھی نہیں ہے اس لیے لامحالہ ہمیں کائنات کے پہلے دائرے کے دن کے دورانیے کو سامنے رکھنا ہوگا۔ جس کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ چونکہ دن سے مراد ایک دن اور ایک شب ہے۔ اگر شب کا نصف وقت نکال دیا جائے تو دن کا وقت 25 ہزار سال رہ جائے گا۔ اب اگر 25 ہزار سال کو بارہ پر تقسیم کر دیا جائے (کیونکہ دن میں بارہ گھنٹے ہوتے ہیں) تو اندازاً 2083 سال کا عرصہ اس دن کا ایک حصہ بنتا ہے۔ اس تقسیم کے لحاظ سے جب کائنات کی عمر پر غور کیا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور قیامت کے درمیان 2083 سال کا وقفہ پایا جاتا ہے۔ گویا عصر کے وقت کا شمار 2083 سال ہے۔ لہٰذا ریاضی کے حساب سے یوں ہے۔

-1 دائرہ کائنات کا ایک دن = 25000 سال

-2 اس دن کا بارھواں حصہ 25000 ÷ 12 = 2083 سال

-3 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ہجرت تک کا جتنا وقت اُسے تفریق کر دیا جائے = 53 سال

-4 بقایا 2083 - 53 = 2030 سال

Marfat.com

-5 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے ابتک کا عرصہ =1422 سال ہجری۔

-6 بقایا 2030- 1422 = 608 سال

یعنی 1422 ہجری کے بعد قیامت کے انعقاد میں ابھی 608 سال باقی ہیں۔

آیئے اب دوسرے نقطہ نظر سے اس کو دیکھتے ہیں کہ قیامت کا انعقاد کب ہوگا۔

تکوین کے حساب سے ایسا واضح ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے 12 ہزارل سال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی۔ جب اس نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔تو اس طرح واض ہوتا ہے۔

-1 حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت سے قیامت تک کا درمیانی عرصہ

14000 - 00 سال

-2 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنے سال حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے۔

12000 - 00 سال

-3 قیامت کے انعقاد میں بقایا عرصہ 00 - 2000 سال (12000-14000)-2000

-4 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ہجرت تک کا عرصہ = 53 سال

-5 بقایا (53-2000) 1947 سال

-6 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے 1422 ہجری تک کا عرصہ

=1422 سال

-7 بقایا = (1422 - 1947) =525 سال

گویا قیامت کے انعقاد میں 525 سال باقی ہیں۔

جب قیامت کے انعقاد کے دونوں اوقات پر غور کیا جاتا ہے۔تو یہ واضح ہوتا ہے۔کہ 14000 سال سے زائد عرصہ جس کا ذکر حدیث میں ہے۔

وہ عرصہ = 610 - 525 = 85 سال

Marfat.com

یعنی چودہ ہزار سال سے زائد عرصہ 85 سال ہے۔

مندرجہ بالا دونوں طریقوں سے پڑتال کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ قیامت کے انعقاد میں (608) سال باقی ہیں۔ اور یہ حتمی نہیں۔

ان پر مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ تو اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا یعنی قرآن میں کئی آیات ایسی ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا ذکر ہے۔ لہٰذا یہ ہو نہیں سکتا کہ قیامت کے انعقاد کی خبر قرآن میں درج نہ ہو۔ ورنہ قرآن کا وہ دعویٰ کہ اس میں سب کچھ درج ہے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کہ قرآن ایسی کتاب ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک و بالاتر ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ نے اپنے ملفوظات میں انعقاد قیامت کے بارے میں درج ذیل باتیں بیان کی ہیں۔

1- محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے پیشن گوئی کی ہے۔ کہ قیامت کا انعقاد اندازاً دو ہزار ہجری میں ہوگا۔

2- امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوب میں پیشن گوئی کی ہے کہ قیامت دوسرے ہزار سال کے آخر میں قائم ہو جائے گی۔

3- اعلیٰ حضرت اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت زیادہ سے زیادہ 2000 ہزار ہجری تک قائم ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا دلائل میں شیخ ابن عربیؒ نے علم جمل کے ذریعہ پیشن گوئی کی ہے۔ امام ربانی قدس سرہ نے حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی کے دو دور کے تناظر میں پیشن گوئی کی ہے نیز امام ربانی پہلے ہزار سال کو حقیقت محمدی کا دور اور دوسرے ہزار سال کو حقیقت احمدی کا دور شمار کرتے ہیں جس سے وہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس سے آگے کائنات کی زندگی کا وجود نہیں ہے۔ اور اس راز کو انہوں نے گیارھویں صدی ہجری میں بیان کیا تھا۔ اور

Marfat.com

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ نے چودھویں صدی ہجری میں بیان کیا ہے۔ لیکن ابن فقیر جیسی صاحب نے پندرھویں صدی ہجری کے آغاز میں یہ انکشاف کیا ہے۔ جو اپنے دلائل کی روشنی میں بہت ہی واضح ہے اور ریاضی کے حساب سے بیان کیا ہے۔

کائنات کے فنا کے بعد کیا ہو گا؟

کائنات کے فنا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ آبادی جو اس جہان میں موجود ہے خواہ زندہ ہے یا مردہ ان سب کو عالم آخرت میں منتقل کرنا ہے یعنی انتقال آبادی کا دوسرا نام قیامت ہے۔

جن لوگوں نے اچھے کام کیے ہونگے ان کے لئے مستقل ''جنت'' کا مقام ہے۔ اور جن لوگوں نے برے کام کیے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا انکار کیا ہے ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ''دوزخ'' میں ٹھکانہ ہوگا۔

ختم شدہ

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشان ہو جانا
غالبؔ

اقبالؒ بہ ضمن جہنم

اہل دنیا یہاں آتے ہیں۔ اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں۔

پروف ریڈر: از۔ چوہدری فضل کریم ایم اے اُردو + فارسی

Marfat.com

تاریخ نظامِ حکومت تکوینیہ

جب تکوینی حکومت کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نظام کا آغاز کب ہوا۔

مذکورہ بالا سوال کے جواب کے بارے میں جب فکر کیا جاتا ہے۔ تو وہ ایسا آسان نہیں جو جلد حل ہو۔ بلکہ نہایت پیچیدہ ہے۔ جس کے حل کو قرآن کریم سے تلاش کرنے سے مل جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان خلیفہ ارضی بنانے پر مکالمہ ہوتا ہے۔ تو اس مکالمہ سے اخذ ہوتا ہے کہ تکوینی حکومت کا نظام حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے سے جاری ہے۔ بلکہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا پروگرام فرشتوں کو بتایا گیا اس سے بھی پہلے جاری ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا مکالمہ یوں ہے۔

القرآن: **وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ. وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔**

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں فرشتوں نے عرض کیا (اے پروردگار) کیا تو زمین میں ایسے کو (نائب) بنائے گا جو شر اور فساد پھیلائے گا اور خون ریزی کرے گا۔ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور کمال پاکیزگی کو بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں (ان اسرار کو) خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۳۰۔ فیوض القرآن)

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنانے کے پروگرام کے بارے میں فرشتوں سے رائے

Marfat.com

طلب کی تواہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے خلیفہ کی خامیاں اور اپنی خوبیاں بیان کیں جو درج ذیل ہیں۔

خلیفہ کی خامیاں:۔

1- زمین میں شر اور فساد پھیلائے گا۔

2- خون ریزی کرے گا۔

فرشتوں کی خوبیاں:۔

1- حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔

2- کمال پاکیزگی کو بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جن حکمتوں کو میں جانتا ہوں ان کو تم نہیں جانتے۔ وہ حکمتیں کیا ہوسکتی ہیں؟ فرشتوں کی خوبیاں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ یقیناً ان خوبیوں سے بہتر خوبیاں خلیفہ میں پائی جاتی ہوں گی۔ تب ہی خلیفہ کی تخلیق کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی درخواست (رائے) قبول کر لینا اور خلیفہ کو پیدا نہ کرتا۔

مندرجہ بالا ترجمہ اور مفہوم پر غور کیا جائے تو درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

1- خلیفہ کی تخلیق سے پہلے بھی نظام کائنات جاری تھا۔ اس لیے کہ مشاورت ہی اس نظام کی نشاندہی کرتا ہے۔

2- وہ نظام کائنات جو خلیفہ کی تخلیق سے پہلے جاری تھا اس میں کوئی کمی کوئی خلا تھا۔ جس کو پورا کرنے کے لیے خلیفہ کو پیدا کرنے کی ضرورت باقی تھی۔

3- جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ان کی رائے طلب کی تو مشاورت کے لیے سب کو اکٹھا کیا گیا ہوگا۔ پھر ان کو خلیفہ (حضرت آدم علیہ السلام) کی تخلیق اس کے اجزائے ترکیبی کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا ہوگا پھر اس کے بعد رائے طلب کی ہوگی۔

Marfat.com

4- چونکہ جس قدر عظیم کام ہوتا ہے اس پر غور و فکر کے لیے اتنا ہی وقت درکار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے اپنی رائے قائم کرنے کے لیے یقیناً مہلت طلب کی ہوگی۔

5- مشاورت کی اہم ذمہ داری جب فرشتوں کی جماعت پر آن پڑی تو یقیناً انھوں نے اپنے سردار کی موجودگی میں باہمی مشورہ سے فیصلہ کیا ہوگا۔ اور کسی متفقہ فیصلہ کے لیے جماعت کے سربراہ کا کردار اہم اور لازم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی طے شدہ اصول ہے کہ ہر جماعت یا گروہ کا ایک سردار ہوتا ہے۔ اس لیے قیامت کے روز ہر جماعت اپنے اپنے سردار کی قیادت میں پیش ہوگی۔ نیز بعد میں پیش آنے والے واقعات اور حالات سے بھی تائید و تصدیق ہو جاتی ہے کہ فرشتوں کے باہمی فیصلہ پر اہم کردار ان کے سردار کا تھا۔ اس نے پہلے خلیفہ (آدم علیہ السلام) کی خامیوں کا اور بعد میں فرشتوں کی خوبیوں کا تذکرہ کر کے بارگاہ خداوندی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کے جواز ہی کو ختم کر دیا۔

6- آدم علیہ السلام کی تخلیق کی مخالفت کے فیصلہ کو اللہ تعالیٰ نے کوئی وزن نہیں دیا اور نہ ہی فرشتوں کی تحمید و تقدیس کو رب العزت نے اہمیت دی ان دونوں سے کسی بالا مصلحت اور حکمت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جس کی مخالفت سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بے شک میں خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (اِنِّی اَعْلَمُ مالاَ تَعْلَمُوْن)

چنانچہ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد ان کو اپنا خلیفہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ان کے سردار سے حلف وفاداری کے لیے سجدہ کا حکم دیا تو فرشتوں نے حلف وفاداری اٹھا لیا لیکن ان کے سردار شیطان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور بھری مجلس میں شیطان کی پرانی عداوت کا ثبوت مل گیا۔ اسی عداوت اور نافرمانی کے باعث اس کو فرشتوں کی سرداری سے معزول کر کے نکال دیا۔ اور حکومت الٰہیہ یعنی تکوینی

Marfat.com

حکومت کے تمام اختیارات حضرت آدم کے سپرد کر دیئے گئے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام قائد حزب اقتدار بنا دیئے گئے تو شیطان نے حزب مخالف کا قائد بننے کی آرزو کی چنانچہ اسے قائد حزب مخالف بنا دیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا تخت کرہ ارض پر قائم کر دیا گیا۔ اور شیطان کا تخت سمندر میں بنا دیا گیا۔ اس طرح آدم علیہ السلام اور بنی آدم دونوں کے مقابلہ کے لیے شیطان حزب مخالف کا قائد ہے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔

7- جس دائرہ کائنات کی وزارت عظمیٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسے عالم اجساد کہا جاتا ہے۔ وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ عرش سے اوپر کی جانب واقع ہے۔ اور دوسرا حصہ عرش کے نچلی طرف واقع ہے۔ عرش سے اوپر والے حصہ کو عالم امر اور نچلے حصہ کو عالم خلق کہا جاتا ہے۔

راقم کے نزدیک تکوینی حکومت کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب عالم خلق کی تخلیق کا آغاز ہوا تھا۔ جس میں زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان واقع ہے۔ جب ان کی تخلیق کا آغاز ہوا تھا تو تکوینی حکومت کا آغاز ہو گیا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تکوینی حکومت کے نظام کی تاریخ بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ اس امر کو واضح کیا جائے کہ ملک کائنات کی حکومت کا نظام اپنے آغاز سے کائنات کے فنا ہونے تک بغیر کسی تعطل اور توقف کے، تسلسل کے ساتھ جاری و ساری رہنے والا ہے۔ اس نظام کے تسلسل میں ایک لمحہ کے کروڑویں حصہ کا بھی تعطل اور توقف نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شیطان مردود پہلا عبوری وزیر اعظم تھا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو کائنات کے حقیقی اور مستقل وزیر اعظم کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ تو شیطان نے قیامت تک کے لیے قائد حزب اختلاف کا کردار ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ چونکہ شیطان قیامت تک حزب اختلاف کا کردار ادا کرتا رہے گا۔ لہٰذا اس کے مقابل آدم اور اولاد آدم قیامت تک حزب اقتدار کے منصب پر فائز رہے گا۔ اور یہ مقابلہ اور جنگ

Marfat.com

جاری رہے گی۔ چونکہ شیطان، آدم اور اولاد آدم کو ہلاک کرنے پر کمر بستہ ہے۔ اور آدم اور بنی آدم اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہے۔ لہٰذا اس جنگ کو جیتنے کے لیے نوع انسانی میں حزب اقتدار میں تسلسل کا جاری رہنا اس کی بقا کا تقاضا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی یعنی اس نظام کے قائم رکھنے کا اہتمام فرما دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک وزارت عظمیٰ کا منصب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ منصب امت محمدیہ میں منتقل ہوتا رہے گا۔ اور منصب کا نام وزیر اعظم کی بجائے۔ اہل تصوف (اہل مشاہدہ) نے کئی نام تجویز کئے ہیں۔ جن کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔

قرآن کریم میں دو مناصب بیان فرمائے ہیں۔ جو یہ ہیں۔

1- خلیفہ 2- امام

ان دونوں مناصب میں جو امتیاز اور فرق پایا جاتا ہے۔ اس کا مختصر حال نیچے لکھا جاتا ہے۔

1- خلیفہ: اس منصب کا قرآن پاک میں یوں ذکر ہے۔

ا . وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ. وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں (تو) فرشتوں نے عرض کیا (اے پروردگار) کیا تو زمین میں ایسے کو (نائب) بنائے گا جو شر وفساد پھیلائے اور خون ایزی کرے گا۔ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور پاکیزگی کو بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں (ان اسرار کو) خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مقصود یہ بیان کیا ہے کہ آدم کو

Marfat.com

اس نے اپنا نائب بنانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نائب کے بنانے کے لیے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ ازل سے چیندہ ہوتا ہے۔ یعنی خلیفہ کے لیے اِجتبیٰ لازم ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کو کسی سے علم سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ان کو علم القا کر دیا گیا۔ اور اس علم کے استعمال کی صلاحیت بھی عطا کر دی گئی۔ یعنی تربیت بھی دی گئی۔ پھر ان کو جنت میں رکھا گیا۔ جس سے یہ امر اخذ ہوتا ہے کہ خلیفہ کو جنت کے حصول کے لیے کسی عمل اور مشاہدہ کے لیے کسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں۔ وہ جنت کے حصول کے لیے عمل کا نمونہ پیش کرنے کے لیے آتے ہیں اور مشاہدہ کے لیے اپنی امت کو مجاہدہ کی تربیت دینے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔

2- امام: اس منصب کا ذکر یوں ہے۔

القرآن: وَاذْ بتلیٰ اِبْرَاھِیمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً قَللَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِی قَالَ لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب (حضرت) ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو وہ ان میں پورے اترے (تب اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں تم کو سب لوگوں کو پیشوا بناؤں گا (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا (ابراہیم) میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔

مفہوم: امامت کے منصب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت سرفراز کیا گیا جب وہ ابتلاء میں پورے اترے۔ تو نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ امامت کے لیے ابتلاء لازم ہے۔

مندرجہ بالا آیات کے ترجمہ اور مفہوم پر غور کیا جاتا ہے تو درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

1- خلیفہ کے لیے اِجتبیٰ لازم ہے۔ اور امام کے لیے ابتلاء لازم ہے۔

2- خلیفہ کسی اعلیٰ ذات کی طرف سے کسی ادنی قوم کی طرف نائب اور نمائندہ ہوتا ہے۔ اور امام کسی ادنیٰ قوم کی طرف سے کسی اعلیٰ ذات کی بارگاہ میں بحیثیت سردار قوم

Marfat.com

نمائندہ ہوتا ہے۔

3- خلیفہ کا منصب نزولی رخ کا حامل ہے۔ اور امام کا منصب صعودی رخ کا حامل ہے۔
انبیاء علیہم السلام خلیفہ اور امام دونوں مناصب کے حامل ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد یہ مناصب طفیلی طور پر امت محمدی صلوۃ اللہ والسلام میں جاری ہیں جن کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور فرمایا۔

مفہوم: آسمانوں میں میرے دو وزیر ہیں سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام اور سیدنا حضرت میکائیل علیہ السلام زمین پر میرے دو وزیر ہیں۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ تکوینی حکومت کا نظام جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اس بارے میں بہت سی دیگر احادیث بھی ہیں۔

تکوینی حکومت کے نظام کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' نے بھی اپنے مکتوبات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ بطور نمونہ عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

(i) عبارت:۔ یہ عارف جو قیومیت اشیاء کے منصب پر مقرر ہوا ہے۔ یہ وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوقات کی مہمات اس کی طرف راجع ہیں یہ صحیح ہے کہ انعامات بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کی وصولی وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابو البشر حضرت آدم علیہ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ اور یہ بلند منصب اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان بزگواروں کی تبعیت اور وراثت میں جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف کریں۔

مندرجہ بالا عبارت جو مکتوب 74 دفتر کا حصہ ہے۔ اس عبارت میں منصب قیوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ یہاں وزیر سے مراد وزیر اعظم ہے۔ اور وزیر

Marfat.com

اعظم کا منصب اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص اور ان کے نائبین کے لیے قیوم کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اس اصطلاح کے وضع کرنے اور اسے متعارف کرانے والے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تکوینی حکومت کے نظام کا سربراہ قیوم ہی ہوتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اس منصب پر مقرر کئے گئے۔ اور آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مقرر ہوئے۔ ان کے بعد خواجہ محمد زبیر قدس سرہ اور یہ منصب حالات و واقعات کے مطابق سلسلہ عالیہ مجددیہ کے مشائخ میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ 1935ء میں مرشد کریم حضرت قبلہ مولانا سید محمد حبیب اللہ صاحب قدس سرہٗ کو اس منصب پر فائز و مقرر کیا گیا۔

(ii) امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ قیوم کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔ رشد و ہدایت کا معاملہ اس کارخانہ عظیم کے مقابلہ میں جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ گری پڑی چیز کی مانند ہے۔ (مکتوب۔ دفتر)

کارخانہ عظیم سے مراد کارخانہ کائنات ہے۔ جو آپ کے سپرد کیا گیا۔

نوٹ: اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ تکوینی حکومت کے منصب نماز اور روزہ کی وجہ سے افراد کو عطا کئے جاتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں جو ارشاد ہے وہ یوں ہے۔ ارشاد نبوی۔

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روائت ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ چالیس آدمی میری امت سے اوپر قلب ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ ان کی برکت سے زمین والوں سے ان کی بلا دفع کرتا ہے۔ ان کو ابدال کہتے ہیں۔ اس درجہ کو انھوں نے نماز روزہ اور صدقہ سے حاصل نہیں کیا۔ عرض کیا گیا۔ ان کو یہ فضیلت کس طرح ملی۔ فرمایا سخاوت اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے۔ روایت کیا ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں صفحہ 430 جلد اول (بحوالہ احوال ابدال صفحہ 62 تالیف مولانا عبد العزیز مزنگ لاہوری۔ ترجمہ پیر زادہ اقبال فاروقی)

Marfat.com

(iii) امام ربانی مجدد الف ثانی یوں تحریر فرماتے ہیں
(مکتوب جو نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا)

(اس بیان میں کہ جو راہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے ہیں وہ دو ہیں)

بِسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلام" عَلٰی عِبادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی۔

وہ راہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے علی ارباب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہیں اور ان کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔

اور اس راہ میں توسط وحیلولت نہیں ہے جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی کے وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

اور ایک وہ راہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب و اوتاد اور بدلا اور نجبا اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں اور راہ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط اور حیلولت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلیت کے پیشوا اور ان کے سردار اور ان کے بزرگواروں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔
اس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علیہ رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاؤ ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق

Marfat.com

رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب آئمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر ہوا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض اور ہدایت پہنچتا ہے ان بزرگواروں کے ذریعہ اور حیلولۃ سے پہنچا ہے اگر چہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجاو ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے۔

یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ تک پہنچی اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکورہ آپ کے سپرد ہوا اور ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہور نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول جس کو بھی ہو خواہ وہ اقطاب و نجبا ہوں آپ کے واسطہ ہی سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا ‏ ‏ ‏ ‏ اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

شمس سے مراد فیضان ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے کا مطلب فیضان مذکور کا قدم ہے اور جب حضرت شیخ کے وجود سے وہ معاملہ جو پہلے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا مقرر ہوا اور رشد و ہدایت کے وصول کا واسطہ ہوئے جیسا کہ ان سے پہلے، پہلے لوگ تھے اور پھر یہ بھی ہے کہ جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے انہی کے وسیلہ سے ہے تو لازماً درست ہوا کہ اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا الخ

سوال: یہ حکم مجدد الف ثانی سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ مجدد الف ثانی کے معنی کے بیان میں جلد ثانی کے ایک مکتوب میں درج ہوا ہے کہ جو کچھ بھی فیض کی قسم سے اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہے وہ اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے کہ اگر چہ وہ اقطاب و اوتاد ہوں یا نجباء و بدلا وقت ہوں۔

جواب:۔ میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے نائب ہیں اور

Marfat.com

حضرت شیخ کی نیابت ہی سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا ہے نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَاد" مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ۔ (چاند کا نور سورج کے نور سے مستفاد ہے) تو اب کوئی استحالہ نہ رہا۔

سوال: عصر مجدد الف کا معنی جو اوپر مذکور ہوا مشکل ہے کیونکہ اس مدت مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نزول فرمائیں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان بھی ظاہر ہوں گے اور ان بزرگواروں کا معاملہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کے ذریعہ سے فیض حاصل کریں۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ دو راہوں میں سے دوسرے راہ میں توسط کا معاملہ پیش آتا ہے جو کہ قرب ولایت سے ہے اور پہلی راہ میں جو کہ قرب نبوت سے بعارت ہے توسط کا معاملہ مفقود ہے جو بھی اس راہ سے واصل ہوا ہے کہ کوئی بھی اس میں حائل اور وسیلہ نہیں ہے وہ کسی کے وسیلہ کے بغیر فیوض و برکات حاصل کرتا ہے۔ توسط حیلولت صرف آخری راہ میں ہے اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے جیسا کہ گذر چکا اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان پہلی راہ سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلی راہ سے واصل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ہیں اور وہ اپنے مختلف درجات میں اس جگہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔

تنبیہ: جاننا چاہیے کہ جائز ہے کہ کوئی شخص قرب ولایت کی راہ سے قرب نبوت تک پہنچے اور دونوں معاملات میں شریک ہو اور انبیاء علیہم الصوات والتسلیمات کی طفیل اس کو اس جگہ بھی جگہ دے دیں اور کارخانہ کو اس سے وابستہ کر دیں اور اس جگہ بھی معاملہ اس سے متعلق ہو۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سبحان ربک العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب

Marfat.com

العلمین۔(مکتوب 123 دفتر سوم)

مندرجہ بالا مکتوب 123 دفتر سوم میں وصل کی دو راہیں بیان کی گئی ہیں اور ان پر چلنے والوں اور واصل باللہ ہونے والوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔

دو راہیں درج ذیل ہیں۔

1- قرب نبوت کی راہ

2- قرب ولائت کی راہ

وضاحت:۔

1- قرب نبوت کے راہ سے واصل باللہ ہونے والے ارباب کا ذکر یوں ہے۔

ا۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

ب۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ج۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

د۔ وہ ارباب جو صحابیت کے درج پر فائز ہوں جیسے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور آپ کے سلسلہ عالیہ مجددیہ کے اکثر مشائخ بھی اس راہ سے واصل باللہ ہیں۔

مرشد کریم حضرت صاحب قبلہ مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہٗ بھی ان مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں سے ایک ہیں جن کی صحبت میں تربیت پانے والے اسی راہ سے واصل باللہ ہیں۔ حضرت صاحب قبلہ کے شاگرد اور خلیفہ اول بابو اکبر علی مجددی علیہ الرحمۃ ایک بار حاضر خدمت تھے۔ تو آپ نے ان کو فرمایا داتا صاحب یہیں ہیں مجدد صاحب یہیں ہیں۔'' اس جملہ کا تین بار تکرار فرمایا اور راقم اس بات کا شاہد ہے کہ آپ نے اس جملہ کو ایک دوبار دیگر موقعوں پر بھی فرمایا۔ دیگر الفاظ میں آپ ان دونوں بزرگوں کے نائب ہیں۔

1954ء میں مصور نامی ایک نوعمر جوان حضرت صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے

Marfat.com

تو انھوں نے عرض کیا۔ ''کیا آپ کا تصور کرلیا کروں؟'' آپ نے جواباً فرمایا ''میں نے کسی کو کبھی ایسا کہا'' مطلب یہ کہ میں نے کبھی کسی کو اپنا تصور کرنے کی تلقین نہیں کی آپ کا یہ جملہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ قرب نبوت کے راہ پر تربیت کرنے والے ہیں۔

سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے بانی حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہ بھی اس راہ سے واصل باللہ ہیں اس لیے کہ انھوں نے جو کچھ پایا براہ راست رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا گویا وہ صحابیت کے درجہ پر فائز ہیں اور بقول امام ربانی مجد الف ثانی قدس سرہٗ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرب نبوت کے راہ سے واصل باللہ ہیں۔

2- قرب ولائت کے راہ سے واصل باللہ ہونے والے بزرگوں کا ذکر یوں ہے۔

1- اقطاب، 2- اوتاد، 3- بدلاء، 4-5- عام اولیاء اللہ۔

اس راہ سے واصلین کے پیشوا اور سردار اور ان کے بزرگواروں کے منبع فیض حضرت علی مرتضیٰ ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ک مبارک سر پر ہیں۔ اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ یہ عظیم منصب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بعد جن بزرگواروں کو منتقل ہوا ان کی ترتیب درج ذیل ہے۔

1- حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

2- آئمہ اثنا عشر کو ترتیب وار اپنے اپنے وقت میں۔

3- حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

مذکورہ بالا بزرگ حضرات کا تعلق تکوینی حکومت کے نظام سے ہے۔ جس طرح کسی ملک کے وزیر اعظم کے تحت ملک کے تمام انتظامی امور ہوتے ہیں اسی طرح قطب زمان بھی تکوینی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ تمام امور سلطنت اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ماہنامہ ''فیض'' شیر گڑھ ضلع مانسہرہ کے ماہ دسمبر 2001ء کے

Marfat.com

شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوا۔ جو راقم الحروف کی درخواست پر فرد زمانہ جناب قاضی محمد حمید فضلی صاحب نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔

راقم کے درخواست نامہ اور اس کے جواب کی نقل من وعن شامل اشاعت ہے۔

تلچھٹ جس کی جو کسی میکدے میں مل نہ سکے
شراب تند جواں بادہ خوار رکھتا ہے

ذخیرہ

Marfat.com

مسائل تصوف

بادہ خوار

اے بزم آراء جہان طالبان (مشتاقان)!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

پانچ نومبر 2001ء بروز سوموار آپ ارشد محمود چیمہ صاحب کے ہاں بزم آراء تھے۔ اہل مجلس آپ کے سخن لطف پرور سے مستفیض ہوتے رہے۔ مجلس فردوس کا سا سماں اور بہار تھی۔ اس مجلس کے دوران آپ سے ایک گزارش کی تھی۔ اس گزارش کی تفصیل کو بطور یاد دہانی اس عریضہ کے ذریعے کرانے کی سعی ہے۔

عالیجاہ! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ راقم الحروف کے زیر قلم کتاب ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت وزیر اعظم کائنات'' میں ایک مشکل مرحلہ درپیش ہے کہ تکوینی حکومت آسمانی اہل مناصب کی تفصیل کا باب مکمل ہو چکا ہے لیکن تکوینی حکومت کے ارضی کے اصحاب مناصب کا باب مکمل طور پر تشنہ تحریر ہے اور وہ آپ کے قلم کا محتاج ہے اور سرپرستی کا منتظر ہے۔ امید ہے کہ آپ ازراہ کرم بروقت اس تشنگی اور کمی کو دور فرماویں گے۔ اس کمی کی تفصیل یوں ہے۔

تکوینی حکومت کا سربراہ مملکت، صدر، وزیر اعظم، کمانڈر انچیف، چیف جسٹس عدلیہ اور ان کے تحت ان محکمہ جات اوپر سے نیچے تک آخری منصب قاصد اور چپڑاسی کا ہوتا ہے۔ تکوینی حکومت کے خط وخال کا خاکہ درکار ہے۔ اگر مزید مہربانی فرمائی تو جن جن مناصب کا ماخذ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے میسر یا پھر اکابرین امت کے بیان کردہ مناصب حوالہ جات کے ساتھ ترتیب سے منضبط ہو جائیں تو بڑا عظیم کام ہو گا۔ اور انشاء اللہ یہ باب خانقاہ فضلیہ کے حوالہ سے شامل ہو گا، خواہ آپ کے خط کی

Marfat.com

صورت میں ہو یا ماہنامہ فیض کے حوالہ سے ہو۔ ماہنامہ فیض کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ تحقیق ماہنامہ ''فیض'' میں بطور دستاویز محفوظ ہو جائے گی۔ اہل نظر حضرات آپ کے رسالہ کے حوالہ سے بھی مستفیض ہوں گے۔

عالیجاہ! آپ کی ڈائری میں دونوں تحریریں رکھ دی تھیں ایک تحریر میں سورۃ الم نشرح میں وزر پر بحث ہے اور دوسری تحریر ایک خط ہے جو پاکستان ٹی وی اسلام آباد سنٹر کے سخن رنگ کے انچارج کے نام ہے دونوں کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔
اہل خانہ کو عاجزانہ سلام تمام اہل مجلس بھائیوں کو سلام

دعاؤں کا منتظر: حبیبی

....

Marfat.com

جواب

علم و عرفان اور اسی طرح دینی، مذہبی، سیاسی جماعتوں میں اول خویش بعد درویش والی عبیت کارفرما ہوتی ہے، جس جماعت کا بھی دباؤ میڈیا پر ہوتا ہے وہ سامری کے بچھڑے کی طرح اسی جماعت کی آواز نکالتا ہے۔ فیض کا تعلق...... علم و عرفان، دینی و مذہب سے مضبوط وابستگی کے باوصف میڈیا پر چھائیے ہوئے عقل کل مدیر فیض کی تبصرہ کے لیے لی گئی کتابوں کے باوجود کوئی تبصرہ نہیں لکھا جاتا۔ فیض اپنے وسیع دامن میں تعصب وتفرقہ کے کسی غلیظ دھبے سے پاک ہونے کی وجہ سے سب کا ساتھ اور سب کا دوست ہے مگر حق کی نمائندگی بے لوث ہونے کی وجہ سے جماعتوں کے بندھن والے بہ تکم اسے وقعت دیتے ہیں۔ ہمارے بعض اصحاب جنہیں اپنی کسی فکر کو متعارف کرانے کے لیے میڈیا تک رسائی ہونے کے باوجود کہیں سے مثبت جواب نہیں ملتا تو وہ فیض کے صفحات پر نظر جماتے ہئے ہماری حیاء کی گردن جھکانے سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں چھیڑ دیتے ہیں۔ حضرت فضل احمد حبیبی صاحب گجرات کے روحی خانوادہ سے تربیت یافتہ ہونے کے باوجود ہم پر مہربان ہیں اپنی امتیازی فکر کے سلسلہ میں وہ ہمارا بلڈ پریشر چیک کرتے رہتے ہیں...... چنانچہ اس ماہ کا فیض حبیبی نمبر ہی ہے...... تکوینی نظام کے سلسلے میں وہ اپنی جولانی طبع دکھاتے رہتے ہیں...... اس دفعہ گجرات کے سفر کے دوران انھوں نے کچھ استفسارات فرمائے تھے، جوابات کی یاددہانی کے لیے انھوں نے مکتوب لکھ کر رمضانی مصروفیات ثقل میں اور اضافہ فرما دیا۔ جواب کے لیے قبلہ باوخوار کی طرف رجوع فرمایا تو انھوں نے حضرت حبیبی دام مجدہم کے متھے لگنے سے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے عنوان مسائل تصوف کے صفحات سے دست کش ہو جائیں، چنانچہ ان کے عنوان کی روشنی کا سہارا لیتے ہوئے یہ

Marfat.com

عاجز جرأت کر رہا ہے۔

تکوینی نظام کا انکار میرے خیال میں کوئی بھی ذی شعور قرآن کریم میں سورہ کہف پارہ 15 کے ہوتے ہوئے نہیں کر سکتا...... اپنا خاندانی پس منظر الحمد اللہ سات پشت سے، علمی و روحانی...... تزکیہ، تعلیم سے وابستہ ہونے کی وجہ سے عمر کے پچھتر سالہ دور میں ہمیشہ قرب الٰہی کے لیے کوشاں رہا مگر اس اقرار میں کچھ حجاب نہیں کہ قراب الٰہی و تصرفات الٰہی کے جو مقامات اور ان کے تمکن کو قرب الٰہی کی مشیتیں بیان کیا ہے اپنے اندر کچھ راہ نہیں پار با سوائے فطرتی ذوق کے۔

ہمارے سلسلہ میں حضرت عبید اللہ احرار کے حالت میں پڑھا تھا کہ وہ تلوار چلا کر فرماتے کہ میں نے فلاں بادشاہ کا سر اڑا دیا تو واقعی اس بادشاہ کا سر گردن سے جدا ہوتا۔ پاکستان کے موجودہ حالات میں طالبان کے ساتھ ساتھ افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے ایک ہوک اٹھتی ہے کہ کاش مجھے بھی یہ اعزاز نصیب ہوتا تو میں آج ان مغربی فرعون اور ایجنٹ مسلمان حکمرانوں کے سر قلم کر کے ٹرالی بھر کر اقوام متحدہ کی عالمی عدالت انصاف کو پیش کر کے یہ کہتا کہ یہ تمھاری عدالت اور یہ تمہارے مدعی انصاف، ان کی کھوپڑیوں کو اپنے انصاف کے گھر کی زینت بناؤ، لعنت ہے تم پر تمھاری فرعونوں اور تمہارے انصاف پر۔

مگر یہ اعزاز قدرت مجھے جیسے بلڈ پریشر کے مریض کو کب بخشتی ہے یہ اعزاز تو اسے ملتا ہے جس کی فطرت ثانیہ مافعلتہ من اسری میں نے اپنی ذاتی خواہش پر تکوینی عمل بپا نہیں کیا۔ کیا ہوتی ہے بہر حال آج کل تصوف سابقہ مقربین کی خوشہ چینی کا نام رہ گیا ہے نہ کوئی صاحب حال اور نہ کوئی صاحب مقام اس لیے سابقہ بزرگوں کے حوالے سے کچھ پیش ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ ج ثانی باب ثالث وسبعون میں فرماتے ہیں اس راستے کے مردان خدا جنہیں عالم انفاس سے نامزد کیا جاتا ہے، یہ نام ایسا

Marfat.com

ہے کہ سکون دل میں یہ مردان خدا مختلف طبقات اور مختلف احوال رکھتے ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہی جو تمام حالات اور طبقات کے جامع ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جنہیں خدا جو چاہے دے، کوئی وظیفہ ان میں سے ایسا نہیں جس کا خاص لقب نہ ہو احوال و مقامات کے لحاظ سے جن پر انہیں ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ومعارج علیھا یظھرون۔ وہ حیات کی سیڑھی جن پر یہ چڑھتے ہیں۔ ہر ایک جنس خاص کا طبقہ۔ ان میں بعض کے عدد محدود ہوتے ہیں ہر زمانہ میں اور بعض ایسے ہیں جن کا عدد محدود نہیں۔ وہ کم وبیش ہوتے رہتے ہیں میں ان کا تذکرہ جو عدد والے ہیں، جو عدد والے نہیں ان کے القاب کے ساتھ کر رہا ہوں۔

ان میں سے اقطاب ہوتے ہیں جو جامع ہوتے ہیں، جملہ احوال و مقامات اصالتاً یا نیاباً جیسا ہم نے بتایا قطب کے اس لفظ کو وسعت دے کر ہر اس شخص کو قطب کہہ دیتے ہیں جو مقامات میں سے کسی مقام کا حامل ہو اور اپنے معاصروں سے ممتاز ہو۔ کبھی کسی بستی کے مرد کو بھی اس بستی کا قطب کہتے ہیں کبھی کسی جماعت کے مرشد کو بھی اس سلسلہ کا قطب کہتے ہیں۔

لیکن اصطلاحی قطب جن کا یہ نام بغیر کسی اضافت کے ہو وہ اپنے زمانے میں ایک ہوتا ہے وہی غوث، وہی مقرب وہ اپنے زمانہ میں اولیاء کا سردار ہوتا ہے، بعض ان سے ظاہری حکم والے بھی ہوتے ہیں وہ ظاہری حکومت (خلافت) کے بھی حامل ہوتے ہیں، باطنی مقام کے ہوتے ہوئے بھی جیسے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، معاویہ بن یزید و عمر بن عبد العزیز متوکل رضی اللہ عنہم۔ بعض باطنی خلافت کے حامل ہوتے ہیں بظاہر انہیں کوئی اقتدار نہیں حاصل ہوتا جیسے احمد بن ہارون الرشید۔ ابو یزید بسطامی، اکثر قطبوں کا ظاہری اقتدار نہیں ہوتا ان ہی روحی لوگوں سے امام ہوتے ہیں جو دو سے زیادہ نہیں ہوتے تیسرا ان سے نہیں ہوتا، ایک کا نام روحی دنیا میں عبد الرب ہوتا ہے اور دوسرے کا نام عبد الملک۔ قطب کا نام عبد اللہ ہوتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم سورۃ جن پ 29 میں ہے و انہ لما قام

Marfat.com

عبد الله یدعوہ۔ ہر وہ شخص جو اسم الٰہی کی خصوصیت رکھے اسے عبد اللہ کہا جاتا ہے بظاہر جو نام بھی اس کا ہو، قطب جتنے بھی ہیں انہیں عبد اللہ کہا جائے گا اور دو اماموں کو عبد الرب اور عبد الملک، یہی امام قطب کے فوت ہونے کے بعد اس کی جگہ فائز ہوتے ہیں، یہ گویا قطب وقت کے دو وزیر ہوتے ہیں ایک عالم ملکوت کے مشاہدے میں ہوتا ہے اور دوسرا عالم ملک کے ان روحی لوگوں سے اوتاد ہوتے ہیں یہ ہر زمانہ میں چار ہوتے ہیں نہ زیادہ نہ کم، میں نے ان سے ایک شخص کو فاس شہر میں دیکھا تھا جسے ابن جعد کہا جاتا تھا اور مزدوری پر مہندی پیسا کرتا تھا ان چاروں میں ایک کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مشرق کی ڈیوٹی لیتا ہے مشرق اس کے حلقہ حکومت میں ہوتا ہے دوسرے کے ذریعہ مغرب کی ڈیوٹی لیتا ہے، تیسرے کے ذریعے جنوب اور چوتھے کے ذریعے شمال، اطراف کی تقسیم کعبہ مکرمہ سے ہوتی ہے ان کو جبال بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے **الم نجعل الجبال مھادا والجبال اوتادا**۔ پہاڑوں سے ہی زمین کی وسعت قائم اور ٹھہری ہوئی ہے، اسی طرح ان افراد کے وجود سے دنیا کا پھیلاؤ سکون پذیر ہے ان ہی افراد کے مقام کی طرف ابلیس کے مکالمہ میں اشارہ ہے کہ میں ابن آدم کو دائیں، بائیں، آگے، پیچھے خراب کرنے آؤں گا تو ان افراد کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان جہات کا تحفظ فرماتا ہے جس سے وہ محفوظ ہوتے ہیں، شیطان کا تسلط کچھ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ان جہات سے حملہ آور نہیں ہو سکتا...... باقی اوپر اور نیچے کا تحفظ ان چھ افراد کے ذریعے ہوتا ہے جن کا ہم بعد میں ذکر کریں گے۔ ہم ان افراد کو مرد (رجال) کہتے ہیں کبھی ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں لیکن غالب اکثریت کی وجہ سے مرد (رجال) کا ذکر کیا جاتا ہے...... بعض اولیاء سے ابدال کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا چالیس انسان، اس پر اس شخص نے کہا کہ چالیس مرد کیوں نہیں فرماتے، انھوں نے کہا ان میں بعض دفعہ عورتیں بھی ہوتی ہیں، ان کے روحانی نام عبد الحیٔ، عبد العلیم، عبد القادر، عبد المرید ہوتے ہیں...... ان روحانی افراد میں ابدال بھی ہوتے ہیں جو نہ زیادہ ہوتے ہیں اور نہ کم...... ان کے ذریعے اقالیم سبعہ، سات کا تحفظ ہوتا ہے۔

Marfat.com

ابدال کا ایک حکومتی مرکز ایک اقلیم ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدم (خصلت) پر ہوتا ہے پہلی اقلیم (مرکز حکومت) اس کا ہوتا ہے دوسرا ابدال حضرت کلیم علیہ السلام کے قدم (خصلت) پر ہوتا ہے، تیسرا حضرت ہارون علیہ السلام کے قدم پر (خصلت) پر چوتھا حضرت ادریس علیہ السلام کے قدم (خصلت) پر، پانچواں حضرت یوسف علیہ السلام پر، چھٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم (خصلت) پر، ساتواں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم (خصلت) پر ہوتا ہے، سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ ان روحانی افراد کو ستاروں کے اسرار، ان کی حرکات اور ان کی منازل کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے ان کے نام عبد الحئی، عبد العلیم، عبد المرید، عبد لا قادر، یہ چار نام چار اوتاد کے ہیں، عبد الشکور، عبد السمیع، عبد البصیر صفات الٰہیہ کی ہر صفت پر ایک ابدال ہوتا ہے جس صفت سے قدرت اس سے معاملہ فرماتی ہے وہ صفت اس پر غالب ہوتی ہے، ان میں سے ہر شخص کی نسبت اس اسم الٰہی سے ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ اسباب خیر کا استفادہ کرتا ہے، جو اس اسم الٰہی کی حقیقت، شمولیت و احاطہ کا حق رکھتی ہے، اسی اعتبار سے اس شخص کا علم ہوتا ہے۔ انہیں ابدال اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ جب کوئی جگہ چھوڑتے ہیں جس کی تمیز دیکھنے والے نہیں کر سکتے، حالانکہ وہ خود نہیں ہوتے بلکہ روحی آدمی ہوتا ہے جسے اپنا بدل چھوڑتے ہیں جو شخص ایسا کر سکے وہی ابدال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو کسی جگہ بدل مقرر کر دے اور اس شخص کو علم نہ ہو تو وہ حقیقی ابدال میں سے نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا اتفاق ہو جاتا ہے ہم نے بہت دیکھا ہے، ہم نے ابدالوں کو مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے حطیم کے پیچھے، حنبلی مصلی کے پاس وہاں ہم ان سے ملے ہم نے ان سے عمدہ تشخص میں کوئی نہیں دیکھا۔ ان میں سے ہمارا دوست عبد المجید ایک شخص سے ملا جس کا نام معاذ بن اشرس تھا اور جوان ابدال کا بڑا تھا، انھوں نے مجھ تک سلام بھی بھیجا، عبد المجید صاحب نے ان سے پوچھا کہ ابدال کو یہ اعزاز کس وجہ سے ملتا ہے تو انھوں نے بتایا کہ ابو طالب مکی نے جو چار باتیں ان کے متعلق بتائیں ہیں وہ ان کے اعزاز کا باعث ہیں۔ بھوک، بندگی

Marfat.com

میں جاگنا، خاموشی، کنارہ کشی۔ کبھی عام بزرگوں کو بھی ابدال کہا جاتا ہے جو چالیس ہوتے ہیں، کبھی بارہ کو ابدال کہا جاتا ہے، ان میں سے نقباء ہیں جو بارہ کی تعداد میں ہوتے ہیں نہ زیادہ نہ تھوڑے آسمان کے بروج کی تعداد میں۔ ہر نقیب کی خاصیت اپنے برج سے متعلق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نقباء کے ہاتھوں شریعت کے علوم کا پھیلانا اور انسانی نفوس کی غلاظتوں اور مکروفریب کو نکالنا کیا ہے۔ شیطان ان کے سامنے برہنہ ہوتا ہے یہ اس کے متعلق وہ کچھ جانتے ہیں جو اسے بھی اپنے متعلق پتہ نہیں ہوتا، یہ کسی شخص کے قدموں کے نشان سے اس کے نیک بخت یا بدبخت ہونا جان لیتے ہیں۔ ان میں سے نجباء ہوتے ہیں جو تعداد میں آٹھ ہوتے ہیں نہ زیادہ نہ کم۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے احوال کا اظہار ہوتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات مشہورہ میں سے سات کا علم رکھتے ہیں اور آٹھویں کا کچھ ادراک، ان کا مقام کرسی ہے یہ اس سے آگے جب تک نجباء ہوں نہیں بڑھ سکتے، ستاروں کی تائید کے علم میں راسخ ہوتے ہیں، بذریعہ کشف و اطلاع کے نقباء فلک تاسع کے علم کے حامل ہوتے ہیں، نجباء باقی آٹھ افلاک کا حصہ ہیں۔ ان ناموں سے چار اوتاد مل کر سات کا عدد مکمل ہوتا ہے، ان میں سے نقباء ہیں جن کی تعداد بارہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے متعلق بارنقیبوں کا ذکر ہے۔ یہ وہ عارف ہیں جو عوام کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں، اسی طرح فوجود کا، جس طرح بارہ برج ہیں یہ بارہ نقیب بھی ان ستاروں کے متعلق علم رکھتے ہیں جو ان برجوں میں داخل ہوتے ہیں، ان میں نجباء ہیں، یہ آٹھ آسمانوں کی تعداد اور کرسی ملا کر یہ لوگ ستاروں کے علم کے واقف ہوتے ہیں، دیگر روحانی اوصاف والوں کا ذکر بھی کیا ہے جو موجب طوالت ہوتا ہے، خطیب کا فرمان ہے۔ نقباء تین، نجباء ستر، ابدال چالیس، اخیار سات، عمدہ چار، غوث ایک۔ یہ لوگ ایک درجے سے دوسرے درجے تک ایک کے فوت ہونے کی وجہ سے ترقی کرتے ہیں۔

....

Marfat.com

پیارے حبیبی صاحب

یہ کتب تصوف کے منقولات میں پیش ہیں ہم جس زمانہ میں سانس لے رہے ہیں یہ نہیں کہ یہ اولیاء نہ ہوں گے مگر ہماری اپنی مشتبہ صالحیت ان کے متعلق کسی ادراک سے عاری ہے۔ تعلق الٰہی ایک ایسا جو ہر محبت ہے کہ انسان اپنی باطنی کیفیت کے تحت اپنی ہمت سے نباہتا ہے جس کی جتنی ہمت اس کی اتنی اڑان۔ جتنی جان سپاری اتنا لطف کرو گے۔ محی الدین ابنی عربی فتوحات جلد رابع ص30‘31 میں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پوری دنیا سمائی ہوئی ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں رحمت عالم جو کوبن کے نیچے ہے یہ پردہ فلک ہے جس میں ستارے ہیں...... حضرت محی الدین نے فتوحات مکیہ جزء ثانی کے باب نمبر تہتر میں کی ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں تقریباً ڈیڑھ سو سوالات کے جوابات دیئے ہیں جو روحانیات سے متعلق ہیں۔ اپنے بس میں مزید آگے پڑھنا وقت کی نزاکت کے تحت مشکل ہے۔

البتہ ایک دوسرے روحی فاضل کی بحث قطب کے حوالہ سے بھی آپ کی تسلی کے لیے پیش ہے وہ فرماتے ہیں۔ قطب الاقطاب، قطب الارشاد، قطب البلاد، قطب متقرنین...... جن کی قدرت کلمہ الٰہی جامع ہونے کی وجہ سے ذاتی ہوتی ہے۔ یہ وہ سابق مقرب ہیں...... ان میں چار اوتاد ہوتے ہیں۔ عبدالحیٔ، عبدالعلیم، عبدالمرید، عبدالقادر جن کا فیضان ادریس، الیاس، عیسیٰ انبیاء علیہما السلام سے ہوتا ہے، یہ دنیا کے قطب ہیں، ان میں جن کی نہ موت ہے نہ بیماری ہے، نہ بے ہوشی ہے اور نہ کچھ تغیر ہے۔ ان کے نمائندے اوتاد ہوتے ہیں......ان میں سے دو امام ہوتے ہیں ایک قطب کے دائیں طرف، دوسرا بائیں طرف، جو وزارت کی ڈیوٹی میں ہوتے ہیں جس طرح حضرت ہارون

Marfat.com

علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے وزیر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری مدد خود فرمائی اور مسلمانوں کے ذریعے فرمائی...... ان میں ابدال ہیں جو سات ہوتے ہیں، سات اقلیموں کے ساتھ ہوتے ہیں اور سات پیغمبروں کے فیضان کے حامل۔ حضرت ابراہیم، موسیٰ، ہارون، ادریس، یوسف، عیسیٰ و آدم علیہم السلام، ان میں سے تینوں کے نام عبدالسمیع، عبدالبصیر، عبدالشکور ہوتے ہیں ایسا شخص مقامات کی دنیا سے بلند ہوتا ہے، قطب شعرانی اپنی کتاب تحقیقات شعرانی ج1،ص123 میں حضرت احمد رفاعی کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ سے ان کے ایک مرید نے پوچھا، حضرت آپ قطب ہیں تو آپ نے فرمایا، اپنے شیخ کو قطبیت کی غلاظت سے پاک سمجھو، پھر اس نے پوچھا حضرت آپ غوث ہیں تو آپ نے فرمایا اپنے شیخ کو غوثیہ کی غلاظت سے پاک سمجھو، مرید نے کہا آپ کیا ہیں تو آپ نے خشک بیر کے درخت کو دیکھا تو وہ اسی وقت ہرا ہو گیا آپ نے فرمایا میں یہ ہوں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء سلوک و تصوف قرب الٰہی میں ان مقامات سے ہوتے ہیں۔ آپ محی الدین ابن عربی کا قول فتوحات ج4،ص8 سے حضرت جنید کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حادث جب قدیم سے جڑ جائے تو اثر قدیم کا ہوتا ہے نہ حادث کا......

حبیبی صاحب! یہ سعی نا تمام قبول فرمائیں رمضانی مصروفیات میں اتنا کچھ بھی بہت زیادہ ہے۔

رہ عاقلی رہا کن با او تواں رسیدن
بدل نیاز مندے بہ نگاہ پاکبازے

خرد و عقل کی راہ خدا تک رسائی کے لیے چھوڑو دل بھی نیاز مند ہو نگاہیں پاک ہوں تیری باقی فرش سے عرش والے، یا دیگر آپ کے استن سے جو آپ نے سورۃ الم نشرح سے کئے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ذمہ داری کے متعلق ہیں آپ کا ذوق تصوف رخ دے رہا ہے اس میں آپ کسی ملامت کے مستحق نہیں اسی طرح (1) انعام الحق

Marfat.com

کی طرف مکتوب بھی۔

ماہنامہ ''فیض'' سے لیا گیا، اوپر درج مضمون میں خط کشیدہ عبارت میں حضرت عبد اللہ کا نام مذکور ہے۔ اور وہ اپنے وقت کے قطب الاقطاب کے منصب پر فائز ہوتا ہے۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو جس طرح اس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے اس کا حال میرے استادگرامی اور رہنما جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب اس کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

کوٹھے (کمرہ) کے باہر چہار دیواری ہے۔ چہار دیواری کے اندر صحن ہے۔ صحن میں گھنا سایہ دار درخت ہے۔ غالباً یہ درخت نیم کا ہے۔ اس درخت کے نیچے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے ایک صاحب سے الجھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم میرے خاوند کو نہیں لے جا سکتے وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اس معاملے میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے معاملات ہیں۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں اسی طرح ہوتا ہے۔ عورت نے ہائے کہہ کر زور سے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ مارے اور زار و قطار رونے لگی۔

میں آگے بڑھا اور پوچھا کیا بات ہے، آپ اس عورت کو کیوں ہلکان کر رہے ہیں......؟''

ان صاحب نے کہا۔ مجھے غور سے دیکھو اور پہچانو میں کون ہوں''

میں نے وہیں کھڑے کھڑے آنکھیں بند کر لیں جیسے مراقبہ کرتے وقت بند کی جاتی ہیں اور ان صاحب کو دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت ملک الموت ہیں۔ میں نے بہت ادب سے سلام کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیئے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے نہائت گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا جس وقت میں نے ان سے ہاتھ ملائے تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے اندر بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کئی جھٹکے بھی لگے جن سے میں کئی فٹ اوپر اچھل اچھل گیا۔ آنکھوں میں سے چنگاریاں نکلتی نظر آئیں۔

Marfat.com

بہت ڈرتے ڈرتے اور تقریباً التجا کے سے انداز میں، میں نے پوچھا۔ ''اس عورت کے خاوند کا کیا معاملہ ہے؟''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا۔ یہ صاحب اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں یہ عورت ان کی بیوی ہے اور یہ بھی اللہ کی برگزیدہ بندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے پر حکم نازل فرمایا ہے کہ اب تم دنیا چھوڑ دو۔ لیکن مجھے ہدایت ہے کہ اگر ہمارا بندہ خود آنا چاہے تو روح قبض کرنا۔ اللہ کا یہ بندہ راضی برضا ہے اور اس دنیا سے سفر کرنے کے لیے بے قرار ہے لیکن بیوی صاحبہ کا اصرار ہے کہ میں اپنے شوہر کو نہیں جانے دوں گی تاوقتیکہ اس کا بدل مجھ کو نہ مل جائے یا پھر ہم دونوں پر ایک ساتھ موت وارد ہو۔''

اس احاطہ کے اندر مٹی اور پھونس کے بنے ہوئے کمرہ میں ملک الموت میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ وہاں ایک خضر صورت بزرگ بھورے رنگ کے کمبل پر لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ کمبل زمین پر بچھا ہوا ہے۔ سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ رکھا ہے کہیں کہیں سے اس کی سلائی ادھڑی ہوئی ہے۔ اس میں سے کھجور کے پتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ ان بزرگ کے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ ڈاڑھی گول اور چھوٹی ہے، لمبا قد اور جسم بھرا ہوا۔ پیشانی کھلتی ہوئی، آنکھیں بڑی بڑی اور روشن۔ ایک بات جس کو میں نے خاص طور پر نوٹ کیا، یہ تھی کہ پیشانی سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں جن پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔

حضرت ملک الموت نے کمرہ میں داخل ہو کر کہا۔ ''یا عبد اللہ! سلام علیک''

میں نے بھی ملک الموت کی تقلید میں یا عبد اللہ سلام علیک کہا۔ بزرگ اٹھے مجھے قریب بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک میرے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ حضرت عبد اللہ (غالباً ان کا نام عبد اللہ ہی ہوگا) نے ملک الموت سے ارشاد فرمایا۔ ہمارے خالق کا کیا حکم لائے ہو؟''

ملک الموت نے دست بستہ عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبد اللہ نے فرمایا۔ ہمارے قائم مقام کے بارے میں ہمارے خالق کا کیا فرمان ہے؟

ملک الموت نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری ہو گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ نے فرمایا۔ تمھارے ساتھ یہ لڑکا ہمارے آقا...... قلندر بابا اولیاء کا روحانی وارث ہے۔ ہم بھی اس کو اپنا روحانی ورثہ عطا کرتے ہیں۔

حضرت ملک الموت دو زانو ہو کر ان بزرگ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئے میں بھی ان کے پاس ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اپنا جسم ان کے جسم سے ملا کر سوچتا ہوں کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس طرح مل بیٹھنے سے ان کی روشنیاں میرے اندر منتقل ہو جائیں گی۔

ہوتے ہوتے ایسا ہوتا ہے کہ میرا جسم گھٹنے لگتا ہے اور میں ایک نومولد بچے کی طرح اس فرشتہ کی گود میں آ جاتا ہوں۔ یہ فرشتہ یعنی ملک الموت مجھے ہاتھوں میں اٹھا ان بزرگ کے پاس لے جاتا ہے اور بزرگ کے سینے پر شہادت کی انگلی سے گلے سے ناف تک ایک خط کھینچتا ہے۔ اس طرح ان بزرگ کا سینہ کھل جاتا ہے اور یہ فرشتہ مجھے ان بزرگ کے سینے میں رکھ کر شگاف کو بند کر دیتا ہے۔

اب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں ان بزرگ کے سینے کے اندر آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہوں۔ پھر یہ ہوا کہ میرا سر بزرگ کی گردن میں سما گیا۔ میرے ہاتھ بزرگ کے شانوں میں جذب ہو گئے اور میرے پیر بزرگ کی ٹانگوں کے ابتدائی جوڑوں میں داخل ہو گئے اور پھر میرا جسم بتدریج بڑھتے بڑھتے ان بزرگ کے جسم کے برابر ہو گیا۔ گردن، گردن میں، سر، سر میں، آنکھیں، آنکھوں میں، دونوں ہاتھ بزرگ کے دونوں ہاتھوں میں دونوں ٹانگیں بزرگ کی دونوں ٹانگوں میں اور انتہا یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں تک انگلیوں میں جذب ہو گئیں۔ ایسے ہی پیر کی دسوں انگلیاں الگ الگ دس انگلیوں میں سرایت کر گئیں۔

یہ بزرگ شان جلال سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بایاں پیر زور سے زمین پر

Marfat.com

مارا۔ پیر کی ضرب سے زمین لرزنے لگی جیسے شدید زلزلہ آ گیا ہو۔ اسی عالم میں حضرت ملک الموت پھر آگے بڑھے اور انگشت شہادت سے دائیں پہلو میں شگاف دے دیا۔ اور اس شگاف میں ہاتھ ڈال کر مجھے باہر نکال لیا۔ میں اب پھر نومولود بچہ کی طرح تھا۔ حضرت ملک الموت نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ وہ بزرگ نہایت آہستگی سے لیٹ گئے اور جسم نے ایک جھرجھری لی اور اس مقدس و برگزیدہ ہستی کی روح پرفتوح اللہ تعالیٰ کے حضور پرواز کر گئی۔

حضرت ملک الموت مجھے سینہ سے لگائے کمرہ سے باہر آئے اور ان بزرگ کی اہلیہ سے فرمایا۔ مجھے تمہارے شوہر کا نعم البدل مل گیا ہے۔ تمہارے پاک طینت اور اللہ کے دوست شوہر اللہ تعالیٰ کے حضور تشریف لے جا چکے ہیں۔ اس مقدس اور پاکیزہ جسم کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری گود میں یہ بچہ تمہارے شوہر کا نعم البدل ہے۔ تم چاہو تو میں اس کو تمہاری گود میں دے سکتا ہوں۔

عورت نے میری طرف اور فرشتے کی طرف غور سے دیکھا اور تقریباً دوڑتی ہوئی کمرہ میں چلی گئی۔

فرشتہ آسمان میں پرواز کر گیا۔ (جنت کی سیر۔ صفحہ)

مندرجہ بالا عبارت میں سلسلہ عالیہ عظیمیہ خانوادہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی جس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ جس کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ کتاب 1975ء میں شائع ہوئی۔ لہٰذا وہ حال ان کا اس وقت کا تھا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے درستوں کی روحانی ترقی ہر لحہ ہوتی ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ موصوف 2002ء جون تک کامل صحت کے ساتھ رشد و ہدایت میں مصروف ہیں امور تکوینیہ کی جہت سے ان کیا مقام و مرتبہ ہو سکتا ہے؟ یقیناً بہت اعلیٰ ہوگا؟

(نوٹ): اس تحریر کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو ان سے گزارش کی گئی کہ آپ اپنے موجود احوال و مقام سے مطلع فرمائیں۔

Marfat.com

تو ... فرمایا۔ حضور قلندر بابا قدس سرہ' فرمایا کرتے تھے کہ درویش چمار ہوتا ہے۔ پھر کچھ دیر ادھر وادھر کی باتوں میں مصروف رہے پھر فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ نے کہیں یہ بات بیان کی ہے کہ قادریہ سلسلہ والے لوگ حضور غوث پاک کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ولی کی گردن پر غوث پاک کا قدم ہے۔ لیکن بعض اولیاء اللہ پر یہ بات واقع نہیں۔ تو حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمتہ کی بات درست ہے۔ واقعی بعض اللہ کے دوستوں کا معاملہ ایسا ہی ہے۔

راقم الحروف عالی مرتبت جناب خواجہ شمس الدین عظیمی کے مذکورہ بالا الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ جناب خواجہ صاحب کی ذات بھی ان مخصوص اللہ کے محبوب بندگان میں سے ہیں۔ جن کی گردن پر حضور غوث پاک کا قدم نہیں آیا اور وہ براہ راست و اصل باللہ ہیں۔ آج مورخہ 18-7-2002 اور یہ ملاقات ماہ مئی میں ہوئی تھی۔ جس میں مندرجہ بالا گفتگو کا ذکر ہوا۔

....

Marfat.com

مقدمہ

از قلم پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی ایم اے

کائنات ارضی میں انسانی معاشرے کو ایک منظّم، متمدن اور مربوط زندگی بسر کرانے کی کوششیں آغاز آفرینش سے ہی ہوتی رہی ہیں۔ اس معاشرے کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اس ضرورت کو زیادہ سے زیادہ محسوس کیا جانے لگا۔ چنانچہ نسل آدم میں جہاں ہمیں شہنشاہان عالم کی فتوحات ان کی حکمرانی کے ضوابط حصول جاہ و اقتدار کی کشمکش کے لاکھوں واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں ہم اس معاشرہ کی اصلاح و تنظیم میں ان صاحب اسرار ہستیوں کے اثرات و احوال کو نظر انداز نہیں کر سکتے جنھوں نے انسانی اذہان وقلوب کو منظّم و مربوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان ہستیوں نے زندگی کے ہر دور میں انسانی اصلاح اور اخروی فلاح کے لیے کام کیا ہے اور وہ ٹھوس حقایق کو لے کر نہایت خاموشی سے کام کرتے گئے۔ ان کے ہاتھ تلوار کے قبضہ پر تو نہیں گئے۔ مگر دلوں کی فتوحات کرتے گئے۔ وہ علاقائی سرحدوں کی تقسیم میں تو ملوث نہیں ہوئے۔ مگر وہ روحانی اقتدار کو منظّم کرنے سے کبھی غافل نہیں رہے ان کے ہاتھ نسل آدم کے خون سے رنگین تو نہیں ہوئے۔ مگر دنیا کے شہنشاہوں کی اکڑی ہوئی گردنیں ان کی نگاہ کی تیغ بازی کے سامنے جھکتی گئیں۔

قلندران کو بہ تسخیر آب و گل کوشند
زشاہاں تاج ستانند و خرقہ بردوشند

ایک عرصہ سے ان خرقہ بردوش ہستیوں کے احوال و اسرار کی جستجو اہل ذوق کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ چنانچہ زیر نظر مفید کتاب احسن الاقوال۔ فی احوال الابدال میں ایسے

Marfat.com

ہی رجال میں سے آپ کو ابدال کے فضائل۔ ان کی حکمرانی کے مقامات۔ ان کے مقامات قیام۔ ان کی تعداد ان کی خصوصیات ان کے حالات پھر انسانی معاشرے پر ان کے اثرات کی تفصیل ملے گی۔ اور آپ تمام کتابوں کے مطالعہ کے ماورئی اس کتاب میں ایک خاص قسم کی معلومات سے مستفید ہوں گے۔

ظاہر بین نگاہ ان پر اسرار ہستیوں کے کمالات و احوال کے ادراک سے ہمیشہ محروم رہی ہے مگر اہل دل نے ان رجال اللہ کے فیضان سے نہ صرف فائدہ اٹھایا بلکہ دنیا کے بادشاہوں کی تمام فتوحات ان صاحب اسرار بزرگوں کی نگاہ کی حکمرانی کے سامنے ہیچ اور بے وقار دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ ان کی روحانی قوتوں کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے　　　جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا　　　پہاڑ ان کی ہیبت سے مانند رائی

صوفیاء کے ہاں ان افراد کی تنظیم اور روحانی سلطنتوں کے نظام کی ذمہ داری بھی ایسے ہی صاحب کمال حضرات ابدال پر عاید ہوتی ہے۔ ہم اس نظام میں سے چند مناصب کا ذکر کرنا غیر موزوں محسوس نہیں کرتے اور محسوس کرتے ہیں کہ اس ابتدائی تعارف سے کتاب کے مضامین کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ سب سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ابدال (جن کی تفصیل زیر نظر کتاب میں ہے) کون حضرات ہیں۔ ان کے حدود کار میں کون کون سے امور آتے ہیں ان کے فرائض کیا ہیں اور ان کا قیام کائنات ارضی کے کن کن مقامات پر ہوتا ہے۔ یہ کن کن ہستیوں کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کا تقرر۔ تبدیلی یا اختیارات کی حدود کیا کیا ہیں۔

ابدال دراصل رجال اللہ میں سے ایک مخصوص مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ قرآن پاک نے ہمیں رجال اللہ کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے۔

رِجَال " لَّاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ "؟ ولا بَيْعدذ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

Marfat.com

ترجمہ: وہ مردان حق جنہیں تجارت اور خرید و فروخت یاد خداوندی سے غافل نہیں کرتی۔

ان کا وجود مسعود حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک رہا ہے۔ اور حضور کے عہد مبارک سے لے کر ظہور مہدی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام تک رہے گا۔

کائنات کے قیام اور نظام کا دارومدار ان ہی مردان خدا پر ہے۔ عبد و معبود کے درمیان کا رشتہ انہیں کی تعلیمات و ہدایات پر قائم ہے۔ امور تکوینی کے انصرام اور تصرفات کونیہ کی قدرت سے مشرف ہوتے ہیں ان کی برکات سے بارشیں برستی ہیں۔ نباتات پر سرسبزی آتی ہے۔ کائنات ارضی پر مختلف قسم کے حیوانات کی زندگی انہی کی نگاہ کرم کا مرہون منت ہے شہری آبادیاں تغلب احوال وتحول اقبال، سلاطین کے عروج و زوال۔ انقلابات زمانہ اغنیاء و مساکین کے حالات میں ردوبدل۔ اصاغر وا کابر کی ترقی و تنزل جنود و عا کا اجتماع و انتشار بلاقال اور و باؤں کا رفع و دفع ہونا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کروڑوں طاقتوں کا مظاہرہ انہیں کے اختیار میں ہے۔ آفتاب عالم تاب خداوند تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے تمام کائنات کو روشن رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے غیب الغیب سے ایک نوران حضرات پر وارد کرتا ہے۔ جس سے وہ بنی آدم کے نظام کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اولیاء ظاہرین اور اولیائے مستورین۔

اولیائے ظاہرین کے سپرد مخلوق خدا کی ہدایت واصلاح ہوتی ہے۔ یہ لوگ مخلوق خدا کی ہدایت اور اصلاح کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اپنے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ وہ دشوار ترین حالات کے سامنے بھی اپنے کام میں مامور رہتے ہیں۔ اولیائے مستورین کے سپرد انصرام امور تکوینی ہوتا ہے۔ یہ اغیار کی نگاہوں (نگاہ ظاہرین سے مستور اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھی صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ انہیں

Marfat.com

اپنے انصرامی امور کی سرانجام دہی کے سلسلہ میں اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انہیں اصطلاح صوفیہ میں رجال الغیب اور مردان غیب کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی اتباع میں ان کے قدم بہ قدم چل کر عالم شہادت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اور مستوی الرحمٰن کا مقام پاتے ہیں۔ وہ نہ تو پہچانے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے وصف بیان کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ عام انسانی شکل میں رہتے ہیں۔ اور عام انسانوں میں صبح و شام مصروف کار رہتے ہیں۔

نگاہ میں برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
یہ بات کیا ہے؟ انہیں دیکھنے کی تاب نہیں

ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں جو اپنے اپنے مقامات پر متعین ہیں۔ عالم احساس میں جس انسان کی شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں لوگوں کو پردہ غیب سے پیچھے کی خبریں دیتے ہیں۔ پوشیدہ امور سے بعض اوقات پردہ اٹھا دیتے ہیں اور پھر ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں جو تمام کائنات ارضی پر پھرتے ہیں۔ لوگوں سے اپنا تعارف کراتے ہیں اور پھر آنا فانا غیب ہوجاتے ہیں۔ ان سے باتیں کرتے ہیں۔ ان کی مشکلات کا حل بتاتے ہیں۔ ان کے مسائل کا جواب دیتے ہیں اور جنگلوں پہاڑوں صحراؤں اور سمندروں میں قیام کرتے ہیں۔ ایسے حضرات میں سے قوی تر حضرات شہروں میں بھی قیام کرتے ہیں۔ صفات بشری کے ساتھ صبح و شام بسر اوقات کرتے ہیں۔ آبادیوں میں اعلیٰ مکانات میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ احباب کی شادی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اپنے معاملات میں شریک کرتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں تو اپنے حلقہ احباب سے عیادت کرواتے ہیں، علاج کرواتے ہیں اولاد و اسباب، احوال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگوں کی دشمنیوں، بدگمانیوں، ایذا سانیوں، اور حسد و بغض کے اثرات برداشت کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے حسن احوال اور کمالات باطنی کو اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ صاحبان نظر ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں صاحبان احوال ان کی زیارت کو آتے ہیں۔ انہی کی شان میں ارشاد

Marfat.com

ہوتا ہے اَوْلِیَاتِیْ تَحتَ قَبَائِی لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِی۔

مندرجہ بالا رجال اللہ (مردان خدا) کو بارہ اقسام میں منقسم کیا گیا ہے۔

(1) اقطاب (2) غوث (3) اماماں (4) اوتاد (5) ابدال (6) اخیار (7) ابرار (8) نقبا (9) نجبا (10) عمد (11) کمتران (12) مفروان

اقطاب: ہر زمانہ میں صرف ایک قطب ہوتا ہے۔ یہ قطب سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ قطب عالم، قطب کبریٰ، قطب الارشاد، قطب مدار، قطب الاقطاب، قطب خطب جہاں اور جہانگیر، عالم علوی اور عالم سفلی میں اسی کا تصرف ہوتا ہے، اور سارا عالم اسی کے فیض برکت سے قائم ہوتا ہے۔ اگر قطب عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو پورا عالم درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ قطب عالم براہ راست اللہ تعالیٰ سے احکام و فیض حاصل کرتا ہے اور ان فیوض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے۔ بڑی عمر پاتا ہے۔ نور خاصہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہر سمت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے ماتحت اقطاب کے تقرر، تنزل اور ترقی کے اختیار کا مالک ہوتا ہے۔ ولی کو معزول کرنا، ولایت کو سلب کرنا، ولی کو مقرر کرنا۔ اس کے درجات میں ترقی دنیا اسی کے فرائض میں ہے۔ وہ ولایت شمس پر فائز ہوتا ہے لیکن اس کے ماتحت اقطاب کو ولایت قمر میں جگہ ملتی ہے۔ قطب عالم اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن کی تجلی کا مظہر ہوتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر خاص تجلی الولایت ہیں۔ قطب عالم سالک بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا مقام ترقی پذیر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام محبوبیت ہے۔ رجال اللہ میں اس قطب عالم کا نام عبد اللہ بھی ہے۔

اقطاب کی بے شمار قسمیں ہیں۔ یہ اقطاب تمام کے تمام قطب عالم کے ماتحت ہوتے ہیں قطب ابدال، قطب اقالیم، قطب ولایت وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات مختلف افراد

Marfat.com

کی تربیت کے لیے ایک ایک قطب کا تعین کیا جاتا ہے۔ قطب زہاد، قطب عباد، قطب عرفا، قطب متوکلان یہ اقطاب شہروں، قصبوں، گاؤں غرضیکہ جہاں جہاں انسانی معاشرہ ہے وہاں ایک قطب مقرر اس کی محافظت اور اصلاح کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ بستی مومنوں سے آباد ہو خواہ کافروں سے مگر قطب اپنے فرائض سرانجام دیتا رہتا ہے۔ مومنوں کی بستیوں میں اسم ہادی کی تجلی سے کام لیا جاتا ہے اور کافروں کی پرورش یا نگرانی اسم مضل کے ماتحت ہوتی ہے۔ غوث:۔ بعض صوفیہ نے غوث اور قطب ایک ہی شخصیت کو قرار دیا ہے۔ مگر حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک قطب الاقطاب اور غوث میں بڑا فرق ہے۔ بعض اوقات قطب اور غوث کے اوصاف ایک ہی شخصیت میں جمع ہو جاتے ہیں۔ قطبیت کی وجہ سے قطب الاقطاب اور غوث غوثیت کے اعتبار سے غوث العالم کہلاتا ہے۔

امامان: قطب الاقطاب کے دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں اما مان کہتے ہیں۔ ایک قطب کے داہنے ہاتھ رہتا ہے جس کا نام عبد الملک ہے۔ اور دوسرا بائیں ہاتھ بیٹھتا ہے۔ اور ان کا عبد الرب ہے۔ داہنے ہاتھ والا قطب مدار سے فیض پاتا ہے اور عالم علوی سے افاضہ کرتا ہے۔ بائیں ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حال کرتا ہے مگر عالم مفلی پر افاضہ کرتا ہے۔ صوفیہ کے نزدیک باتیں ہاتھ والے امام کا رتبہ دائیں ہاتھ والے امام سے بلند تر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والا ترقی پاتا ہے۔ اور اس کی جگہ دائیں ہاتھ والا مقرر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم کون وفساد میں انتظام کرنا اور امن برقرار رکھنا زیادہ مشکل ہے۔ اس عالم میں معاشرہ اپنی خواہشات غیض و غضب اور فساد و شر کی وجہ سے سخت انصرام وانتظام کی ضرورت کا تقاضا کرتا ہے اس لیے یہ وزیر زیادہ مستعد، تجربہ کار اور مضبوط رکھا جاتا ہے۔ اس کی نسبت عالم علوی کے احوال زیادہ اصلاح یافتہ ہیں جہاں مشکلات کا سامنا کم ہوتا ہے۔ اوتاد دنیا میں چار ہوتے ہیں۔ یہ عالم کے چاروں آفاق (گوشوں) پر متعین ہیں۔ مغربی افق والے اوتاد کا نام عبد الودود۔ مشرقی افق والے کا نام عبد الرحمٰن۔ جنوبی والے کا نام عبد الرحیم اور شمالی والے کا نام عبد

Marfat.com

القدوس ہوتا ہے۔ قیام عالم میں یہ اوتاد میخوں کا کام دیتا ہے اور پہاڑوں کی طرح زمین پر امن برقرار رکھنے کا کام دیتے ہیں۔

الم نجعل الارض مهاداً والجبال اوتاداً۔

کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو اوتاد نہیں بنایا؟

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں صوفیا کرام نے اوتاد حضرات کے مقامات۔ فرائض۔ مراتب اور قیام امن میں ان کے کردار کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے۔

ابدال: (ہمارا موضوع کتاب) انہیں بدلاء بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا میں بیک وقت سات ہوتے ہیں اور سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں یہ سات انبیاء کے مشرب پر کام کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کی روحانی امداد کرتے ہیں۔ اور عاجزوں اور بے کسوں کی فریاد رسی پر مامور ہیں۔

1- ابدال اقلیم اول ...... برقلب ابراہیم علیہ السلام ...... نام ...... عبد الحئی
2- ابدال اقلیم دوم ...... برقلب موسیٰ علیہ السلام ...... نام ...... عبد العلیم
3- ابدال اقلیم سوم ...... برقلب ہارون علیہ السلام ...... نام ...... عبد المرید
4- ابدال اقلیم چہارم ...... برقلب ادریس علیہ السلام ...... نام ...... عبد القادر
5- ابدال اقلیم پنجم ...... برقلب یوسف علیہ السلام ...... نام ...... عبد القاہر
6- ابدال اقلیم ششم ...... برقلب عیسیٰ علیہ السلام ...... نام ...... عبد السمیع
7- ابدال اقلیم ہفتم ...... برقلب آدم علیہ السلام ...... نام ...... عبد البصیر

مندرجہ بالا سات ابدالوں میں سے عبد القادر اور عبد القاہر کو ان مقامات۔ ممالک اور اقوام پر مسلط کیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہونا ہوتا ہے۔ یہ مشہوری بنتے ہیں۔ ان سات ابدالوں کو قطب اقلیم بھی کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا ابدال کے علاوہ پانچ ابدال اور بھی ہوتے ہیں جو یمن میں رہتے ہیں اور پورے شام پر ان کی حکومت ہوتی ہے۔ یہ قطب ولایت کہلاتے ہیں۔ قطب عالم

Marfat.com

کا فیض قطب اقالیم پر اور قطب اقالیم کا فیض قطب ولایت پر اور قطب ولایت کا فیض تمام اولیائے جہاں پر اور ہوتا رہتا ہے۔ علاوہ ازیں 350 ابدال اور بھی ہوتے ہیں جن میں سے تین سو قلب آدم علیہ السلام پر ہیں۔ میر سید محمد جعفر مکی نے چار سو چار ابدال کی تعداد بتائی ہے جو مختلف انبیاء علیہم السلام کے مشرب پر ہوتے ہیں۔ اور مختلف خدمات سر انجام دیتے رہتے ہیں۔

مفردان: افراد کو کہتے ہیں جو قطب عالم ترقی کرتا ہے وہ فرد ہو جاتا ہے۔ مقام فردانیت پر پہنچ کر تصرفات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ قطب مدار عرش سے تحت الثریٰ تک متصرف ہوتا ہے اور فرد متحقق ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ تصرف اور تحقق میں بڑا فرق ہے۔ قطب مدار تو علی الدوام تجلی صفات میں رہتا ہے۔ مگر خود تجلی ذات میں ہوتا ہے۔ قطب مدار خاص ہے۔ فرد اخص ہے۔ فردانیت مقام انبساط و محبت ہے۔ یہاں پہنچ کر مراد باقی نہیں رہتی۔ بعض اولیاء کو تجلی افعالی ہوتی ہے۔ بعض کو تجلی اسمائی۔ بعض کو تجلی آثاری۔ بعض مقام صحو میں ہوتے ہیں۔ بعض مقام سکر میں۔ بعض بیک وقت دونوں مقامات پر۔ مقامات اولیاء اللہ خارج از حد ہوتے ہیں۔ مگر اہل فردانیت تمام مقامات سے برتر ہوتے ہیں۔ تنزل کی حد ایک ہے مگر عروج و ترقی کی حدود وانتہا سے مبرا ہے۔ افراد ترقی کر کے جب فردانیت میں کامل ہوتے جاتے ہیں تو ان کا رتبہ محبوبیت آ جاتا ہے۔ پھر محبوبیت بھی مقبولان بارگاہ میں خاص امتیاز ذات کے ہوتی ہے۔ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی دہلوی رحمتہ اللہ علیہما اسی مقام محبوبیت کے مالک تھے۔ بحر المعانی میں لکھا ہے۔

"روزے ایں فقیر در کشتی دریائے نیل مصر با حضرت خضر علیہ السلام مصاحب بود۔ سخن درمیان شاہدان لایزامی می رفت۔ خضر علیہ اسلام می فرمود کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ نظام الدین بدایوانی در مقام معشوقی بودن کہ امثال ایشاں دیگرے نہ رسید۔

اخیار:۔ ابدال میں سے چالس اخیار کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

نقبا:۔ یہ تین سو ہیں۔ سب کا نام علی ہے۔

نجباء:۔ یہ تعداد میں ستر ہیں۔ نام حسن اور مصر میں رہتے ہیں۔

عمد:۔ چار ہیں۔ محمد ان کا نام ہے۔ زمین کے مختلف زاویوں میں کام کرتے ہیں۔

مکتوبان: یہ حضرات چار ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں ایک دوسرے کو جانتے ہیں ملتے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے۔ ان پر اپنا حال آشکار نہیں ہوتا۔ ایسے لباس میں ہوتے ہیں کہ اغیار پہچاننے سے عاجز ہوتے ہیں۔ یہ اپنے مقام سے خود نا آشنا یا یوں کہیئے حالت اخفا میں ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا تشریحات کے علاوہ ان رجال اللہ (مردان خدا) میں سے بہت سے اور اقسام ایسے ہیں جو کائنات کے انتظامات و انصرامات میں مصروف ہیں۔ یہ لوگ بھی رجال الغیب کی صفت میں آتے ہیں مگر ان کے صحیح مقامات سے اہل خرد پوری طرح آگاہ و آشنا نہیں اور نہ ہی ان کے احوال و مقامت کا ادراک ان کی عقلی وسعتوں میں سما سکتا ہے۔ یہ حضرات اپنے فرائض میں اس قدر مستعد اور مربوط ہوتے ہیں کہ ہم ظاہر بین اندازہ نہیں کر سکتے۔ زیرِ نظر کتاب (احوال ابدال) ایسے ہی بزرگان حق پر روشنی ڈالتی ہے۔

مندرجہ بالا صفحات میں ہم اپنے قارئین کو ان رجال اللہ یا مردان غیب سے آشنا کرنے کے لیے ایک حقیر سی کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں ان حضرات کا مختصر ذکر بھی دوراز موضوع نہ ہوگا۔ جو ہمارے ظاہری احوال و معاملات کی روحانی اصلاح اور نگرانی فرماتے ہیں۔ ان میں علماء۔ مشائخ، صوفیہ، صلحا، اتقیاء اور مجدد شامل ہیں۔ علماء و مشائخ کے ہزاروں مقامات و مراتب ہیں۔ وہ معاشرہ انسانی کی اصلاح ظاہر و باطن کے لیے مختلف انداز رشد و ہدایت پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور ان کے اثرات خصوصیت کے ساتھ مسلم معاشرے پر نمایاں ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کی اسلامی کوششیں غیر مسلم پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مگر تاریخ عالم نے عالم اسلام کے اذہان و فکر میں جن انقلابات کی نشاندہی کی ہے۔

Marfat.com

وہ ان علماء و مشائخ کی شبانہ روز کوششوں کے مرہون منت تھے ان میں صوفیہ خاص طور پر روحانی اور قلبی اصلاح میں مصروف رہے۔ اور ان کی اس کوشش نے اسلامی معاشرے کی اخلاقی نشونما میں بڑا کردار ادا کیا۔ انھوں نے احکام الٰہیہ اور مقام مصطفیٰ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں نقش کرنے میں بڑا کام کیا۔ انھوں نے مردہ دلوں کو حیات تازہ بخش اور مردہ نعشوں کو ونفخت فیہ من روحی کے پیغام سے زندہ کر دیا یہ لوگ برملا کہتے ہیں۔

ما جام جہاں نمائے وایتم ما مظہر جملہ صفا تیم
ما نسخہ نامہ الہیم ما گنج طلسم کائناتیم
ہم صورت واجب الوجود یم ہم معنی جان ممکناتیم
برتر ز مکاں ودر مکانیم بیرون زجہات و درجہاتیم
ہر چند کہ مجمل دو کونیم تفصیل جمیع مجملاتیم (مغربی)

صوفیا میں سے صوفی، متصوف اور مستصوف کی اصطلاحات اہل علم پر کسی تفصیلی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ البتہ ان حضرات میں سے ملامتیہ، قلندر اور مجذوب کسی قدر وضاحت طلب ہیں۔ جسے ہم اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

ملامتیہ: صوفیہ کی وہ جماعت ہے جو ریا سے بچتی ہے اور اخلاص میں بے حد کوشش کرتی ہے وہ اپنے کمالات باطنی کو ظاہر شکستہ حالی کے پردے میں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ ظواہر بین حضرات ان پر اپنی عقل کے ماتحت غلط رائیں قائم کرتے ہیں اور سنگین الزامات کی بناء پر فتاویٰ صادر فرماتے ہیں مگر ان حضرات ملامتیہ نے نہ تو اپنے حالات پر نظر ثانی کرنے کو درخور اعتنا سمجھا اور نہ اپنے معاندین کے فیصلوں کو اہمیت دی۔ وہ دار و رسن کو مقام عظمت جان کہ قبول کرتے گئے۔ وہ لوگوں کی ملامت کو حرز جاں بناتے اور کہتے رہے۔

نمی دانم کہ آخر چوں دم دیدار می رقصم
مگر نازم باایں ذوقے کہ پیش یار می رقص

Marfat.com

خوشا رندی کہ پامالش کند صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من باجبہ و دستار می رقصم
تو ہر دم می سرائی نغمہ و برباد می رقصم
بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یاری رقم
منم عثمان ہارونی ۔ کہ یار شی یار منصورم
ملامت می کند خلقے و من برداری رقصم

قلندر: صوفیہ کے ہاں قلندر کا مقام بہت بلند مانا گیا ہے۔ یہ لفظ سریانی زبان میں اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور وہ حالات و مقامات اور کرامات سے تجاوز کرتا چلا جاتا ہے۔ عالم سے مجرد ہو کر اپنے آپ کو گم کر دیتا ہے۔ شاہ نعمت اللہ ولی کی رائے میں جب صوفی منتہی اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو قلندر ہو جاتا ہے۔

زمین وآسمان ہر دو شریفند قلندر رادریں ہر دو مکاں نیست
نظر در دیدہ ہا ناقص فتادہ وگرنہ یار من ازکس نہاں نیست

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حقارت کی نظر سے دیکھنے والے بعض اوقات دم بخود رہ جاتے ہیں۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

دنیا کے گرد و غبار میں اٹے ہوئے یہ لوگ جب علامہ اقبال کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تو۔

قلندران کہ بہ تسخیر آب وگل کوشند
زشاہاں تاج ستانید و رقہ بردوشند

نظر آتے ہیں۔ شیخ الاسلام النامقی الجامی نے کیا خوب کہا ہے۔

قلندر پرتو نور الٰہی ست قلندر مطلع انوار شاہی ست
قلندر را مقام کبریائی ست قلندر در بحر آشنائی ست

Marfat.com

قلندر موج بحر لایزالی ست قلندر نور شمع ذوالجلالی ست
قلندر ذرہ صحرائے عشق ست قلندر قطرہ دریائے عشق است

قلندر کے مقام کو متعین کرنے کے لیے عارفان حق نے بڑے بڑے عمدہ نکتے بیان کیے۔ کتابیں لکھیں، مقالمات سپرد قلم کیے ۷ اوصاف لکھے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ یہ لا الہ کے دو حرفوں کا مالک لغت ہائے حجازی کے قارونی خزانے کے نگرانوں کے الفاظ میں نہ سما سکا شاہ بوعلی قلندر نے کس قدر قلندرانہ بات کہی ہے۔

گر بو علی نوائے قلندر نواختے
صوفی بدے ہر آنکہ بعالم قلندراست

یہ شخصیت نہ عبارات میں سما سکتی ہے نہ اشارات کے دامن میں سمٹ سکتی ہے نہ اسے الفاظ کے کوزے میں بند کیا جا سکتا ہے نہ معانی و بیاں کے پیمانے میں ناپا جا سکتا ہے۔

قلندر کے بیائد در عبارت
قلندر کے بگنجد در! شارت

حقیقت یہ ہے قلندر کی بلند پروازیاں دین و دنیا کے حدود و قیود کو توڑ کر آگے نکل جاتی ہیں۔ وہ کوچہ محبوب میں پہنچنے کے لیے دیر وحرم سے بہت آگے بڑھ جاتا ہے۔

مجرد شد از دین و دنیا قلندر
کہ راہ حقیقت ازیں ہر دو برتر مجذوب:۔

صوفیا میں مجذوب کا مقام نہایت ہی نازک اور منفرد ہے۔ ملامتیہ ریا کاری سے بچنے کے لیے "سنگ باری طفلاں زمانہ" کے مقام پر آ کھڑا ہوتا ہے۔ قلندر علم وخرد کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر دور اوپر نکل جاتا ہے۔ اور ان سرحدوں سے گزرتا ہوا کہتا ہے۔

آنجا رسیدہ ایم کو عنقانمی رسید
عنقا بیچارہ تو پھر اپنی رسائی کے لیے پر تولتا ہے۔ پرواز کی فضاؤں اور خلاؤں

Marfat.com

میں تیرتا ہے۔ مگر قلندر کی پرواز تو ملکوت و ناسوت کی پہنائیوں کو خاطر میں نہ لاتی ہوئی کہتی ہے۔

ہزار بار مرا نوریاں کمیں کردند

مگر مجذوب کا معاملہ ان دونوں مقامات سے دگرگوں ہے۔ اسے بیگانے در خور محفل نہیں سمجھتے اور اپنے خاطر میں نہیں لاتے وہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بطریق سیر کشفی عیانی چلتا ہے۔ طریق استدلال سے بالکل ناآشنا ہے۔ اس راستے پر چلنے والا سالک بعض اوقات یاد باری تعالیٰ کے غلبہ میں پھنس جاتا ہے۔ عالم و مافیہا کے تمام خیالات محو ہو جاتے ہیں۔ منجانب اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو باعث ترقیات مزید ہوتی ہے۔ اس حالت کو صفائی متبدی کہتے ہیں۔ جو صفائی وقت کی ابتدائی منزل ہے اس حالت کے صوفی کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ صوفی پر مختلف مقامات آتے رہتے ہیں۔ تجلیات وارد ہوتی رہتی ہیں۔ وہ صفاتی متوسط کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ جا کر مجذوب کامل بنتا ہے۔ یہ مجذوب واصل ہو کر مقام تعین پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام صفائی منتہی ہے۔ اور اس رتبہ پر فائز صوفی کو مجذوب سالک کہا جاتا ہے۔

صوفیاء اسلام کے مجذوبین کے ایک خاصی تعداد ایسی ہے جسے تاریخ اور سیر نے اپنے دامن میں جگہ دی ہے۔ مجذوبین کا یہ طبقہ اصلاح عالم کے کسی مقام پر متعین نہیں ہوتا اور نہ ہی انہیں جذب حقیقی سے ان کی فرصت ہے۔ کہ خلق کی اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیں بایں ہمہ بعض حضرات کے معاملات ان مجاذیب کے گوشہ ابرو کی جنبش سے وارث ہوئے ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب (احوال و ابدال) میں مصنف العلام حضرت مولانا عبد العزیز مزنگوی قدس سرہ نے بڑی محنت شاقہ سے ان احادیث کو بیان فرمایا ہے جن میں ابدال کے احوال و مقامات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ چونکہ فاضل غلام خود عالم علوم ظاہری اور واقف رموز باطنی تھے۔ انھوں نے احادیث کے راویان کرام کے حالات و کوائف کو بھی بیان کر دیا۔ تا کہ اہل علم اپنے ذوق کے مطابق حصہ لے سکیں۔

دور حاضرہ میں مادیت نے انسانی ضمیر کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ انسان اپنی

Marfat.com

ظاہری زندگی کی آسانیوں کے حصول کے دیوانہ وار تگ و دو میں مصروف ہو گیا ہے۔ اہل اللہ کی مجالس سے محروم ہو گیا۔ علماء حق کی صحبت سے دور چلا گیا۔ رشد و ہدایت کے چشموں سے اسے ایک قطرہ آب میسر نہیں۔ یاد الٰہی کی راحتوں سے یکسر بے بہرہ ہو گیا۔ اسے کثرت مال کی فکر نے قالب گور دوڑ دھوپ میں سرگرداں کردیا۔ اندریں حالات مؤلف گرامی کی کوشش کو ازسرنو طبع کرانا اور قارئین کے مطالعہ کے لیے عام کرنے کی کوشش مکتبہ نبویہ لاہور نے اپنے ذمہ لی ہے۔ الحمد للہ انھوں نے اس اہم کام کو سرانجام دے کر اہل دل اور اہل ذوق کو مختصر مگر موضوع کے اعتبار سے بڑی اہم کتاب شائع کی جس کے لیے وہ مبارک کے مستحق ہیں۔

راقم الحروف نے جن حضرات رجال اللہ (مردان غیب) کے احوال و مقامات پر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے وہ استفادہ ہے۔ سر دلبراں مصنفہ سید محمد ذوقی کے صفحات سے حقیقت یہ ہے کہ سر دلبراں احوال و اصطلاحات صوفیہ کی معرفت کے لیے ایک عمدہ کتاب ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

طالب دعا

اقبال احمد فاروقی۔ ایم اے

21 اپریل 1976ء

مولانا عبد العزیز زنگوی لاہوری یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

آپ کی تاریخ وفات بقول سفینۃ الاولیاء 464ھ یا 466ھ و بقول نفحات و اخبار الاصفیاء 465 ہے، آپ اپنی کتاب کشف المحجوب مطبوعہ لاہور فارسی کے صفحہ 158 اور اردو کے صفحہ 260 میں تحریر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے اہل حل و عقد اور درگاہ حق کے سپاہی 300 ہیں، جن کو اخیار کہتے، اور 40 کو ابدال اور سات کو ابرار اور چار کو اوتاد اور تین کو نقباء اور ایک کو قطب اور غوث کہتے ہیں، اور یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے

Marfat.com

ہیں اور آپ میں اذن لینے کے لیے ایک دوسرے کے محتاج ہیں اس پر اخبار مرویہ ناطق ہیں، اور اہل سنت والجماعت اس کی صحت پر متفق ہیں۔ محدث دمیانی سیاطی فرماتے ہیں۔ مصنف بحر المعانی (سید محمد جعفر مکی حسینی متوفی 891ھ) از اعظم خلفائے نصیر الدین محمود خلیفہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہم کہتے ہیں، کہ میں نے سب سے ملاقات کی اور ان سے انعامات حاصل کئے اور ان کے مقامات کو بھی مشاہدہ کیا، (اخیار الاخیار 134 مجتبائی 139ھ وخزینتہ الاصغیاء صفحہ 394)

صاحب فتوحات مکی محی الدین ابن عربی جو 17 رمضان 560ھ بروز شنبہ مرسیہ میں پیدا ہوئے اور 28 ربیع الاول 638ھ بروز پنجشنبہ دمشق میں فوت ہو کر قاسیوں میں دفن ہوئے ابدال کا حال اور اپنی ملاقات کی تشریح فرماتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم عمری دہلوی، خط ہند میں استاذ الاستاذہ اور امام جہاندہ بقیتہ السلف حجتہ الخلف خاتم المفسرین و محدثین تھے، 1159ھ میں پیدا ہوئے آپ کا تاریخی نام غلام حلیم ہے، 90 سال کی عمر میں 1239ھ میں وفات پائی، اور دہلی کے ترکمان دروازہ کے باہر اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں، تاریخ وفات ''شیخ پیشوائے'' ہے آپ نے اپنی کتاب بستان المحدثین کے صفحہ 140 میں شیخ احمد بن زورق مغربی رحمتہ اللہ علیہ استاذ امام شمس الدین لقانی...... اور امام شہاب الدین قسطلانی شارح بخاری کی بڑی تعریف و اوصاف لکھی کہ وہ ابدال سبع (سات ابدال) اور محققین صوفیہ میں سے ہیں، شریعت وحقیقت کے جامع ہیں آپ کے شاگرد فخریہ کہتے ہیں، کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم عارف کے شاگرد ہیں علاوہ ازیں یہ بھی لکھا، کہ احمد فاروق بالجملہ مردے جلیل القدر ست، کہ مرتبہ کمال اوفوق الذکر ست

آپ کا ایک قصیدہ بطرز قصیدہ جیلانیہ ہے، جس کے دو بیت یہ ہیں۔

اَنَا لِمُرِیْدِیْ جَامِعٌ'' لِشَتَاتِہٖ   اِذَا مَا سَطَاجَرُ رُالزَّمَانِ بِنِکْبَتِہٖ

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت شے والا ہوں ا

جب ستم زمانہ اپنے سحر مست سے اس پر تعدی کرے (احوال ابدال ص 74)

Marfat.com

مندرجہ بالا عبارتوں کی روشنی میں راقم الحروف (حبیبی) کے نزدیک تکوینی نظام پارلیمانی نظام کا اصل ہے۔ اور پارلیمانی نظام اس کی نقل ہے/عکس/ظل ہے۔ دنیا میں کئی نظام رائج میں ان میں سے دو نظام زیادہ معروف ہیں جو یہ ہیں۔

1- پارلیمانی نظام 2- صدارتی نظام

وضاحت:۔

پارلیمانی نظام میں صدر کی عدم موجودگی میں ملک کا قائمقام صدر سینٹ کا چیئرمین ہوتا ہے اور صدارتی نظام میں صدر کی عدم موجودگی میں ملک کا قائمقام سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ہوتا ہے نیزی پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم کا قائمقام قومی اسمبلی کا سپیکر ہوتا ہے۔ جبکہ صدارتی نظام میں وزیر اعظم کی گنجائش نہیں ہوتی۔

پارلیمانی نظام میں اختیارات کی تقسیم کچھ اس طرح ہوتی ہے۔

ہر ملک کے نظام حکومت کی عمارت تین ستونوں پر قائم ہوتی ہے۔

1- عدلیہ 2- دفاع 3- انتظامیہ

وضاحت:۔

1- عدلیہ اپنے ملک کی نظریاتی حدود کی محافظ ہوتی ہے جس کا سربراہ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ ہوتا ہے۔

2- دفاع یعنی فوج ملک کی زمینی حدود کی محافظ ہوتی ہے جس کا سربراہ کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔

3- انتظامیہ ملک میں امن و امان کو قائم و بحال رکھنے والی ہوتی ہے۔ قوانین کو نافذ کرنے کی کی داری انتظامیہ ہی کی ہوتی ہے۔ جس کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔

عدلیہ براہ راست صدر کے اور انتظامیہ براہ راست وزیر اعظم کے زیر حکم ہوتی ہے۔ دفاع بہت اہم شعبہ ہے۔ اس لیے اس کے معاملات صدر اور وزیر اعظم کے مشورہ سے طے پاتے ہیں تاہم صدر کی حیثیت فائق ہوتی ہے۔

Marfat.com

تکوینی نظام کے استفہام کی بات اس لیے کی ہے کہ مختلف بزرگ حضرات سے حاصل ہونے والی معلومات میں عہدوں کی ترتیب اور تعداد سامنے آتی ہے۔ وہ ایک دوسرے سے جدا جدا ہے اور ملتی جلتی بھی ہے۔ لیکن یہ ہم کس طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان عہدیداروں میں سے عدلیہ انتظامیہ اور دفاعیہ شعبوں سے تعلق رکھنے والے کون کون سے ہیں۔ اس امر کا فیصلہ اہل دانش و اہل نظر حضرات کے لیے اٹھا رکھتے ہیں تاکہ وہ ان کی تقسیم کر کے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کر سکیں۔ معلوم ہونے والی ترتیب اور تعداد کو ایک نظر میں لانے کے لیے بطور خلاصہ نیچے لکھا جاتا ہے۔

ماہنامہ فیض سے حاصل ہونے والی معلومات دو طرح پر ہیں۔

1- پہلی ترتیب اور تعداد:

قطب۔1 امام۔2 اوتاد۔4 نقباء۔12 نجباء۔8

2- دوسری ترتیب اور تعداد

نقباء۔3 نجباء۔70 ابدال۔40 اخیار۔7 عمد۔34 غوث۔1

کتاب احوال ابدال کے مقدمہ میں درج ترتیب اور تعداد درج ذیل ہے۔

قطب۔1 غوث۔1 امام۔2 اوتاد۔4 ابدال۔7 اخیار۔40 ابرار۔؟

نقباء۔300 نجباء۔700 عمد۔4 مفردان۔؟

مکتوبان۔4000

کتاب ''احوال ابدال'' میں داتا صاحب قدس سرہٗ کے حوالہ سے

اخیار۔300 ابدال۔40 ابرار۔7 اوتاد۔4 نقاء۔3 قطب۔1

(احوال ابدال صفحہ 74 بحوالہ کشف المحجوب)

مندرجہ بالا معلومات میں عہدیداروں کی تعداد میں جو فرق پایا جاتا ہے۔ وہ فرق مجبور کرتا ہے کہ اس نظام پر کوئی صحت مند دستاویز تیار ہو جائے۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ یہ کام کس کے ہاتھ سے لیتے ہیں۔

....

Marfat.com

سورۃ والتین کی تفسیر اور اشکال اُن کا حل

سورۃ والتبن کی تفسیر میں پائے جانے والے اشکال اور ان کے ممکنہ حل

جب سورہ والتین کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی تین آیات ۴، ۵ اور ۶ میں چند اشکال پائے جاتے ہیں۔ ان اشکال کو سامنے لانے کے لیے آیات اور ترجمہ لکھا جانا ہے۔

القرآن:

لَقَدْ خَلَقْنا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تقْوِیمم. ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسفلَ سَافِلِیْن. اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَات فَلَهُمْ اَجر" غَیر مَمْنُوْن۔

ترجمہ: کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے۔ پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست کر دیتے ہیں۔

مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع (ختم) نہ ہوگا۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

مندرجہ بالا آیات میں جس انسان کا ذکر کیا گیا وہ خاص انسان ہے عام نہیں۔

جب یہ بات سامنے آتی ہے تو اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس انسان سے کونسا انسان مراد ہے۔

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں 2- حضرت آدم علیہ السلام ہیں؟

3- عام امتی انسان ہے؟

جب سب سے حسین سانچہ (احسن تقویم) میں تخلیق کا ذکر آتا ہے تو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حسین ترین سانچہ سے مراد کس کی صورت پر ہے۔

1- اللہ تعالیٰ کی صورت پر ہے۔ 2- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پر ہے۔ 3- حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہے۔ 4- عام امتی انسان کی صورت پر ہے۔

Marfat.com

جب ثُمَّ رَدَدْنٰهُ، پر غور کیا جاتا ہے تو معانی یوں واضح ہوتے ہیں۔

ثم کا معنی ہے۔ جس طرف سے یا جس جگہ سے کوئی شے آئی ہو یا لائی گئی ہو وہ اسی طرف یا اسی جگہ واپس خود چلی جائے یا کوئی دوسرا اسے واپس کر دے۔

رَدَدْنٰهُ، رَدَدْ کا معنی ہے جہاں سے چیز اٹھائی تھی اسی جگہ واپس ڈال دی گئی (نا) کا معنی ہے ہم نے اور (ہ) کا معنی ہے وہ انسان جسے اٹھایا گیا تھا۔

اسفل سافلین:۔ کا معنی ہے اگر کسی 100 منزلہ عمارت کو دیکھیں تو جو سب سے اوپر والی منزل کی چھت ہے اس کو عربی میں افق اعلیٰ کہا جاتا ہے اور سب سے نچلی منزل کو عربی میں اسفل سافلین کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اسفل سافلین سے مراد کائنات کا وہ کونہ یا وہ طبق یا وہ منزل ہے جو اس کی سب سے نچلی منزل ہے۔

مندرجہ بالا معانی سے جو مفہوم واضح ہوتا ہے وہ یوں ہے۔

اس خاص انسان کو پہلے کائنات کی سب سے نچلی منزل سے اٹھا کر کسی بلند مقام پر لے جایا گیا۔ پھر اس بلند مقام پر اس کی تخلیق کو مکمل کیا گیا۔ تخلیق کے تمام مراحل مکمل ہونے پر اس کو پھر اسی جگہ پر واپس ڈال دیا گیا جہاں سے اسے اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ جگہ کائنات کی سب سے نچلی منزل ہے۔

جب مندرجہ بالا معانی اور مفہوم کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے تو جو اشکال پیدا ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

اشکال 3- کائنات کی سب سے نچلی جس منزل سے انسان کو اٹھایا اور پھر اس کو اسی جگہ واپس کر دیا گیا وہ کونسی جگہ ہے؟

اشکال 4- انسان کو اٹھا کر جس جگہ یا مقام پر لے جایا گیا وہ کونسی جگہ ہے؟

اشکال 5- جس بلند مقام پر اس خاص انسان کی تخلیق مکمل کی گئی اس تخلیق کو کن مراحل سے گزارا گیا؟

اشکال 6- اس کو واپس کس طرح کیا گیا؟

Marfat.com

مندرجہ بالا چھ اشکال کے حل نیچے درج کیے جاتے ہیں۔

پہلے اشکال کا حل:

خاص انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس بارے میں وضاحت اگلے صفحات میں ہوگی۔ 2- دوسرے اشکال کا حل:۔

فی احسن تقویم حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں اس لیے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صورتہٖ۔یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت بنایا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ خود جمیل (خوبصورت) ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ وہ احسن الخالقین ہے اللہ تعالیٰ سے کوئی دیگر خوبصورت نہیں ہوسکتا۔ لیکن قابل توجہ یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک اور منزہ ہے۔ اس کی صورت کا تعین محال ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ رَاٰنِیْ رَاءَ الْحَقَّ۔یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ حق سے پہلی مراد تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھنا۔ اور دوسری مراد یہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ دوسری مراد یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی جہت سے جب غور کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہیں اور صفات کا پرتو لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم احسن تقویم ہیں۔ جن کے سانچہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا گیا۔ اس لیے حضرت آدم علیہ السلام فی احسن تقویم کہلائے اور آدم فی احسن تقویم ہیں اس پر مدلل بحث تخلیق کائنات پر جائزہ کے باب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ۔

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم احسن تقویم ہیں۔

2- حضرت آدم علیہ السلام فی احسن تقویم ہیں۔

3- عام انسان جو امتی ہے۔ اس انسان کو حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر پیدا کہا گیا۔ گویا اسے حضرت آدم علیہ السلام کے سانچہ میں بنایا گیا ہے۔

Marfat.com

یہاں پر ایک بہت بڑی الجھن پیدا ہوتی ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضور کی ولادت تو اولاد آدم میں سے ہو تو حضرت آدم ان کی صورت کے سانچہ میں کس طرح بنائے گئے تھے۔

اس اہم مسئلہ کا حل بھی کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچہ میں کس طرح بنایا گیا؟

3- تیسرے اشکال کا حل:۔

کائنات کا سب سے نچلا کونہ (کرہ ارض) ہے۔اس لیے کہ احادیث میں بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کے عناصر کو زمین سے اکٹھا کر کے فرشتے عالم بالا میں لے گئے تھے۔اس لیے اسفل سافلین سے مراد کرہ ارض ہے۔اس پر بحث آگے آئے گی۔

4- چوتھے اشکال کا حل:۔

وہ بلند مقام جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کو فرشتے اٹھا کر لے گئے۔(عرش عظیم ہے اس پر شہادتیں درج ذیل ہیں)

1- قرآن کریم میں درج حالات واقعات کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام عرش پر موجود تھے۔ پھر کاروائی مکمل ہونے کے بعد جب ان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تو وہ جنت میں داخل ہو گئے۔اور جنت عرش کے نیچے ہے۔اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جنت کا چھت عرش ہے گویا عرش اوپر ہے اور جنت نیچے ہے تو حضرت آدم علیہ السلام عرش سے نیچے اتر کر جنت میں تشریف لائے تھے۔

لہٰذا یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے اٹھا کر عرش پر لایا گیا تھا۔

Marfat.com

۵۔ پانچویں اشکال کا حل:

جب قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر غور وفکر کیا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق تین مرحلوں میں تکمیل پائی تھی۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- عناصر سے قالب بنایا جانا۔

2- روح کا قالب میں پھونکا جانا

3- شجر ممنوعہ کے کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کا بشری تقاضوں کا حامل ہو جانا

1- وضاحت:۔

1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (آدم) کو بنایا

2- بنانے کے بعد اس کو سنوارا گیا

3- اس کو فی احسن تقویم یعنی سب سے حسین سانچہ میں بنایا۔

2- وضاحت:۔

1- جب قالب تیار ہو گیا تو اس میں روح کو پھونکا گیا۔

2- اس کو اسماء کا علم سکھایا گیا۔

3- جب علم کی دولت کے حامل ہو چکے تو تاج خلافت سے سرفراز کیا گیا۔

4- منصب خلافت کی تسلیم وتعظیم کے لیے فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا۔

5- جس نے اسے تسلیم نہ کیا اور تعظیم نہ کی اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ صرف نکالا ہی نہیں۔ اس کے تمام اعزازات سلب کر کے تمام اختیارات سے محروم بھی کر دیا۔

6- صرف اعزازات اور اختیارات کو سلب ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس پر قیامت تک

Marfat.com

لعنت بھی لازم کر دی گئی اور آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔

7- حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کو جنت میں بھیج دیا گیا۔

3- وضاحت:

شجرہ ممنوعہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو کھانے سے روک دیا گیا اس کی تاثیر کی حقیقت کے بارے میں جو کچھ واضح ہوتا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1- شجر ممنوعہ در حقیقت جنت میں موت کا درخت تھا۔ انجیل کے باب تکوین میں بڑی وضاحت درج ہے کہ جنت میں دو درخت ہیں ایک موت کا دوسرا حیات کا ہے۔ جب آدم نے موت کے درخت کا پھل کھا لیا تو اسے افسوس ہوا تو اس نے حیات کے درخت کے پھل کو کھانا چاہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یعنی شجرہ ممنوعہ موت کا شجر تھا۔

2- جب حضرت آدم اور ان کی اہلیہ حوا دونوں علیہما السلام نے شجر ممنوعہ کھایا لیا اس کی تاثیر ان کے جسموں میں ظاہر ہوئی تو ان سے ان دونوں کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں تو وہ جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپنے لگے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وہ جسم جو شجر ممنوعہ کے کھانے سے پہلے تھا اس جسم میں اور بعد کے جسم میں فرق پایا گیا اس فرق کو نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

1- پھل کھانے سے پہلے والے جسم پر موت وارد نہ ہوتی تھی پھل کھانے سے کل نفس ذائقۃ الموت کا حامل ہو گیا۔ یعنی موت کا ذائقہ چکھنے والے ہو گئے

2- پھل کھانے سے پہلے والا جسم جنت میں دائمی رہنے والا تھا لیکن وہ پھل جو جوہر کثافت تھا کے کھانے سے جسم کثیف و ثقیل ہو گیا تو جنت میں رہنے کا اہل نہ رہا۔ اس کو جنت سے نکلنا پڑا۔

3- اس پھل کا یہ تاثیر ہے کہ انسان کے اندر اوصاف رزیلہ داخل ہو گئیں تھیں۔ جس کو دور کرنے کے بعد جسم لطیف ہو کر جنت میں رہنے کے قابل ہو جاتا ہے اسے عالم

Marfat.com

دنیا میں اسی غرض سے بھیجا گیا کہ انسان محنت اور مشقت سے اپنی جانوں کو پاک اور لطیف بنا کر جنت میں دوبارہ جانے کا اہل ہو جائے گویا اسفل سافلیں سے دوسری مراد اوصاف رزیلہ بھی ہیں۔ جو دوزخ میں لے جانی والی ہیں۔

لہٰذا پہلی مراد کرہ ارض ہے سب کے لیے مشترک ہے نیز دوسری مراد اخلاق رزیلہ اور تیسری مراد دوزخ ہے جو صرف اور صرف کافروں کے لیے بنائی گئی ہے۔

اکثر علماء نے اسفل سافلین سے مراد دوزخ ہی لیا ہے۔ لیکن یہ بات قابل توجہ ہے کہ جنت اور دوزخ قالب کے لیے ہیں جو اعمال کا مکلف ہے۔ لہذا جب تک انسان پہلے کرہ ارض پر نہ آئے گا اور زندگی کے لائحہ عمل کو پا کر اس پر عمل کرنے اور نہ کرنے کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اسے جزا و سزا کیسے دی جا سکتی ہے۔ لہذا پہلے انسان کا کرہ ارض پر آنا لازم ٹھہرا۔ اور جس کے حصہ میں دوزخ ہو گا وہ دوزخ یعنی اسفل سافلیں میں ہمیشہ کے لیے چلا جائے گا اور جس کے حصہ میں جنت ہو گی وہ ابدالاباد تک جنت میں رہے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیت ثم رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِین سے مراد اگر صرف دوزخ ہی لیا جائے تو نص قطعی کے مطابق ہر انسان کو دوزخ سے ہی اٹھایا گیا تھا لہذا اسے واپس دوزخ میں جانا لازم ہو گا مگر ایسا ہر گز نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا وجود نہ تو دوزخ سے اٹھایا گیا نہ ان کو واپس وہاں بھیجا جائے گا یہ ناممکنات میں سے ہے۔ بلکہ کرہ ارض تو جنت اور دوزخ دونوں کا جامع ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے وجود کا اصل جنت ہے۔ اس لیے جنت میں ہی جائیں گے۔ اس لیے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسفل سافلین سے مراد کرہ ارض پہلی مراد ہے۔ اور اخلاق رزیلہ دوسری اور دوزخ تیسری مراد ہے۔

سورۃ والتین کی تفسیر کی مندرجہ بالائی جہت کو 1994ء میں جب جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اس سے اختلاف کیا۔ دونوں طرف سے اپنے اپنے موقف میں دلائل پیش کیے گئے۔ ان دلائل کو ان صفحات میں قارئین ملاحظہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

تاہم تفسیر کے مذکورہ بالا رخ کے سامنے آنے سے جن حقائق سے آج پردہ اٹھ چکا ہے۔ ان حقائق میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عبد کی تخلیق کا راز ہے۔ جو مجدد نے اپنے مکتوبات میں آج سے چار سو سال پہلے بذریعہ کشف بیان کیا تھا۔ الحمد للہ وہ قرآن کریم کی سورہ نجم کی آیات (9،8،7) 7- وھو بالافق الاعلی۔ 8- ثم دنیٰ فتدلی۔9- فکان قاب قوسین اوادنی۔ تین آیات میں مخفی تھا۔ وہ راز روزِ روشن کی طرح علم کی رو سے سامنے آچکا ہے۔ اگر سورہ والتین کی تفسیر کی مذکورہ بالا جہت سے سامنے نہ آتی تو یہ راز شائد کبھی سامنے نہ آتا۔ الحمد للہ تفسیر کے اس نئے پہلو کو بیان کرنے سے اس عاجز کو تسکین وتمکین کی عظیم دولت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جناب ڈاکٹر صاحب کو تادیر سلامت رکھے جنھوں نے اختلاف کر کے بحث کو طویل کیا۔ جو عاجز کے لیے شرح صدر کا باعث ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں انسان۔ کائنات اور آدم کی تخلیق کے پنہاں راز بیان کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔بطور نمونہ لکھا جاتا ہے۔ جو جناب ڈاکٹر صاحب کے ساتھ خطوط کی صورت میں قلمبند ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

راقم الحروف 1982ء سے 1996ء تک کراچی میں کاروبار کرتا رہا ہے۔ کاروبار بیٹوں کے حوالے کر کے 1996ء اکتوبر میں گجرات (پنجاب) واپس چلا آیا۔ کراچی کے قیام کے دوران 1993ء میں میری ملاقات جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے ہوئی آہستہ آہستہ تعلقات گہرے ہوتے رہے۔ اور ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا رہا۔ اسی دوران سورۃ والتین کی تفسیر کا مذکورہ بالا حقیقی پہلو ان کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس سے اختلاف کیا۔ اختلاف کی بنیاد سورہ والتین کی چھٹی آیت الا الذین آمنوا کو بنایا کہ اسفل سافلین میں ڈالے جانے والے اہل ایمان کے سوا دیگر لوگ ہیں لہٰذا اہل ایمان اسفل اسفلین میں شامل نہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کیسے ہو سکتے ہیں ان کا یہ موقف بڑا وزنی تھا لیکن ان کی خدمت میں پھر عرض کیا گیا کہ آپ ان عبارتوں پر توجہ دیں عین ممکن

Marfat.com

ہے میرا موقف آپ جان سکیں لیکن وہ اپنی مصروفیات کے باعث میری معروضات کو وقت نہ دے پائے اور اپنے موقف پر مصر ہیں۔

چنانچہ انھوں نے یکم اکتوبر 2000ء کو میرے نام جو خط لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے اپنے موقف کا اعادہ واصرار فرمایا ہے۔

....

Marfat.com

خط کی نقل

ڈاکٹر صاحب نے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جس مکتوب کا حوالہ اپنے خط میں دیا ہے اس کی عبارت نیچے لکھی جاتی ہے تاکہ صورتحال پوری طرح سامنے آسکے۔

مکتوب نمبر (64)

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ. پھر ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔

انہی عوام کے حال پر صادق آتی ہے۔

مندرجہ بالا مکتوب میں ثم رددنہ اسفل سافلین کی شرح میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ یہ مرتبہ عوام کا لانعام کا ہے۔ اور یہ بات انہی کے حال پر صادق آتی ہے۔ یعنی اس معنی کا تعلق اخلاق رزیلہ کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' اپنے ایک دیگر مکتوب 99 دفتر اول میں ثم رددنہ اسفل سافلین کی تفسیر حقیقی معنوں میں بیان فرماتے ہیں۔

مکتوب کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مکتوب جو

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

مخدوم گرامی! اس اشکال کا حل ایک مقالہ پر مبنی ہے جس کا بیان ضروری ہے، میں کہتا ہوں کہ روح انسانی کے اس پیکر جسمانی کے ساتھ تعلق قائم ہونے سے پہلے ترقی و عروج کی راہ بند تھی، اور وَمَا مِنَّا اِلَّا لہ مَقَام" معلوم۔ (ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔)

Marfat.com

کے پنجرے میں محبوس و مقید تھی۔ لیکن اس جو ہر نفیس کی فطرت و سرشت میں جسم میں آنے کے بعد عروج کی استعداد موجود تھی اور اس استعداد کی بنا پر ہی انسان کی فضیلت فرشتہ پر ثابت ہوئی ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اس نورانی جو ہر کو اس جسم کے فلسطانی؟ پیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ تو پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر اور خلق کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور جب کہ یہ دونوں چیزیں حقیقت میں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوئی تھیں تو حکیم مطلق جل سلطانہ نے اس اجتماع کو برقرار رکھنے کے لیے اور اس انتظام کو موجود رکھنے کے لیے روح کی نفس کے ساتھ عشق و گرفتاری کی نسبت قائم کر دی اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا اور آیہ کریمہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (سورۃ تین۔ پارہ عم 30)۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا پھر ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔

میں اسی بیان کی طرف اشارہ کیا ہے کہ روح کا یہ تنزل و گرفتاری حقیقت میں مدح بما تشبُّ بِالذّمّ کے قبیلہ سے ہے تو اس نسبت ہی کے باعث روح نے اپنے آپ کو مکمل طور پر عالم نفس میں ڈال دیا۔ اور اپنے آپ کو اس کا تابع کر دیا۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بھلا دیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ روح میں یہ ایک دوسری لطافت ہے جو اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس لطافت کے کمال کے باعث روح جس طرف بھی رخ کرتی ہے، اسی کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ تو جب اپنے آپ کو فراموش کر دیتی ہے۔ تو اپنی سابقہ آگاہی کی نسبت تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ میں ہے اسے بھی فراموش کر دیتی ہے اور اپنے آپ کو پورے طور پر غفلت کے سپرد کر دیتی ہے اور ظلمت کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا اور ان اکابر کے توسل سے اپنی طرف لوگوں کو بلایا اور روح کو نفس کی مخالفت کا جو روح کا معشوق ہے حکم دیا۔ پس جو شخص واپس لوٹ آیا

Marfat.com

تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی اور جس نے اپنا سر اوپر نہ اٹھایا اور زمین کے ساتھ چمٹ رہنا ہی پسند کیا تو دور کی گمراہی میں جا گرا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب بیان کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا مکتوب کی عبارت میں روح کے تنزل جو قالب انسانی میں ہوتا ہے۔ ثم رددنہ اسفل سافلین کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ گویا جس طرح انسان اخلاقی لحاظ سے اسفل میں ڈال دیا گیا اسی طرح روح کا وجود بھی اسفل میں قید کر دیا گیا۔ جب روح کا تنزل رددنہ کی تعبیر ہے۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کا عالم بالا سے تنزل کیوں تعبیر نہیں ہوسکتا اور یہ آیت ہی حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کے عروج و نزول کی داستان کا اجمال ہے۔ اور اس کا مقصود ہی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مراحل کو بیان کرنا ہے۔ نیز اسفل سافلین سے مراد زمین کو لیا گیا ہے جس کی وجہ سے لکھا گیا ہے کہ زمین کے ساتھ چمٹ رہنا ہی پسند کیا تو دور کی گمراہی میں جکڑا ہو۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے پہلی بار اختلاف کو سورۃ والتین کی آیت 6- الا الذین امنوا کی بنیاد پر کیا تھا اور اس کو امام ربانی قدس سرہٗ کے دفتر اولیٰ کے مکتوب 64 کی عبارت کی بنیاد پر اختلاف کیا۔ دونوں اختلافات کے جواب عرض کر دیئے ہیں۔ لیکن بات ابھی مکمل نہیں ہوئی اس لیے کہ ان کے یکم اکتوبر 2000ء والے خط کا جواب دیا گیا تھا۔ وہ یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کے عروج و نزول کے جن حقائق کو اس ابن فقیر پر روشن کیا وہ بھی ملاحظہ ہوسکیں۔

اور بات مکمل ہو جائے۔

گجرات شریف

14 اکتوبر 2000ء

گرامی قدر جناب ڈاکٹر (محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ تعالیٰ)

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ! یکم اکتوبر کو جو کرم نامہ آپ نے ارسال فرمایا وہ

Marfat.com

11 اکتوبر کو وصول ہوا۔ آپ نے اس ابن فقیر کے لیے دعا صحت فرمائی۔ جزاک اللہ۔
اطلاعاً عرض ہے کہ پہلے سے اب روبصحت ہوں۔

آپ نے اس کرم نامہ میں چند باتیں بیان فرمائی ہیں جو تفصیل طلب ہیں۔
لہذا پھر عریضہ ارسال ہے۔ اور وہ باتیں درج ذیل ہیں:

1- آپ نے عالم کبیر کو اہل باطن کے لیے اور عالم صغیر کو اہل ظاہر کے لیے فرمایا ہے۔ لیکن اس مسکین کے مطالعہ میں اس سے مختلف بات آئی ہے...... وہ یہ ہے کہ یہ دونوں جدا جدا حقائق ہیں۔ عالم کبیر اصل ہے او عالم صغیر اس کا ظل (خلاصہ) ہے اور بنی نوع انسان اس کے خلاصہ کا خلاصہ ہے...... ہاں اہل باطن کو مشاہدہ کی دولت حاصل ہے۔ لیکن اہل ظاہر اس دولت مشاہدہ سے بے خبر ہیں...... صرف بات اتنی ہے کہ جب کوئی صاحب نصیب اتباع شریعت سے بلکہ محض فضل باری تعالیٰ سے نواز دیا جاتا ہے تو اس کے احساسات بدل جاتے ہیں...... وہ خود کو اس قدر عظیم پاتا ہے کہ اپنے آپ کو عالم کبیر کے وجود میں گم پا کر عالم کبیر سے انطباق کا حامل پاتا ہے۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہ حقیقت میں عالم کبیر ہے...... محترم! وہ عالم کبیر کیسے ہوسکتا ہے۔ جبکہ اس کا ظاہری وجود حقائقِ کونیہ کے افراد میں سے ایک پہاڑ سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اور یہ ایک الگ راز ہے...... نیز امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کو عالم صغیر چونکہ حقائق کونیہ میں پائے جانے والے تمام افراد کے نمونوں کا جامع ہے، نہ کہ عالم کبیر کے اصل افراد کا جامع ہے۔ اس لیے عالم صغیر عالم کبیر سے الگ حقیقت ہے۔

2- آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ نے اس مسکین و عاجز سے اختلاف کیا تھا آپ کا وہ اختلاف بجا تھا اور وہ اب بھی قائم ہے اور یہ مسکین بھی اپنی تحقیق پر قائم ہے۔ اور اس تحقیق سے روگرانی نہ کرتے ہوئے اس موقف پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دفتر اول مکتوب نمبر 64 میں

Marfat.com

سورہ والتین کی آیت ثم رددنہ اسفل سافلین کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اور جس کو آپ نے اختلاف کی بنیاد بنایا ہے وہ تفسیر حقائق الٰہیہ یعنی اسلام اور کفر کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ جو تفسیر راقم الحروف کے قلم سے ظہور میں لائی گئی ہے وہ حقائق کونیہ یعنی عرش بریں اور فرش زمین کے لحاظ سے کی گئی ہے۔

عالی جاہ! آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں میں کتنا عظیم فرق پایا جاتا ہے کہ اسلامؑ اعلیٰ سے اور کفر عالم اسفل سے تعلق رکھتا ہے...... جب کہ عرش بریں عالم اعلیٰ ہے اور فرش زمین عالم اسفل ہے۔ ثم رددنہ اسفل سافلین کی تفسیر کی تازہ جہت یہی ہے کہ آدم کو زمین پر بھیجا گیا۔

محترمی ڈاکٹر صاحب! مرشد کریم کا صدقہ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال عنایات اس مسکین کے شامل حال ہیں کہ جو اسرار ان کے سینہ سے اس مسکین کے سینہ تک پہنچے ہیں وہ نہ پہنچے ہوتے تو یہ ارذل و احقر جو اپنی جبلت میں کمینہ ہے کبھی بھی ان حقائق کو ظاہر کرنے کی جسارت نہ کرتا اور آپ جیسے مہربان اور کرم فرما کے رو برو قلم کو جنبش میں نہ لاتا...... لیکن کیا کیا جائے۔ جہاں کسی کو دعویٰ اور حق حاصل ہوتا ہے اس کی توقعات اور امیدیں اسی طرف لوٹ کر جاتی ہیں۔ ہاں اگر وہ پناہ گاہ ان کو پناہ نہ دے تو پھر آپ خود ہی فرمائیں کہ اہل امید کی کیا کیفیت اور کیا حال ہو گا۔

ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی نسبت پر بھروسہ رکھیں اور اپنے حلقہ اثر میں داخل ہونے والے افراد کو حاصل ہونے والی نعمت کی قدر فرمائیں۔ شاید اسی نعمت کے شکر ادا کرنے سے اس دور میں ایک منفرد اعزاز حاصل ہو جائے جو امت مسلم میں شاید آپ کو ہی حاصل ہو۔

محترم! اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ حقائق کونیہ کے لحاظ سے قرآن کی جن آیات کی تفسیر اس مسکین کے قلم سے ظہور میں آ چکی ہے ان آیات میں سے ایک آیت (ثم رددنہ اسفل سافلین) بھی ہے اگر یہ تفسیر حقائق کونیہ کے لحاظ سے واضح نہ ہوتی تو وہ

Marfat.com

اسرار اور رموز نیز حقائق و معارف جو امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات 100 دفتر سوم میں بیان فرمائے۔ ان کی تشریح کا حق ادا نہ ہوتا لہٰذا مکتوبات کی عبارتوں میں سے ایک حصہ کو تشریح کی خاطر نقل کیا جاتا ہے۔

1- جاننا چاہیے کہ خلق محمدی دوسرے افراد انسانی کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے افراد میں سے کسی فرد کی پیدائش سے بھی مناسبت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے خلقت من نور اللہ (میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی ہے۔

2- اس باریک نکتہ کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی آٹھ صفات اگرچہ وجوب کے دائرہ میں داخل ہیں۔ لیکن اس احتیاج کی وجہ سے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے، ان میں امکان کی بو ثابت ہے...... اور جب اللہ تعالیٰ کی حقیقی قدیمی صفات میں امکان کی گنجائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں تو امکان کا ثبوت بطریق اولیٰ ہو گا۔ اور ان کا قدیمی نہ ہونا ان کے امکان پر بہت بڑی دلیل ہے۔

3- اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے...... نہ وہ امکان جو تمام ممکنات عالم (عالم اسماء) میں ثابت ہے اور جتنا بھی دقتِ نظر سے ممکنات عالم کے صحیفہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا وجود اس جگہ مشہود نہیں ہوتا۔

اور رسول اللہ ﷺ کا امکان اور ان کی پیدائش کا منشاء صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے...... او جب رسول اللہ ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہ وہ گا بلکہ اس عالم (ممکنات) سے اوپر ہو گا تو لازماً ان کا سایہ نہ ہو گا...... اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہے اور جب آپ سے زیادہ لطیف کوئی چیز عالم میں نہ ہو گی۔ تو ان کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ علیہ وعلیہ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔

Marfat.com

مندرجہ بالا عبارت کو راقم الحروف نے تین حصوں میں تقسیم کر کے لکھا ہے وہ اس لیے کہ ہر حصہ کے بارے میں الگ الگ سوالات اور ان کا حل نیچے پیش کیا جا سکے۔

عبارت کے حصہ اول کے بارے میں سوالات اور حل یہ ہیں:

1- امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضور کی تخلیق دوسرے تمام انسانوں سے مختلف ہے...... صرف مختلف ہی نہیں بلکہ دیگر انسان کی تخلیق و پیدائش سے اتنی منفرد و اعلیٰ و ارفع ہے کہ کسی دوسرے انسان کی پیدائش حضور کی پیدائش کی نسبت سے کوئی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔

جب عبارت کے اس مفہوم کے تناظر میں فکر کیا جاتا ہے تو تخلیق و پیدائش کی مندرجہ ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا امتیاز واضح ہے۔ تخلیق و پیدائش کی صورتیں درج ذیل ہیں:

- ☆ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق
- ☆ حضرت حواء علیہا السلام کی تخلیق
- ☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق
- ☆ بنی نوع انسان کی تخلیق و پیدائش
- ☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق

وضاحت:۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی امتیازی خصوصیات:

الف: آپ کا قالب زمین پر بنایا گیا۔ پھر اسے عرش پر لے جایا گیا۔ پھر اس میں وہاں روح کو پھونکا گیا...... جس سے حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کی تخلیق عرش عظیم پر واقع ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ کو چند شرف حاصل ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1- حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مقام عرش عظیم ہے۔

Marfat.com

-2 آپ کا قالب کامل انسان کی صورت میں تھا۔ جب روح کو قالب میں داخل کیا گیا تو آپ کا قد مبارک کامل تھا۔ اور قد کا طول ساٹھ گز تھا نہ کہ بچہ سے بتدریج بڑا ہوا تھا۔

-3 حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے پیدا کیا گیا بلکہ کائنات کے وجود سے براہ راست پیدا کیا گیا۔

-4 حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد وہ تمام امور سرانجام دیئے گئے جو اس دنیا میں لڑکے کی پیدائش پر والدین سرانجام دیتے ہیں۔ جن کی مثال درج ذیل ہے۔

☆ تعلیم و تربیت دینا۔

☆ اپنے ذات کا نائب بنانے اور خاندان کی سرداری کیلئے دستار بندی کی جاتی ہے۔

☆ جوان ہونے پر شادی کر دی جاتی ہے۔

☆ شادی کے بعد دونوں میاں بیوی کو چند دنوں کے لیے خوبصورت جنت نظیر مقامات کی سیر و تفریح کے لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ ان میں محبت وانس کا رشتہ گہرا ہو جائے۔

☆ جب والدین یہ جان لیتے ہیں کہ وہ اپنے گھر میں خوشی خوشی زندگی گزار سکتے ہیں تو ان کو الگ گھر دے کر علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

لہذا جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور اس کے بعد کے مراحل پر غور کیا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام رسومات جو خاندان آج ادا کرتے ہیں وہ درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد جو امور سرانجام پائے تھے، ان کا ہی پرتو ہیں۔ نیز سنت الہیہ کا اجرا ہے کہ ان کو اسماء کا علم عطا کیا...... پھر ان کو اپنی خلافت عطا فرمائی یعنی ان کی دستار بندی کرائی گئی۔ جس میں تمام معززین کو دعوت دی گئی اور ایک عظیم الشان مجلس قائم کی گئی...... پھر اس مجلس میں ان کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی دلداری کے لیے ان کی اہلیہ حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا کیا

Marfat.com

گیا...... پھر جب وہ جنت میں باہم راضی خوشی رہنے لگے تو پھر ان کو الگ گھر بسانے کے لیے کرہ ارض کو بطور الگ گھر دے کر نیچے بھیج دیا گیا...... اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس جہان دنیا کو آباد کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ نیز اس جہان کی آبادی میں یہ راز بھی پوشیدہ...... کہ عالم آخرت کی آبادکاری بھی ان کے سپرد کی گئی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی تخلیق کا پہلا نمونہ ہمارے سامنے تھا۔ ہم اسی نمونہ کو کمال تخلیق سمجھتے ہیں جسے امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی تخلیق سے کوئی نسبت نہیں بتائی اس کے بعد حضرت حواء علیہا السلام کی تخلیق کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت حواء علیہا السلام کی تخلیق میں امتیازات:

-2 حضرت حواء کی تخلیق کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے۔

حضرت حواء علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔

☆ حضرت حواء کو غالباً جنت میں پیدا کیا گیا تا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دلداری کا باعث ہوں۔

☆ حضرت حواء علیہا السلام کا وجود بھی حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کی طرح کامل تھا۔

☆ حضرت حوا کا وجود حضرت آدم علیہا السلام کے وجود کا پرتو (پرت) تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے عنصری وجود عطا کیا۔

☆ حضرت حواء علیہا السلام کو ایک مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا یعنی بغیر والدہ کے پیدا کیا گیا لہذا یہ بھی تخلیق کی ایک دوسری صورت ہے۔ جس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق ممتاز و منفرد ہے۔

☆ حضرت حواء علیہا السلام ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو کرہ ارض پر لانے کا باعث ہوئیں۔ ورنہ یہ جہان آباد ہی نہ ہوتا...... اور کرہ ارض عرش اور جنت کے مقابل میں پستی کی جانب واقع ہے۔ اس لیے اس کو

Marfat.com

عالم اسفل کہا گیا ہے۔ یہ تفسیر حقائق کونیہ کی جہت سے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خصوصیات:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والدہ کے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کیا گیا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے فوراً بعد اپنی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر ایک معصوم بچے نے شہادت دی تھی۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ولادت کے فوراً بعد اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ صاحب کتاب نبی ہیں۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ بشارت دی تھی کہ ان کے بعد آنے والی ہستی کا نام اسم گرامی ''احمد'' ﷺ ہو گا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اور وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا کر لے جایا گیا جو حضور کے وجودِ بشری پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ یہ شہادت حضور ﷺ کے وجود عنصری کے ساتھ معراج پر بنیاد اور دلیل فراہم کرتی ہے۔

بنی نوع انسان کی تخلیق و پیدائش کی خصوصیات:

بنی نوع انسان کی خصوصیات کی وضاحت کے لیے پہلے مندرجہ بالا تین صورتوں کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے تا کہ بنی نوع انسان کی پیدائش میں اور ان کی پیدائش میں فرق اچھی طرح واضح ہو سکے۔

1- حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے براہ راست کائنات کے بطن سے پیدا کیا گیا...... نیز ان کی تخلیق عرش عظیم پر کی گئی...... تخلیق کے وقت ان کا قد کامل تھا۔

2- حضرت حواء علیہا السلام کو والدہ کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے جنت میں پیدا کیا گیا اور ان کا وجود بھی کامل ہی پیدا کیا گیا۔

Marfat.com

3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کیا گیا اور ان کا وجود (قد) بچہ سے بتدریج بڑھتے ہوئے کامل ہوا تھا۔ نیز ان کی پیدائش زمین پر ہوئی تھی۔

4- بنی نوع انسان کی تخلیق و پیدائش والدین کے ملاپ کے نتیجہ میں ظہور میں لائی جاتی ہے۔ اور یہ عملِ پیدائش بھی کرہ ارض پر ظہور میں لایا جاتا ہے جو ہر ایک شخص کا روزانہ کا مشاہدہ ہے نیز یہ تخلیق و پیدائش کی چوتھی صورت ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی صورت پر ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا معاملہ ہی اعلیٰ و ارفع ہے جس کو نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

پانچویں صورت و جودِ محمدی ﷺ کی تخلیق:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تخلیق و پیدائش مندرجہ بالا چاروں صورتوں سے مختلف و منفرد ہی نہیں بلکہ ان کی تخلیق و پیدائش اتنی اعلیٰ و ارفع ہے کہ مذکورہ بالا چاروں صورتیں اس سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ عبارت کے اگلے حصے میں مزید عمدہ انکشاف کرتے ہیں کہ جس جہان میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اس جہان سے اوپر ایک اور جہان ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو پیدا کیا گیا...... لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کے امتیاز کو جاننے کے لیے عبارت کے اگلے حصوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی تخلیق کی صورت کیسی ہے؟

۲۔ عبارت کے دوسرے حصہ کی وضاحت:

اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ کا امکان بیان فرمایا۔ اور یہ بات اس وقت تک آسانی سے فہم میں نہیں آتی جب تک اللہ تعالیٰ کی حقیقی و قدیمی صفات اور اضافی صفات میں فرق معلوم نہ ہو جائے...... جب ان دونوں کا فرق معلوم ہو جاتا ہے تو ان کے امکان میں فرق معلوم ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان فرق

Marfat.com

درج ذیل ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی حقیقی و قدیمی صفات کا عالم، اضافی صفات سے بلند ہے یعنی اضافی صفات کا عالم حقیقی و قدیمی صفات سے نیچے ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی حقیقی و قدیمی صفات آٹھ ہیں جب کہ صفات اضافیہ لاتعداد ہیں...... حقیقی صفات اصل ہیں اور صفات اضافیہ ان کی فروعات ہیں...... جن کی مثال ایسی ہے کہ اصل رنگ سات ہیں اور آٹھواں رنگ بے رنگی کا نام ہے...... جب سات رنگوں کو ایک دوسرے سے ملا کر تیسرا رنگ بنایا جاتا ہے تو رنگوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی طرح اصل صفات میں سے جب ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں تو اضافی صفات ظہور میں آ جاتی ہیں۔

☆ جس طرح حقیقی صفات کا جہاں اوپر ہے اور صفات اضافیہ کا جہاں نیچے ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء کا جہاں صفات اضافیہ سے نیچے ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق واقع ہوئی تھی جس کو عالم ممکنات اور عالم شہادت بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اس اسماء کے جہاں کو عالم اجسام کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور صفات اضافیہ کے جہاں کو "عالم ارواح" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں صفات حقیقی و اضافی اور اسماء کے امکان میں جو فرق بیان کیا گیا ہے۔ وہ مکتوب کی مندرجہ بالا عبارت کے مطالعہ سے اخذ ہوتا ہے۔

۳۔ مکتوب کی عبارت کے تیسرے حصہ کی وضاحت:

امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے بارے علمی دلیل کی بجائے صریح کشف کی بنیاد پر فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تخلیق عالم ممکنات میں کہیں نظر نہیں آتی۔ بلکہ حضور ﷺ کا وجود عالم ممکنات سے اوپر والے جہان سے ہوگا۔

اس عبارت پر غور کیا جائے تو چند سوالات سامنے آتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

Marfat.com

سوال 1: رسول اللہ ﷺ کی تخلیق جس جہان میں واقع ہوئی تھی وہ تخلیق کس طرح یا کس صورت میں واقع ہوئی تھی۔

سوال 2: اگر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی تخلیق مذکورہ بالا چار قسم کی تخلیق سے مختلف صورت میں واقع ہوئی تو پھر یہ امر وضاحت طلب ہو گا کہ حضور کی تخلیق سے مذکورہ بالا اقسام کس بنیاد پر کچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے سایہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب وہ اس جہان کی تخلیق ہی نہیں ہیں جس جہان میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی تو پھر آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ یعنی اس سوال میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سایہ کی صورت کا تعین درکار ہے۔جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انسانوں کی تخلیق میں فرق و امتیازات:

مندرجہ بالا تین سوالات کا جواب یہ ہے کہ جب تک کائنات کی تخلیق اور تشکیل پانے کا مناظر سامنے نہ آئیں کہ وہ کب اور کس طرح ظہور میں لائے گئے تھے۔اس وقت تک ان سوالات کا اطمینان بخش اور قابل فہم حل سامنے نہیں آتا اور جب تک کائنات کی تخلیق کے آغاز کا منظر جو آج سے لاکھوں، کروڑوں سال پہلے ظہور میں آیا تھا وہ آج اگر سامنے نہیں آتا تو بات نہیں بنتی اور جب وہ منظر مشاہدہ میں آ جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے وجود کی تخلیق کا منظر بھی مشاہدہ میں آ جاتا ہے۔تو اللہ کی قسم! یہ اتنا انوکھا اور روح افزاء منظر ہے کہ اس کے مشاہدہ سے اہل قلم کے قلم حیرت سے رک جائیں۔اہل علم کا علم معدوم ہو جائے...... اہل تفکر کی فکر کی پرواز دم توڑ دے...... حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں ثنا خواں اپنی موجودہ نعتوں کو حضور کی شان سے نیچا پا کر ممکن ہے حضور اکرم ﷺ کی شان میں اپنی نعتوں کو نئے زاویوں سے اور نئے تقاضوں کے مطابق موزوں کریں...... اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی اعلیٰ و ارفع تخلیق کی شہادت و دلیل نص قرآنی یعنی علمی لحاظ سے سامنے آ جاتی ہے...... اور یہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کا خاص الخاص فضل ہے۔ اور مشائخ عظام کی عنایات ہیں کہ وہ منظر حروف و الفاظ کی قید میں آچکا ہے۔ جس کا اجمال گذشتہ صفحات میں ثم دنی اور فتدلیٰ کی تشریح کے دوران بیان ہو چکا ہے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ کی تخلیق و پیدائش اور دیگر انسانوں کی تخلیق و پیدائش کے درمیان فرق اور امتیاز واضح ہے سے چند باتیں نیچے درج ہیں۔

پہلا فرق و امتیاز:

☆ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وجود کی تخلیق کائنات کے دائرہ اول کے مرکزی مقام ''افق مبین'' پر ہوئی تھی۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کی تخلیق کائنات کے دائرہ دوم کے مرکزی مقام ''عرش عظیم'' پر ہوئی تھی۔

☆ بنی نوع انسان کے وجود کی تخلیق کائنات کے دارۂ سوم کے مرکزی مقام ''کرہ ارض'' پر ہوئی تھی۔

نوٹ: پہلا دائرہ سب سے اوپر ہے...... دوسرا دائرہ اس کے نیچے ہے...... اور تیسرا دائرہ دوسرے دائرہ کے متوازی لیکن زیر عرش تک ہے۔

دوسرا فرق و امتیاز:

☆ حضور علیہ ﷺ کے وجود کا قالب تدلیٰ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کا جلوہ ہے اور بصورت قالب ہے اور یہ قالب نوری وجود ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کا قالب عناصر کا مجموعہ ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب کا عکس ہے۔

☆ بنی نوع انسان کا قالب حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کا ظل (خلاصہ) ہے۔

تیسرا فرق و امتیاز:

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قالب مقام ظہور تدلیٰ سے نیچے آیا تھا...... اور روح

Marfat.com

مقام افق اعلیٰ سے اوپر گئی تھی...... دونوں نوری وجودوں کا اتصال مقام افق مبین پر ہوا تو عبد ظہور میں آیا تھا جو ثم دنی فتدلی کا مفہوم ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کا قالب مقام اسفل سافلین یعنی کرہ ارض سے اوپر اٹھایا گیا تھا...... اور روح کو مقام (عالم ارواح) سے نیچے لا کر مقام عرش عظیم پر قالب میں داخل کیا گیا تھا۔ جس سے وجود آدم ظہور میں لایا گیا پھر کرہ ارض پر اتارا گیا تھا۔ جو ثم رددنہ اسفل سافلین کا مفہوم ہے۔

☆ بنی نوع انسان کے قالب کو والدہ کے بطن میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کی روح کو والدہ کے بطن میں موجود قالب کے اندر داخل کیا جاتا ہے پھر اس وجود کو کرہ ارض پر ڈال دیا جاتا ہے۔

چوتھا فرق و امتیاز:

☆ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے روح کی روشنی سے قوس دنیٰ ظہور میں آنے والی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب سے قوس تدلیٰ ظہور میں آنے والی ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ کا قالب اور روح دونوں باہم اتصال کرتے ہیں تو اسی لمحہ دونوں قوسوں کا آپس میں اس طرح ملاپ ہوتا ہے کہ روشنی ایک دائرہ بن جاتا ہے...... وہ روشنی کا دائرہ ہی کائنات کا دائرہ اول ہے جس کے مرکزی مقام پر حضور اکرم ﷺ کا وجود قائم ہوا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے کائنات ظہور پذیر ہوئی۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود اس وقت بنایا گیا جس وقت کائنات کا دائرہ دوم مکمل ہوا چاہتا تھا...... دائرہ دوم کی آخری اینٹ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود ہے جن کا قالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب کا پرتو ہے اور جن کا روح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح کا پرتو ہے...... نیز دائرہ دوم دائرہ اول کا پرتو ہے۔

☆ بنی نوع انسان کی تخلیق والدہ کے رحم میں طے پاتی ہے جس کا اسلوب وہی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا اسلوب ہے...... بنی نوع انسان کی تخلیق دائرہ سوم کی

Marfat.com

تکمیل کا باعث ہے۔ آدم کی روح کو عرش پر قالب میں داخل گیا تھا۔ لیکن بنی نوع انسان کی روح کو ماں کے پیٹ میں داخل کیا جاتا ہے۔ گویا ماں کا پیٹ عرش کا قائمقام ہے۔

پانچواں فرق و امتیاز:

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود افق مبین سے نزول کر کے عرش عظیم پر اتر آیا تھا۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کو عرش عظیم سے پہلے جنت میں پھر کرہ ارض پر اتارا گیا تھا۔

☆ بنی نوع انسان کو والدہ کے پیٹ سے زمین پر اتارا جاتا ہے۔

چھٹا فرق اور امتیاز:

☆ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وجود باعث تخلیق کائنات ہے۔ اس لیے ابو الکائنات ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود باعث تخلیق بنی آدم ہے۔ اس لیے ابو البشر ہے۔

☆ بنی نوع آدم کا وجود باعث تخلیق اعمال ہے۔ اس لیے ابو الاعمال ہے۔

ساتواں فرق و امتیاز:

☆ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اعزاز ان ھو الا وحی یوحی ہے اور علوم میں علمہ شدید القویٰ ہیں۔ حضور کو صفات کا علم سکھایا گیا۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کا اعزاز انی جاعل فی الارض خلیفہ ہے اور علوم میں علّم آدم الاسماء کلھا ہیں۔ آدم کو اسماء کا علم سکھایا گیا۔

☆ بنی نوع انسان کا اعزاز علمہ البیان ہے اور علوم میں الرحمٰن علم القرآن ہیں۔ بنی انسان علوم قرآن اور ان کو بیان کرنا سکھایا گیا۔

مندرجہ بالا صفحات پر مشتمل عبارت، سورۃ نجم کی چند آیات کی تفسیر ہے جو حقائق کونیہ کے لحاظ سے لکھی گئی ہے اگر تفسیر کا یہ رخ اس عاجز و مسکین ابن فقیر حبیبی پر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

روشن نہ کرتا تو آج حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا کمالات کو بیان نہ کر پاتا تو ثناء خوانوں میں شاید نام نہ ہوتا...... اللہ تعالیٰ کی عنایات ونوازشات پر راقم شکر ادا کرنے سے عاجز اور محض عاجز ہے۔

امید کرتا ہوں کہ آپ اس طویل خط کے مطالعہ سے ضرور محظوظ ہوں گے اور جن حقائق کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ان کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع بھی فرمائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کے نام راقم الحروف کا جو خط ہے جس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق کا جو پہلو بیان کیا گیا ہے وہ بہت ہی دلچسپ ہے لیکن عبارتیں مشکل ہیں اس لیے بار بار مطالعہ کرنے سے ارخود ہی فہم میں آ جاتی ہیں یہ آزمودہ بات لکھی گئی ہے۔

....

Marfat.com

مرشد کریم

حضرت قبلہ مولانا سید محمد حبیب اللہ شاہ صاحب کا سوانحی خاکہ

1- اسم گرامی

آپ تین ناموں سے معروف ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(i) محمد حبیب اللہ (برفرش زمین)

(ii) حبیب الرحمٰن (برعرش عظیم)

(iii) مولوی صاحب گجرات والے (دربار رسالت میں)

۲۔ ولادت:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے والد تین ہیں گویا انسان کی ولادت تین طرح پر ہے۔ جو اس طرح ہے۔

(i) پیدائش۔ (ii) نکاح (iii) بیعت

وضاحت:۔

(i) آپ کی پیدائش:۔ 9 جنوری 1895ء بمطابق 13 رجب 1312ھ بروز بدھ بمقام جعفرکوٹ نزد مجیٹھ ضلع امرتسر

(ii) آپ کا نکاح، 1913ء میں ہوا جب آپ ابھی دسویں جماعت میں زیر تعلیم تھے۔

(iii) آپ کی بیعت: 1914ء میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ سید اشریف ضلع گجرات میں ہے۔

Marfat.com

(iv) آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید عطا محمدؒ ولد سید سکندر شاہ صاحبؒ بمقام جعفر کوٹ نزد مجیٹھ ضلع امرتسر

(v) آپ کے خسر صاحب کا اسم گرامی قاضی غلام محی الدین بن امام علی قریشیؒ ساکن چونده تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر

(iv) مرشد کریم کا اسم گرامی:۔ حضرت خواجہ ابو الہاشم محمد مصطفیٰ محبوب عالم توکلیؒ بمقام سید اشریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (گزشتہ چند سالوں سے سید اشریف ضلع منڈی بہاؤ الدین میں شامل کر لیا گیا ہے۔

3- تعلیم و تربیت:۔

علوم معاش:۔ ایف اے 1916ء پرائیویٹ۔ مجیٹھ شریف

تربیت:۔ جے اے وی 1917ء لاہور

علوم دینیہ: عربی و فارسی زبان و ادب از مولانا محمد عالم آسی امرتسریؒ

تدریس:۔ 1917ء تا 1946ء زمیندار ہائی سکول گجرات

علوم روحانی:۔ از خواجہ محبوب عالم علیہ الرحمہ 1914ء تا 1917

4- وصال:۔ مورخہ 5 اکتوبر 1961ء

مورخہ 5 اکتوبر 1961ء

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ (لفظ) موت کی بجائے (لفظ) وصال کس حکمت کے تحت استعمال کیا جاتا ہے؟ اس کا جواب درج ذیل ہے۔

القرآن: ولا تصلی علی احدمنهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وما توهم فاسقون.

ترجمہ: اور (اے رسول) اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ (کبھی) نہ پڑھیے۔ اور نہ اس کی قبر پر (کبھی) کھڑے ہوں (آپ کا اس جگہ کھڑا ہونا نزول رحمت کا باعث ہے اور یہ اس سے محروم کر دیئے گئے ہیں) یہ تو اللہ اور اس کے رسول کے منکر تھے

Marfat.com

اور منکر ہی مر گئے۔
(سورہ توبہ ۹ آیت نمبر ۸۴ فیوض القرآن)

مندرجہ بالا آیت میں حضور ﷺ کو جن باتوں سے کنارہ کش ہونے سے کہا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1- ابدی موت مرنے والے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

2- ابدی موت مرنے والے شخص کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

مندرجہ بالا آیت کے مفہوم پر غور کیا جاتا ہے تو مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

1- دائمی موت مرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

2- عارضی موت مرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

3- ابدی موت مرنے والے کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

4- عارضی موت مرنے والے کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دائمی اور عارضی موت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ آیت میں یہ بات اچھی طرح کھول کر بیان کر دی گئی ہے جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا یعنی کافر ہو گئے۔ اور انھوں نے اپنے دلوں سے ایمان کو دور کر دیا تو ان کے دل سے ایمان کی روشنی جدا ہو جانے کی وجہ سے تاریک ہو گئے تو اس حالت کو موت کہا گیا ہے تو پھر طبعی موت کے وقت بھی انھوں نے رجوع نہ کیا اس لیے وہ اسی حالت میں طبعی موت بھی مر گئے۔ یعنی ان کا قلب کفر کے باعث پہلے ہی مردہ تھا۔ اب وہ طبعی موت مر گئے ہیں چونکہ اب ان کے پاس رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ جو واپس نہیں آ سکتا لہٰذا وہ دائمی موت مر گئے ہیں۔ لہٰذا اس سے مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ جس سے دائمی اور عارضی موت میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

1- قلب سے ایمان کے جدا ہو جانے سے قلب کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

2- قالب سے روح کے جدا ہو جانے سے قالب کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

جب بدقسمتی سے یہ دونوں موتیں اکٹھی واقع ہو جائیں تو اس کو دائمی موت کہا

Marfat.com

جاتا ہے اور جب کوئی حالت ایمان میں مرے تو وہ عارضی موت مرا ہے اس لیے کہ اس کے قلب میں ایمان درج ہے جس کی وجہ سے وہ زندہ ہے۔ تو جب وہ زندہ ہے تو اس کی قبر پر کھڑا ہونا بھی ضروری ہے۔ ہاں اگر اس کا قلب ایمان کے بغیر ہوتا تو اس کی قبر پر کھڑا ہونا منع ہے۔ اس لیے کہ وہ دائمی موت مر چکا ہے یعنی رجوع کرنے کا آخری موقعہ بھی ضائع کر چکا ہے۔

جس طرح دائمی موت دو رخوں کی جامع ہے۔ اسی طرح عارضی موت بھی دو رخوں پر مشتمل ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- طبعی موت

2- اختیاری موت

وضاحت:

1- طبعی موت:۔

اس موت سے مراد وہ موت ہے جس میں انسان کا روح اس کے قالب سے جدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ ایسا بے جان ہو جاتا ہے کہ بے حس و بے حرکت ہو جاتا ہے اور اپنے پسماندگان کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ جیسا چاہیں سلوک کریں۔ اسے آگ میں جلائیں یا سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیں۔ یا پھر اسلام کے حسب دستور دفن کر دیں۔ وہ ہرگز مزاحمت نہیں کرے گا طبعی موت مرنے کی یہی پہچان ہے۔ اس میں سب برابر ہیں۔

2- اختیاری موت:۔

اس موت سے مراد وہ موت ہے جس میں انسان اپنی مرضی سے جب چاہے اپنے باطن کو اپنے قالب سے جدا کر لیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے واپس قالب میں آ جاتا ہے۔ جب باطن قالب سے باہر چلا جاتا ہے تو اس کی سیرگاہ پوری کائنات ہوتی ہے بلکہ کائنات سے باہر بہت دور اور بہت بلندی تک چلا جاتا ہے اس کے باوجود اس کا قالب

Marfat.com

سانس لیتا ہے۔ حس و حرکت کرنے کا اہل ہوتا ہے وہ دوسرے انسان کی طرح زندہ ہوتا ہے۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے اس موت کو موتوا قبل انتم موتوا کے عنوان کے تحت بیان فرمایا جس کا مفہوم درج ذیل ہے۔

ایک سوداگر جب تجارت کی غرض سے گھر سے روانہ ہونے لگا تو اس نے اپنے تمام افراد خانہ سے باری باری اپنے پسندیدہ تحائف لانے کے لیے پوچھا۔ آخر میں اپنے طوطے سے بھی پوچھا کہ تمھارے لیے کیا تحفہ لاؤں تو طوطے نے کہا کہ جس ملک کی طرف آپ جا رہے ہیں اُس کے راہ میں ایک باغ ہے۔ جس میں طوطے اپنا بسیرا رکھتے ہیں ان کو میرا سلام کہنا۔ سوداگر جب اپنے سفر کے دوران اس باغ کے پاس پہنچا تو اسے یاد آیا کہ طوطے کا سلام کہنا ہے۔ چنانچہ اجب اس نے باغ میں پہنچ کر طوطوں کو اپنے طوطے کا سلام پہنچایا تو وہ تمام طوطے آناً فاناً زمین پر آ گرے۔ سوداگر نے جب طوطوں کو اس طرح مرتے دیکھا تو اس کو بہت صدمہ ہوا۔ اسی صدمہ میں وہ اپنے سفر پر روانہ ہوگیا جب تجارت سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آیا تو اس نے اپنے طوطے کو باغ میں بیتے ہوئے واقعہ کی روئیداد سنائی جب اس نے کہا کہ وہ سب طوطے تمھارا سلام سنتے ہی مر گئے تھے۔ تو وہ بھی اسی وقت قفس کے اندر ہی مر گیا۔ جس کے صدمہ سے سوداگر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اس نے قفس سے مردہ طوطے کو نکال کر دیکھا تو وہ واقعی مر چکا تھا تو اس نے طوطے کو مردہ سمجھ کر باہر پھینک دیا۔ جونہی سوداگر نے طوطے کو باہر پھینکا طوطا اڑنت لے کر دیوار پر جا بیٹھا۔ مولانا روم علیہ الرحمتہ نے اس اختیاری موت کو موتو اقبل انتم موتوا سے تشبیہہ دی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اس موت کو دوسری طرح بیان فرماتے ہیں۔ رسالہ مبداء و معاد میں تحریر فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان کے باطن میں لطائف بیدار ہوجاتے ہیں تو گویا اس کا باطن بیدار ہوگیا ہے۔ جب وہ بیدار ہو جاتا ہے تو وہ جب چاہے اور جس وقت چاہے قالب سے جدا ہو کر محبوب حقیقی سے جا ملتا ہے۔

Marfat.com

جس کا ذکر حضور علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ الصلوۃ معراج لمومنین۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اختیاری موت کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جواب:۔ اختیاری موت کو حاصل کرنے کا طریقہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن: یایها الذین امنوا امنوا بالله و رسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتاب الذی انز من قبل۔

ترجمہ: اے ایمان والو (اپنے قول و فعل سے) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو رسول پر نازل کی گئی اور اس کتاب سے جو پہلے نازل کی گئی۔

(سورہ نساء آیت 84 فیوض القرآن)

مندرجہ بالا آیت میں اہل ایمان کو ایمان لانے کے لیے کہا گیا ہے حالانکہ وہ پہلے ہی صاحب ایمان ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دوبارہ ایمان سے مراد تربیت حاصل کرنا ہے جس سے ایمان کی حقیقت سے آگاہی ہو جاتی ہے اور حضور علیہ السلام کے دور میں صحاب صفہ اس غرض کے لیے آپ کے زیر تربیت تھے۔ نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحبت اور تربیت حاصل کرنے والوں کے سردار ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دور میں اس اختیاری موت کو کس طرح حاصل کیا جائے تو اس کا حل یہ واضح ہوتا ہے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات جاری ہیں۔ جن کو جاری رکھنے کے لیے علماء حق ہر دور میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں وہ علماء حق اولیاء اللہ کا گروہ ہے جو حضور علیہ السلام کے نائب ہیں ان اولیاء اللہ میں سے کسی ایک ولی اللہ کی صحبت اختیار کر لی جائے تو اختیاری موت حاصل ہو جاتی ہے ابن فقیر حبیبی نہایت احترام و ادب سے گزارش کرتا ہے کہ یا ایھا الذین آمنو۔ آمنو میں دوبارہ ایمان لانے سے مراد بیعت ہے اور جب انسان کسی مرد کامل ولی اللہ سے بیعت کر لیتا ہے تو وہ دوسرے آمنو کا مظہر بن جاتا ہے اور موتو قبل انتم موتوا کا نمونہ اور معنی بن جاتا ہے مرید اپنے مرشد کے ہاتھوں میں ایسا ہونا چاہیے جیسے مردہ اپنے پسماندگان کے رحم و کرم پر ہوتا ہے جو وہ چاہیں کر گزریں لیکن

Marfat.com

مردہ مزاحمت نہیں کرتا۔ اسی طرح مرید کو بھی اپنے مرشد کریم کے ساتھ ایسا ہی معاملہ رکھنا چاہیے تب اسے اختیاری موت حاصل ہو سکتی ہے۔ چونکہ اختیاری موت میں مرنے سے پہلے باطن اپنے محبوب حقیقی کے وصل سے شرف بار ہوتا ہے پھر جب اس کو طبعی موت آتی ہے تو اس کا باطن بھی اس اصل میں شریک ہو جاتا ہے اس طرح قالب اور باطن دونوں کامل وصل سے باریاب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جس دن ایسے کامل مرد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کو یوم وصال کہا جاتا ہے۔ چونکہ وہ دن محبوب کے وصل کا دن ہوتا ہے اس لیے اس دن عرس (خوشیاں) منائی جاتی ہیں اور 5 اکتوبر 1961ء ایسا ہی ایک دن تھا جب مرشد کریم اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہو گئے لیکن کئی اہل محبت کو اپنی دولت درد سے نواز گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ختم شد

Marfat.com

تصانیف

1۔ اسرارِ حبیب (حالات زندگی مولانا سیّد محمد حبیب اللہ قدس سرہ)

2۔ استفسارات دراسرارِ حبیب حصہ اوّل بر تحقیق دائرہ کائنات دوم

3۔ استفسارات دراسرارِ حبیب حصہ دوم بر تحقیق دائرہ کائنات اوّل

4۔ استفسارات دراسرارِ حبیب حصہ سوم بر تحقیق دائرہ کائنات سوم

5۔ حقائق سفرِ معراج

6۔ سفرِ تخلیق (انسان وکائنات وآدم)

7۔ چیلنج روح وقالب

8۔ حضور ﷺ بحیثیت وزیر اعظم کائنات

9۔ سیرتِ حبیب قرآن کریم کی ترتیب نزولی کے آئینہ میں (زیر تالیف)

10۔ اسلام میں غلط عقائد اور غلط نظریات اور اُن کا رد (زیر تالیف)

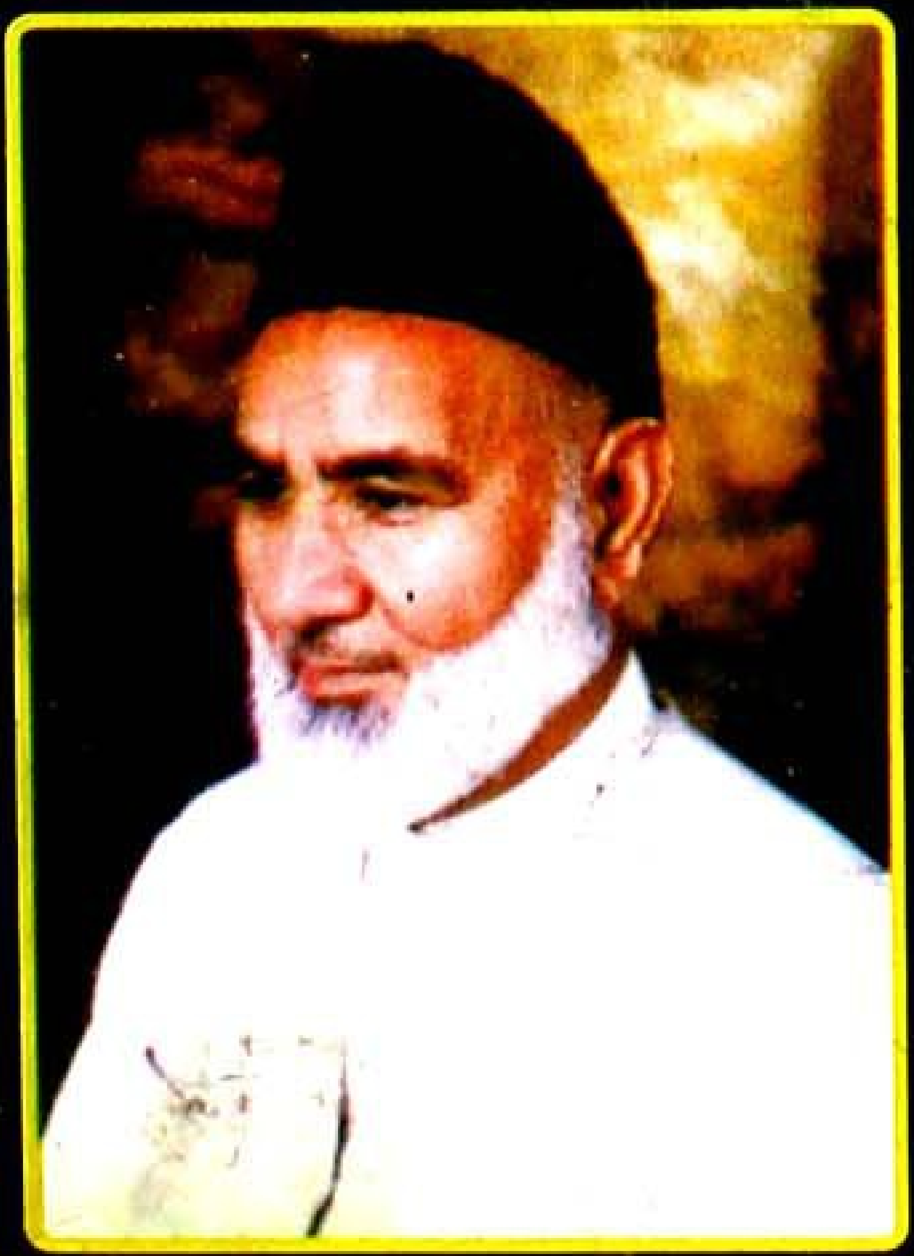

علم و عرفان پبلشرز

34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7232336-7352332

E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com

زیر اہتمام

نورٌ علےٰ نور فاؤنڈیشن

Marfat.com

تصانیف

1۔ اسرارِ حبیب (حالات زندگی مولانا سیّد محمد حبیب اللہ قدس سرہ)

2۔ استفسارات دراسرارِ حبیب حصہ اوّل بر تحقیق دائرہ کائنات دوم

3۔ استفسارات دراسرارِ حبیب حصہ دوم بر تحقیق دائرہ کائنات اوّل

4۔ استفسارات دراسرارِ حبیب حصہ سوم بر تحقیق دائرہ کائنات سوم

5۔ حقائق سفرِ معراج

6۔ سفرِ تخلیق (انسان و کائنات و آدم)

7۔ چیلنج روح و قالب

8۔ حضورﷺ بحیثیت وزیر اعظم کائنات

9۔ سیرتِ حبیب قرآن کریم کی ترتیب نزولی کے آئینہ میں (زیر تالیف)

10۔ اسلام میں غلط عقائد اور غلط نظریات اور اُن کا رد (زیر تالیف)

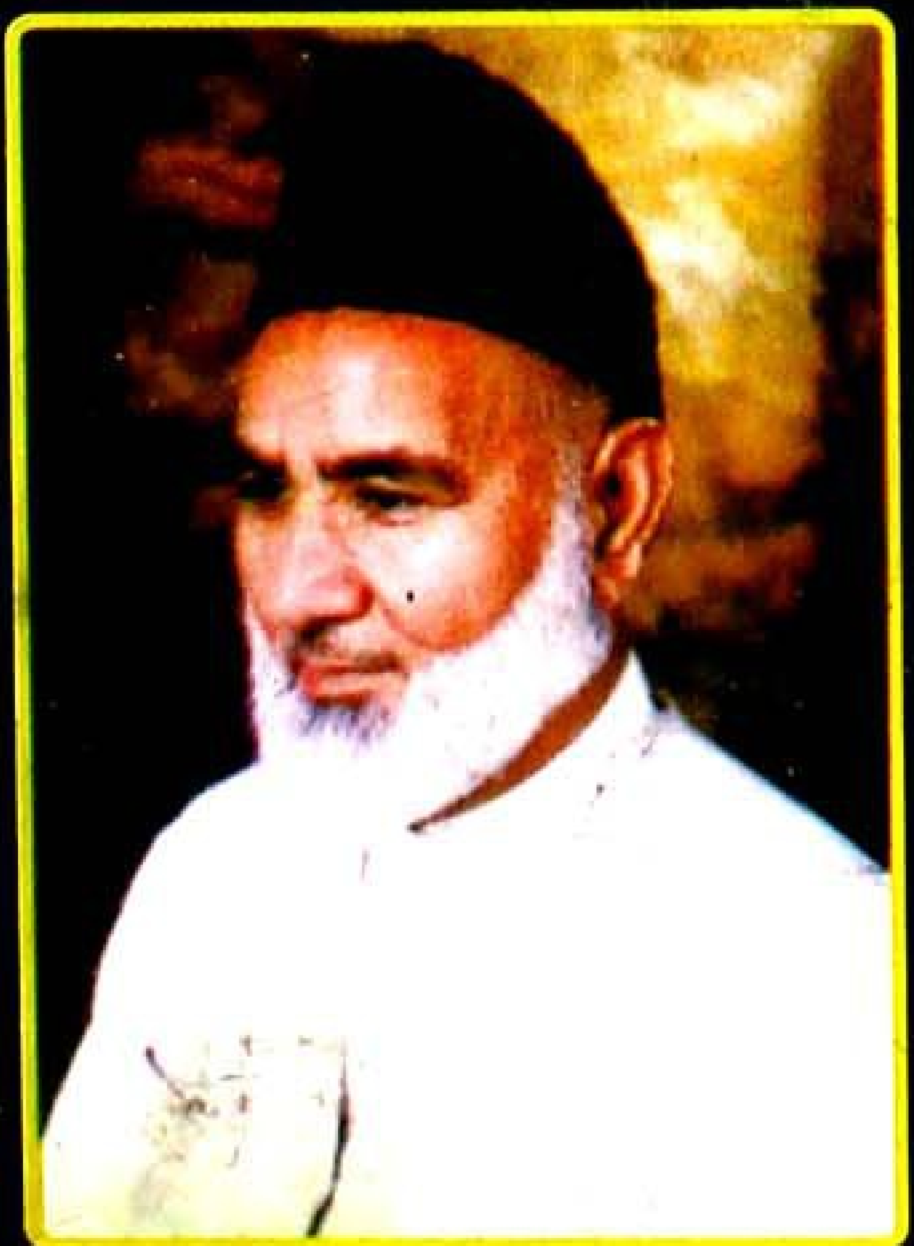

علم و عرفان پبلشرز

34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7232336-7352332

E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com

زیر اہتمام

نورٌ علےٰ نور فاؤنڈیشن

Marfat.com